لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ

قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات

عبرتوں اور نصیحتوں کے ساتھ (اول)

افادات

حضرت مولانا مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی حفظہ اللہ تعالیٰ

خادمِ تفسیر وحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

وخادمِ حدیث شریف: جامعہ دارالاحسان بارڈولی، گجرات

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب	:	قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات (جلد اول)
مرتب	:	مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم
ناشر	:	نورانی مکاتب
صفحات	:	440
طبعِ اول	:	ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ م جنوری ۲۰۱۹ء
تصحیح واضافہ شدہ جدید ایڈیشن	:	شوال ۱۴۴۴ھ مطابق مئی ۲۰۲۳ء

ملنے کے پتے

نورانی مکاتب	9909033145 8140902756
مدرسہ گلشنِ خدیجۃ الکبریٰ، اون، سورت	9898371086 9714814566
دارالمکاتب کاپودرا	9824289750 9712005458
مولانا صدیق احمد ابن مفتی محمود صاحب حافظ جی، مدرسہ فاطمۃ الزہراء، دیسائی نگر، مریم مسجد، بارڈولی، سورت، گجرات۔	8140238304
مولانا بلال صاحب گودھرا	9726293096
ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات	9913319190

اجمالی فہرست

۱	دین کی مجلس کے آداب اور عورتوں کے لیے کچھ ضروری باتیں	۴۷
۲	دنیا کی سب سے پہلی خاتون ماں حوّا رضی اللہ عنہا (پہلی قسط)	۷۱
۳	دنیا کی سب سے پہلی خاتون ماں حوّا رضی اللہ عنہا (دوسری قسط)	۱۰۹
۴	حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا واقعہ	۱۴۳
۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی زوجۂ محترمہ: حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ	۱۶۱
۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا مبارک قصہ (پہلی قسط)	۱۹۹
۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا مبارک قصہ (دوسری قسط)	۲۲۷
۸	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا عبرت ناک واقعہ	۲۶۳
۹	حضرت یوسف علیہ السلام کی والدۂ محترمہ کا پاکیزہ قصہ	۲۸۹
۱۰	عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا حیرت انگیز واقعہ	۳۰۳
۱۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ایمان افروز واقعہ (پہلی قسط)	۳۶۵
۱۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور بہن کا واقعہ (دوسری قسط)	۴۰۳

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۞	پیش خدمت	۳۵
۞	پیش لفظ	۳۷
۞	جدید ایڈیشن	۴۵
	دین کی مجلس کے آداب اور عورتوں کے لیے کچھ ضروری باتیں	
۱	اس بیان کی کچھ قیمتی باتیں	۴۸
۲	دین کی نسبت پر سفر یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے	۵۰
۳	دین کی مجلس میں باوضو اور نیک نیت کے ساتھ آنا چاہیے	۵۰
۴	گھر سے باہر نکلتے وقت چند باتیں ذہن میں رہیں	۵۱
۵	مجلس میں خلل ہو ایسا کام کرنا بے ادبی ہے	۵۱
۶	مسلمان کی خوبی	۵۲
۷	دین پر عمل کرنا اور دوسروں کو پہنچانا	۵۳
۸	اولاد کے لیے بہترین تحفہ	۵۴
۹	والدین پر اولاد کے تین حقوق	۵۵
۱۰	عورتوں میں تعلیم کا اہتمام	۵۶
۱۱	مستورات میں بیان کے متعلق حضور ﷺ کا عمل مبارک	۵۶
۱۲	یہ علمِ دین کی مجالس ہیں	۵۷

۱۳	علمِ دین کی مجلس میں آنے کے فوائد	۵۸
۱۴	ملاوی کی عورتوں کا ایک مبارک عمل	۵۹
۱۵	کم سے کم ۳۰۰ / مرتبہ درود پڑھنا چاہیے	۶۰
۱۶	عورتوں کے لیے ایک عجیب حدیث	۶۰
۱۷	شوہر کو خوش رکھنے کا مطلب	۶۲
۱۸	شوہر کو خوش رکھنے والی عورت کے لیے جنّت	۶۲
۱۹	آپ ﷺ کا ایک خواب	۶۳
۲۰	قرآن پڑھنا نہ چھوڑے	۶۴
۲۱	قرآنِ مجید کی تلاوت	۶۵
۲۲	شیطان جیسا بننا ہو تو کیا کریں؟	۶۵
۲۳	مال اور گھر برباد	۶۶
۲۴	قضا نمازوں کو ادا کرنے کی ترتیب	۶۷
۲۵	جب تک فرض نماز باقی ہو نفل نہیں پڑھنا چاہیے	۶۸
۲۶	حیض کی نمازیں	۶۹
۲۷	خلاصہ	۶۹
	دنیا کی سب سے پہلی خاتون ماں حوّا رضی اللہ عنہا (پہلی قسط)	
۲۸	مختصر تعارف	۷۲
۲۹	نیک خواہش	۷۴
۳۰	دنیا کی سب سے پہلی خاتون	۷۵
۳۱	سب سے پہلے انسان اور نبی	۷۶

۳۲	حضرت آدم علیہ السلام کا شرف	۷۶
۳۳	تفسیر کی ایک عجیب بات	۷۷
۳۴	نیند نعمتوں سے محرومی کا سبب ہے	۷۷
۳۵	حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا کی سب سے پہلی بات چیت	۷۸
۳۶	عورتوں کے لیے ایک اہم سبق	۷۸
۳۷	حضرت حوا رضی اللہ عنہا کی پیدائش کا عجیب واقعہ	۷۹
۳۸	عورت پسلی سے بنی ہے اس لیے!!!	۸۰
۳۹	ماں ''حوا'' دنیا کی سب سے زیادہ خوب صورت عورت	۸۰
۴۰	میاں بیوی کی محبت کا راز	۸۱
۴۱	نکاح سے پہلے مرد اور عورت کا ملنا جائز نہیں	۸۱
۴۲	نکاح کا مہر: ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود	۸۲
۴۳	نکاح کے وقت لین دین	۸۳
۴۴	نکاح پڑھانے والے اللہ اور گواہ بننے والے فرشتے	۸۳
۴۵	شوہر سے بیوی کی پیدائش	۸۴
۴۶	''حوا'' نام رکھنے کی وجہ	۸۵
۴۷	رہائش میں بیوی شوہر کے تابع ہے	۸۶
۴۸	حضرت آدم علیہ السلام اور حوا رضی اللہ عنہا کونسی جنت میں رہتے تھے؟	۸۶
۴۹	جنت میں قیام کی حکمت	۸۷
۵۰	جنت میں رہنے کی مدت	۸۷
۵۱	جنّت جی بھر کر کھانے کی جگہ ہے، دنیا نہیں!	۸۸

۵۲	جنت میں بغیر تکلیف کے نعمتیں ملیں گی	۸۹
۵۳	جنت کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی	۸۹
۵۴	عورت کھانے پینے میں مرد کے تابع نہیں ہے	۹۰
۵۵	روٹی، کپڑے اور مکان کا انتظام مرد کی ذمے داری ہے	۹۰
۵۶	کمانا عورت کے ذمے نہیں ہے	۹۱
۵۷	عورت کی ذمے داری کیا ہے؟	۹۲
۵۸	درخت کے پاس جانے کی ممانعت	۹۲
۵۹	اللہ تعالیٰ کے حکم میں چون وچرا کی گنجائش نہیں	۹۳
۶۰	درخت کے قریب جانے سے روکنے کی حکمت: ہماری تربیت مقصود تھی	۹۴
۶۱	درخت نہیں، درخت کے پاس بھی نہ جانا	۹۵
۶۲	وہ کونسا درخت تھا؟	۹۶
۶۳	تمام گناہ ظاہر میں خوش نما معلوم ہوتے ہیں	۹۷
۶۴	ایک غلط فہمی کا ازالہ (شیطان نے صرف ماں حوا کو نہیں بہکایا تھا)	۹۸
۶۵	اللہ تعالیٰ کی تین بڑی مخلوقات	۹۹
۶۶	ایک لطیفہ	۱۰۰
۶۷	شیطان سب سے بڑا عبادت گزار تھا	۱۰۰
۶۸	شیطان میں تین ''عین'' تھے، چوتھا ''عین'' نہیں تھا	۱۰۰
۶۹	شیطان کے عارف باللہ ہونے کی دلیل	۱۰۱
۷۰	اس آیت میں ایک اہم نکتہ	۱۰۲

۷۱	شیطان عاشق نہیں تھا	۱۰۳
۷۲	عاشق کس کو کہتے ہیں؟	۱۰۳
۷۳	شیطان اور وسوسہ	۱۰۴
۷۴	شیطان صرف وسوسہ ڈال سکتا ہے	۱۰۴
۷۵	شیطان نے وسوسہ کیسے ڈالا؟	۱۰۵
۷۶	وسوسہ سے بچنے کی چند دعائیں	۱۰۵
۷۷	وسوسہ سے بچنے کی پہلی دعا	۱۰۶
۷۸	وسوسہ سے بچنے کی دوسری دعا	۱۰۶
۷۹	وسوسے سے بچنے کی تیسری دعا	۱۰۷
۸۰	وسوسے سے بچنے کی ایک دوا	۱۰۸
۸۱	وسوسے کا ایک علاج؛ ایک پرہیز	۱۰۸
دنیا کی سب سے پہلی خاتون ماں حوا رضی اللہ عنہا (دوسری قسط)		
۸۲	قرآن میں قصے بیان کرنے کا مقصد	۱۱۰
۸۳	عبرت کا مطلب	۱۱۰
۸۴	شیطان کا عجیب وسوسہ	۱۱۵
۸۵	سفر میں بدہضمی سے بچنے کا ایک عجیب نسخہ	۱۱۵
۸۶	شیطان کا ایک وسوسہ: ممانعت وقتی اور طبی تھی	۱۱۶
۸۷	شیطان کا دوسرا وسوسہ: ایک خاص درخت کھانے سے منع فرمایا ہے	۱۱۶
۸۸	شیطان کا تیسرا وسوسہ: دائمی جنت ملے گی	۱۱۶
۸۹	امام طبریؒ کی روایت	۱۱۷

۹۰	شیطان کا چوتھا وسوسہ: تم فرشتے بن جاؤ گے	۱۱۷
۹۱	شیطان کا ایک عجیب لالچ دلانا	۱۱۸
۹۲	لالچ بڑی خطرناک چیز ہے	۱۱۸
۹۳	لالچ نیک کام کی کرنی چاہیے	۱۱۸
۹۴	دنیا کے غموں اور گندی لالچ سے حفاظت کی نبوی دعا	۱۱۹
۹۵	شیطان نے اللہ کے مبارک نام کی جھوٹی قسم کھائی	۱۱۹
۹۶	اللہ کا نام لے کر کوئی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا	۱۲۰
۹۷	اِس قصے کا ایک بہت ہی اہم سبق	۱۲۰
۹۸	ممانعت کو شفقت سمجھا، قانون نہیں سمجھا	۱۲۱
۹۹	پہچان نہ ہو سکی	۱۲۱
۱۰۰	حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کا درخت میں سے کھالینا	۱۲۱
۱۰۱	پھل توڑ کر کھانے کے نقصانات	۱۲۲
۱۰۲	جنتی کپڑے خود بہ خود اتر گئے	۱۲۲
۱۰۳	وہ کپڑے کس چیز کے بنے ہوئے تھے؟	۱۲۳
۱۰۴	کبھی ایک دوسرے کا ستر نہیں دیکھا تھا	۱۲۳
۱۰۵	انجیر کے درخت کے پتوں سے ستر چھپایا	۱۲۴
۱۰۶	شرم وحیا کا مادہ انسان میں طبعی اور فطری ہے	۱۲۵
۱۰۷	حرام کھانے سے زندگی میں بے حیائی اور بے شرمی آتی ہے	۱۲۵
۱۰۸	بغیر ضرورت کے ننگا رہنا یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں	۱۲۶
۱۰۹	آج کل یہ برائی عام ہوگئی ہے	۱۲۶

۱۱۰	ایک بہت ہی اہم حدیث	۱۲۸
۱۱۱	اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی	۱۲۸
۱۱۲	حلال نعمتوں کے ہوتے ہوئے حرام کیوں؟	۱۲۹
۱۱۳	اتنی ساری حلال نعمتیں؛ پھر بھی حرام کی طرف کیوں؟	۱۲۹
۱۱۴	گناہ کا اقرار کرلینا یہی بندے کی شان ہے	۱۳۰
۱۱۵	حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اتارا گیا	۱۳۱
۱۱۶	ماں حوا رضی اللہ عنہا کو جدہ میں اتارا گیا	۱۳۱
۱۱۷	جنت سے کیا ساتھ لائے؟	۱۳۲
۱۱۸	حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا بہت نرم دل تھے	۱۳۳
۱۱۹	معافی کیسے مانگے؟	۱۳۴
۱۲۰	حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کتنا روئے؟	۱۳۴
۱۲۱	اللہ تعالیٰ نے بہت پیاری دعا سکھلائی	۱۳۵
۱۲۲	توبہ قبول؛ لیکن!	۱۳۶
۱۲۳	نبیوں کی معصومیت پر ایمان لانا ضروری	۱۳۶
۱۲۴	اب دنیا میں کیا ہوگا؟	۱۳۶
۱۲۵	دنیا میں کامیابی کا راستہ	۱۳۷
۱۲۶	رونے والی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو بہت پیاری ہیں	۱۳۷
۱۲۷	دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی اللہ سے مانگنی چاہیے	۱۳۸
۱۲۸	ایک بہت ہی قیمتی بات	۱۳۹
۱۲۹	حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد	۱۳۹

۱۳۰	دنیا میں جنّتی میوہ یاد آیا	۱۳۹
۱۳۱	حضرت آدم علیہ السلام کا کفن دفن اور قبر	۱۴۰
۱۳۲	آخر ایک دن موت آنے والی ہے	۱۴۰
۱۳۳	آخرت کی یاد دلانے والے بہترین اشعار	۱۴۱
	حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا واقعہ	
۱۳۴	مختصر تعارف	۱۴۴
۱۳۵	حضرت نوح علیہ السلام کا اصلی نام اور نوح نام کی وجہ تسمیہ	۱۴۷
۱۳۶	حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی چند بری عادتیں: (۱) کفر	۱۴۷
۱۳۷	کافر کے ساتھ نکاح کا حکم	۱۴۷
۱۳۸	(۲) جاسوسی	۱۴۸
۱۳۹	(۳) نفاق	۱۴۹
۱۴۰	(۴) اللہ کے نبی کو پاگل کہنا	۱۴۹
۱۴۱	(۵) خیانت	۱۵۰
۱۴۲	عورتوں کی بہترین صفت: شوہر کی ہر چیز میں امانت داری	۱۵۱
۱۴۳	شوہر کے دینی کاموں میں معاون بننا چاہیے	۱۵۲
۱۴۴	اے کاش کہ میں بھی کوئی کتاب ہوتی!	۱۵۳
۱۴۵	اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ	۱۵۳
۱۴۶	نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی کافر تھا	۱۵۳
۱۴۷	بیوی کا شوہر کے معاملے میں خیانت کرنا بڑا خطرناک ہے	۱۵۵

۱۴۸	عورت کو شوہر کے تابع رہنا چاہیے	۱۵۵
۱۴۹	تنّور سے عذاب کی شروعات ہوئی	۱۵۶
۱۵۰	تنّور کا مطلب	۱۵۶
۱۵۱	تنور جنت سے ماں حوا رضی اللہ عنہا لائی تھی	۱۵۶
۱۵۲	عورتوں کا پرانا مزاج	۱۵۷
۱۵۳	عذاب کی ایک نشانی: تنور میں سے پانی کا ابلنا	۱۵۷
۱۵۴	عذاب کی کیفیت اور ہولناکی	۱۵۷
۱۵۵	ایمان کے بغیر نیک لوگوں کی صحبت فائدہ نہیں دیتی	۱۵۸
۱۵۶	ایمان کے بغیر رشتے داری بھی کوئی فائدہ نہیں دیتی	۱۵۸
۱۵۷	ہائے بدنصیبی!	۱۵۹
	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ: سارہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ	
۱۵۸	مختصر تعارف	۱۶۲
۱۵۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام و مرتبہ	۱۶۳
۱۶۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شہر اور آپ کا قوم کو دعوت دینا	۱۶۳
۱۶۱	قوم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ستانا	۱۶۴
۱۶۲	اِس آیت کا ایک فائدہ: بخار کا علاج	۱۶۵
۱۶۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استقامت	۱۶۵
۱۶۴	ایک وفادار عورت: حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۶۵
۱۶۵	عورت کو دینی کاموں میں شوہر کا ساتھ دینا چاہیے	۱۶۶
۱۶۶	نیک کام میں دوسرے کی مدد کرنی چاہیے نہ کہ برے کام میں	۱۶۶

۱۶۷	گھر والوں کی اصلاح	۱۶۷
۱۶۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنی بیوی سے محبت کی وجوہات	۱۶۸
۱۶۹	دوسری وجہ	۱۶۸
۱۷۰	تیسری وجہ	۱۶۸
۱۷۱	رشتے داروں میں آپس میں شادیاں	۱۶۸
۱۷۲	چوتھی وجہ	۱۶۹
۱۷۳	پانچویں وجہ	۱۷۰
۱۷۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت	۱۷۰
۱۷۵	اس دور کی ہجرت	۱۷۱
۱۷۶	ہجرت کے ساتھی	۱۷۲
۱۷۷	''سینان'' بادشاہ کی بری عادت	۱۷۲
۱۷۸	ضرورت کے وقت ''تَوْرِیَہ'' کرنا جائز ہے	۱۷۳
۱۷۹	ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خصوصی دعا	۱۷۴
۱۸۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل اللہ تعالیٰ نے عجیب بنایا تھا	۱۷۴
۱۸۱	شک: بہت بڑی تباہی کا ذریعہ	۱۷۵
۱۸۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد	۱۷۶
۱۸۳	حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا	۱۷۷
۱۸۴	مجبوری کے وقت کیا کرنا چاہیے	۱۷۷
۱۸۵	حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا کی برکت	۱۷۸
۱۸۶	گناہ کی عادت جلدی چھوٹتی نہیں ہے	۱۷۹

۱۸۷	بادشاہ کی دوسری مرتبہ پکڑ	۱۷۹
۱۸۸	بادشاہ کی تیسری مرتبہ پکڑ	۱۸۰
۱۸۹	بادشاہ کا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو انعام دینا	۱۸۱
۱۹۰	مصر سے برکت والے ملکِ شام کی طرف	۱۸۳
۱۹۱	ملکِ شام کی برکت کا ایک راز	۱۸۴
۱۹۲	حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا قصہ	۱۸۵
۱۹۳	وفادار بیوی	۱۸۶
۱۹۴	فرشتے مہمان کی شکل میں	۱۸۷
۱۹۵	اس دنیا میں سب سے پہلے مہمان نوازی کرنے والے	۱۸۷
۱۹۶	مہمان نوازی کا عجیب قصہ	۱۸۷
۱۹۷	اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کتنے مہربان ہیں	۱۸۸
۱۹۸	ایسے مہربان اللہ کا میں کیسے انکار کروں؟	۱۸۹
۱۹۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مہمانوں کے لیے بچھڑا ذبح کرنا	۱۸۹
۲۰۰	عجیب مہمان	۱۸۹
۲۰۱	اس زمانے کا عجیب رواج	۱۹۰
۲۰۲	پہلے قیمت لے لو تو ہم کھانا کھائیں گے	۱۹۰
۲۰۳	کھانے کی عجیب قیمت	۱۹۰
۲۰۴	اللہ تعالیٰ کا خلیل بننے کا آسان نسخہ	۱۹۱
۲۰۵	کھانے کی دعائیں	۱۹۱
۲۰۶	''اے سی ڈی ٹی''(ACIDITY) سے حفاظت کے لیے دعا	۱۹۲

۲۰۷	بڑھاپے میں اولاد کی خوش خبری	۱۹۳
۲۰۸	اللہ تعالیٰ کی عجیب شان	۱۹۳
۲۰۹	مہمان سے بھی پردہ کرنا چاہیے	۱۹۴
۲۱۰	ماں سارہ رضی اللہ عنہا کا تعجب سے ہنسنا	۱۹۵
۲۱۱	حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش	۱۹۵
۲۱۲	مقدس قبریں	۱۹۶
۲۱۳	میزبان کے متعلق آداب	۱۹۷
۲۱۴	مہمان سے متعلق آداب	۱۹۷
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا قصہ (پہلی قسط)		
۲۱۵	مختصر تعارف	۲۰۰
۲۱۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کوئی اولاد نہیں تھی	۲۰۱
۲۱۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مصر کے بادشاہ کی لڑکی سے نکاح	۲۰۱
۲۱۸	شادی کے بعد میاں بیوی کو یہ دعا مانگنی چاہیے	۲۰۲
۲۱۹	سوکنوں کا آپسی اختلاف پہلے سے چلا آرہا ہے	۲۰۲
۲۲۰	پہلے خادمہ، اب بیوی	۲۰۳
۲۲۱	اولاد: عزت کا ذریعہ	۲۰۳
۲۲۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانۂ کعبہ بنانے کا حکم	۲۰۳
۲۲۳	مدینۃ الخلیل	۲۰۴
۲۲۴	مقام و مرتبہ آدمی کے طور وطریق کو بھی بدل دیتا ہے	۲۰۴
۲۲۵	حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دھمکی اور قسم	۲۰۵

۲۲۶	قسم پورا کرنے کا عجیب طریقہ	۲۰۵
۲۲۷	سب سے پہلے کان اور ناک میں سوراخ کروانے والی عورت	۲۰۶
۲۲۸	ناک میں سوراخ کر کے نتھ (کانٹا) پہننا جائز ہے	۲۰۶
۲۲۹	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش حبرون میں	۲۰۶
۲۳۰	ان مبارک ہستیوں کی قبروں پر حاضری کی سعادت	۲۰۶
۲۳۱	بڑی عمر میں بچہ پیدا ہونا کوئی بری بات نہیں ہے	۲۰۷
۲۳۲	اسماعیل نام رکھنے کی وجہ اور اس کا معنی	۲۰۷
۲۳۳	بُراق کیا ہے؟	۲۰۸
۲۳۴	حَبرون سے وادیٔ غیر ذی زرع کی طرف روانگی	۲۰۸
۲۳۵	وادیٔ غیر ذی زرع	۲۰۹
۲۳۶	مصر کی شہزادی سنسان جنگل کے ایک چھپر میں	۲۱۰
۲۳۷	جدائی کا غمناک منظر	۲۱۰
۲۳۸	ہمیں کس کے حوالے چھوڑ کر جا رہے ہو؟	۲۱۰
۲۳۹	کیا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے؟	۲۱۱
۲۴۰	عجیب جواب: تب تو وہ اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہیں کریں گے	۲۱۱
۲۴۱	اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے سے کبھی کوئی برباد نہیں ہوتا	۲۱۲
۲۴۲	’’ثنیہ‘‘ نامی جگہ پر بیوی بچے کی یاد کا ستانا	۲۱۲
۲۴۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہترین اور عجیب دعا	۲۱۳
۲۴۴	بیوی بچوں کے ساتھ محبت یہ فطری چیز ہے	۲۱۴
۲۴۵	دعا میں دین و دنیا دونوں کی بھلائی کا سوال	۲۱۵

۲۴۶	اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے والے الفاظ	۲۱۶
۲۴۷	جنگل کو شہر بنا دیجیے	۲۱۷
۲۴۸	شہر کو امن والا بنا دیجیے	۲۱۷
۲۴۹	پھلوں کا رزق عطا ہونے کی دعا	۲۱۸
۲۵۰	ملکِ شام کا ایک شہر مکہ میں	۲۱۸
۲۵۱	طائف کا مطلب	۲۱۸
۲۵۲	طائف کی کچھ یادیں	۲۱۹
۲۵۳	مکہ میں آج بھی کھیتی نہیں ہوتی	۲۱۹
۲۵۴	ایک خاص اور اہم دعا	۲۲۰
۲۵۵	توشے کا ختم ہونا اور دودھ کا سوکھ جانا	۲۲۱
۲۵۶	حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی بے چینی	۲۲۱
۲۵۷	کبھی صفا پر کبھی مروہ پر	۲۲۲
۲۵۸	اللہ تعالیٰ نے ماں کا دل عجیب بنایا ہے	۲۲۳
۲۵۹	حج و عمرہ میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی نقل	۲۲۳
۲۶۰	حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آمد اور زمزم کے چشمہ کا جاری ہونا	۲۲۳
۲۶۱	زم زم (یعنی رک جا)	۲۲۴
۲۶۲	اے کاش کہ!	۲۲۴
۲۶۳	ایک عورت ذات کی قربانی کی برکت	۲۲۵
۲۶۴	زمزم کے پانی کی برکتیں	۲۲۵
۲۶۵	زمزم کی برکت سے شفا	۲۲۶

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ (دوسری قسط)

۲۶۶	اقتباس	۲۲۸
۲۶۷	گذشتہ سے پیوستہ	۲۲۹
۲۶۸	اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلائے ہوئے مبارک نام	۲۳۰
۲۶۹	اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پیارے نام	۲۳۱
۲۷۰	باقی قصہ	۲۳۱
۲۷۱	خانۂ کعبہ کی بنیاد کی حفاظت کا عجیب وغریب خدائی نظام	۲۳۲
۲۷۲	قبیلۂ جُرہم کا مکہ آنا	۲۳۲
۲۷۳	قبیلۂ جرہم کا ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے وہاں رہنے کی اجازت لینا	۲۳۳
۲۷۴	اجازت ہے؛ لیکن پانی پر حق میرا رہے گا	۲۳۳
۲۷۵	جنگل میں آبادی	۲۳۴
۲۷۶	سب سے پہلے مکہ شہر کی بنیاد رکھنے والے	۲۳۴
۲۷۷	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا عربی زبان سیکھنا	۲۳۴
۲۷۸	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نکاح	۲۳۴
۲۷۹	ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال اور ان کی قبر	۲۳۵
۲۸۰	ایک بہت ہی اہم سبق	۲۳۵
۲۸۱	حلال روزی تلاش کرنا یہ انبیا کا طریقہ رہا ہے	۲۳۵
۲۸۲	دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالے	۲۳۵
۲۸۳	نبی کی نورانیت اور خوشبو کا احساس	۲۳۶
۲۸۴	اسماعیل علیہ السلام اور ان کی پہلی بیوی کے درمیان سوال وجواب	۲۳۶

۲۸۵	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اپنی بیوی کو طلاق دینا	۲۳۷
۲۸۶	ناشکری کی وجہ سے طلاق	۲۳۸
۲۸۷	ناشکری بری چیز ہے	۲۳۸
۲۸۸	آج دنیا میں بہت سارے لوگ خیموں میں زندگی گزار رہے ہیں	۲۳۸
۲۸۹	اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی نورانیت و برکت	۲۳۸
۲۹۰	ہمارا سلسلہ	۲۳۹
۲۹۱	چھتیس سال تک ایک جگہ بیٹھ کر قرآن سکھانا	۲۳۹
۲۹۲	آج بھی کمرے میں نورانیت	۲۳۹
۲۹۳	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دوسرا نکاح	۲۴۰
۲۹۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دوبارہ مکہ آنا	۲۴۰
۲۹۵	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نئی بیوی کے اچھے اخلاق	۲۴۰
۲۹۶	شکر گزار عورت	۲۴۱
۲۹۷	گوشت اور پانی میں برکت کی دعا	۲۴۱
۲۹۸	خسر کو اپنی بہو اور بیٹے کے حالات معلوم کرتے رہنا چاہیے	۲۴۱
۲۹۹	مکہ کے کھانے پینے میں برکت کی وجہ	۲۴۲
۳۰۰	روٹی اور چاول کے بغیر صرف گوشت کھالینا	۲۴۲
۳۰۱	دروازے کی چوکھٹ باقی رکھنا	۲۴۲
۳۰۲	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اپنی دوسری بیوی سے سوالات	۲۴۳
۳۰۳	شکر کی وجہ سے طلاق دینے سے منع فرمایا	۲۴۴
۳۰۴	شکر گزاری بہت بڑی نعمت ہے	۲۴۴

۳۰۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری مرتبہ مکہ کی حاضری	۲۴۴
۳۰۶	خانۂ کعبہ کی تعمیر	۲۴۵
۳۰۷	نیک کام کر کے فخر اور تکبر نہیں کرنا چاہیے	۲۴۵
۳۰۸	اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبۃ اللہ کی تعمیر کرنے کے باوجود اس کی قبولیت کی دعا	۲۴۵
۳۰۹	ہر نیک عمل کی قبولیت کی دعا کرتے رہنا چاہیے	۲۴۶
۳۱۰	ذبح والا واقعہ	۲۴۶
۳۱۱	عجیب خواب	۲۴۷
۳۱۲	بڑے کی ملاقات کے لیے	۲۴۸
۳۱۳	اللہ تعالیٰ سے بڑا کون ہوسکتا ہے؟	۲۴۸
۳۱۴	منیٰ میں مسجد الکبش تک لے گئے	۲۴۹
۳۱۵	شیطان مردود کا ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو بہکانے کی کوشش کرنا	۲۴۹
۳۱۶	ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا ایمان افروز جواب	۲۵۰
۳۱۷	کیسے جذبے والی وہ مائیں ہوا کرتی تھیں!	۲۵۰
۳۱۸	شیطان کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کرنا	۲۵۱
۳۱۹	شیطان کا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کرنا	۲۵۱
۳۲۰	کنکریوں کا مارنا	۲۵۲
۳۲۱	عظیم باپ کے عظیم بیٹے	۲۵۳
۳۲۲	ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے	۲۵۴
۳۲۳	تکبیرِ تشریق	۲۵۵
۳۲۴	جنتی جانور	۲۵۵

۳۲۵	کمر پر پٹہ باندھنے کی شروعات	۲۵۶
۳۲۶	کمر پر پٹہ باندھنے کی ایک وجہ	۲۵۶
۳۲۷	کمر پر پٹہ باندھنے کی دوسری وجہ	۲۵۶
۳۲۸	اس بیان کا خلاصہ	۲۵۷
۳۲۹	گناہ سے بچنے کی برکت	۲۵۷
۳۳۰	زم زم کا پانی	۲۵۸
۳۳۱	کسی کو نہ ستاؤ	۲۵۸
۳۳۲	کسی کو گناہ سے عار نہ دلاؤ	۲۵۹
۳۳۳	کسی مسلمان کے عیب کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے	۲۶۰
۳۳۴	شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی نصیحت	۲۶۰
۳۳۵	دوسروں کو دھوکا دینے سے بچو	۲۶۱
۳۳۶	اپنے بھائی کی تکلیف پر خوش نہیں ہونا چاہیے	۲۶۲
	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا عبرت ناک واقعہ	
۳۳۷	مختصر تعارف	۲۶۴
۳۳۸	یہ واقعہ قرآن میں آٹھ (۸) جگہ آیا ہے	۲۶۸
۳۳۹	کاش! یہ عورت اپنی خوش نصیبی سے فائدہ اٹھا لیتی!	۲۶۸
۳۴۰	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام	۲۶۸
۳۴۱	حضرت لوط علیہ السلام کا کچھ تعارف	۲۶۹
۳۴۲	حضرت لوط علیہ السلام سدوم شہر میں	۲۶۹
۳۴۳	سدوم والوں کی بعض بری عادتیں	۲۷۰

۳۴۴	بعض بیوی بچے دشمن ہوتے ہیں	۲۷۰
۳۴۵	بیوی کو شوہر کے دینی کاموں میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے	۲۷۱
۳۴۶	قوم کا حضرت لوط علیہ السلام پر زبردستی ایک قانون	۲۷۲
۳۴۷	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی جاسوسی کا عجیب طریقہ	۲۷۲
۳۴۸	مہمانوں کا اکرام کرنا چاہیے	۲۷۳
۳۴۹	مسلمانوں کی ایک خوبی	۲۷۳
۳۵۰	ایک صحابی کی مہمان نوازی کا عجیب واقعہ	۲۷۳
۳۵۱	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی چند بری عادتیں	۲۷۵
۳۵۲	بڑھاپے کے باوجود گناہ نہیں چھوڑے	۲۷۵
۳۵۳	گناہ کے کام میں مدد کرنا بھی گناہ ہے	۲۷۵
۳۵۴	حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ایک خطرناک عادت جو آج عام ہو رہی ہے	۲۷۶
۳۵۵	نیکی کرنے والے کا مذاق اڑانے سے ایمان کے خطرے کا اندیشہ	۲۷۷
۳۵۶	میرا ایسے غلط کاموں سے کوئی تعلق نہیں ہے	۲۷۸
۳۵۷	ایک اہم نصیحت	۲۷۸
۳۵۸	گناہ سے توبہ کی دعا	۲۷۹
۳۵۹	قومِ لوط پر خطرناک عذاب	۲۸۰
۳۶۰	مجرموں کے نام لکھے ہوئے پتھر	۲۸۲
۳۶۱	عذاب کے اثرات	۲۸۲
۳۶۲	عذاب کی وجہ سے آج بھی خوف کا ماحول	۲۸۳
۳۶۳	اللہ نے ایمان والوں کو بچا لیا	۲۸۳

۳۶۴	نافرمان بیوی کو ہلاک کردیا	۲۸۴
۳۶۵	نبی کے ساتھ رہنے کی قدر نہ کی تو عذاب نے آ پکڑا	۲۸۵
۳۶۶	جو نصیحت نہیں مانتا اس کے دل پر زنگ لگ جاتا ہے	۲۸۶
۳۶۷	ایک خاص حدیث	۲۸۷
	حضرت یوسف علیہ السلام کی والدۂ محترمہ کا پاکیزہ قصہ	
۳۶۸	مختصر تعارف	۲۹۰
۳۶۹	اولاد کی کثرت نبیوں کا طریقہ ہے	۲۹۲
۳۷۰	زیادہ اولاد کی ترغیب	۲۹۲
۳۷۱	حضرت مولانا رضا اجمیریؒ کی میرے نکاح کے موقع پر ایک جامع دعا	۲۹۳
۳۷۲	حضرت نبی کریم ﷺ کے یہاں کثرتِ اولاد	۲۹۳
۳۷۳	سورج اور چاند سے مراد کون؟	۲۹۴
۳۷۴	حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کے متعلق مختلف اقوال	۲۹۵
۳۷۵	حضرت یوسف علیہ السلام کی پیدائش اور وطن	۲۹۷
۳۷۶	وطن سے دور بھی گھر والوں کی خیر خواہی	۲۹۷
۳۷۷	دیہاتی زندگی سے شہری زندگی	۲۹۸
۳۷۸	ماں کی قربانیوں کی برکت اولاد کو ملتی ہے	۲۹۸
۳۷۹	دیہات کے رہنے والوں کی سخت مزاجی	۲۹۹
۳۸۰	شرافت کا تقاضہ: بیٹا؛ بیٹا بن کر رہے	۳۰۰
۳۸۱	جدائی کی مدّت	۳۰۱
۳۸۲	مصر میں امن وسکون	۳۰۱

۳۸۳	بچپن کے خواب کی تعبیر پوری ہوئی	۳۰۱
۳۸۴	اولاد کی ترقی دیکھ کر والدین کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے	۳۰۲
۳۸۵	اولاد والدین کی تکلیف دور کرنے کا ذریعہ بنے	۳۰۲
حضرت یوسف علیہ السلام اور عزیزِ مصر کی بیوی کا حیرت انگیز واقعہ		
۳۸۶	مختصر تعارف	۳۰۴
۳۸۷	حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ترتیب سے بیان کرنے کی حکمت	۳۰۶
۳۸۸	عجیب خواب! چاند ستارے گر پڑے قدموں میں	۳۰۷
۳۸۹	عقل مند بھیڑیا	۳۰۸
۳۹۰	وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے!!!	۳۰۸
۳۹۱	حضرت یوسف علیہ السلام کی صحیح قیمت پہچاننے والا	۳۰۹
۳۹۲	زلیخا کے دل میں یوسف علیہ السلام کی محبت کے کچھ ظاہری اسباب	۳۱۰
۳۹۳	یک طرفہ محبت (One Side Love)	۳۱۰
۳۹۴	ایک دل کو ہلا دینے والا واقعہ	۳۱۱
۳۹۵	حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کی خطرناک سازش	۳۱۱
۳۹۶	جانور صرف کھانے سے موٹا ہوتا ہے اور انسان اپنی تعریف سے موٹا ہوتا ہے	۳۱۲
۳۹۷	زلیخا کا یوسف علیہ السلام کی تعریف کرنا اور آپ علیہ السلام کا جواب	۳۱۳
۳۹۸	بال رکھنے کا سنت طریقہ	۳۱۳
۳۹۹	آخرت کی فکر ہی گناہ سے بچا سکتی ہے	۳۱۴
۴۰۰	زلیخا کے دل و دماغ میں خواہش کا نشہ چڑھا ہوا تھا	۳۱۴
۴۰۱	گناہ سے بچنے کا مضبوط ذریعہ	۳۱۵

۴۰۲	نفس کا دھوکا خطرناک ہوتا ہے	۳۱۶
۴۰۳	حضرت یوسف علیہ السلام نے احسان کو پہچانا اور یاد رکھا	۳۱۶
۴۰۴	تفسیرِ قرآن کا ایک بہت نازک مرحلہ	۳۱۷
۴۰۵	فرشتے حیرت میں	۳۱۹
۴۰۶	ثواب کمانا بہت آسان ہے	۳۱۹
۴۰۷	حفاظت کا غیبی انتظام	۳۲۰
۴۰۸	عرش کا سایہ نصیب ہوگا	۳۲۲
۴۰۹	تین چیزوں کی پابندی گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ	۳۲۲
۴۱۰	اخلاص کی برکت سے گناہ سے بچنے میں اللہ کی مدد	۳۲۳
۴۱۱	رمضان میں ٹی وی پر کپڑا ڈالنا	۳۲۴
۴۱۲	ٹی وی یعنی سانپوں کا پٹارہ	۳۲۵
۴۱۳	اللہ سے حیا کرنی چاہیے	۳۲۵
۴۱۴	دینی و دنیوی عزت کا مقام گناہ سے روکنے والا ہونا چاہیے	۳۲۵
۴۱۵	گناہ کی جگہ کو چھوڑ دینا چاہیے	۳۲۶
۴۱۶	جمعہ کی نماز کی کوشش کے متعلق حضرت شیخ الہندؒ کا جیل والا واقعہ	۳۲۷
۴۱۷	نبی کسی کی برائی ظاہر نہیں کرتے	۳۲۸
۴۱۸	زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگانا	۳۲۹
۴۱۹	غلط تہمت پر صفائی دینا نبیوں کا طریقہ ہے	۳۲۹
۴۲۰	عزیزِ مصر کی پریشانی اور سنجیدگی	۳۳۰
۴۲۱	شوہر کے لیے ایک اہم نصیحت	۳۳۱

۴۲۲	ایسے مواقع پر اللہ کی اپنے نیک بندوں کی مدد	۳۳۱
۴۲۳	چھوٹے بچوں کے سامنے احتیاط کرنا چاہیے	۳۳۱
۴۲۴	دودھ پیتے بچے کی عجیب گواہی	۳۳۲
۴۲۵	آگے سے پھٹا ہوا ہونا یہ مجرموں کی علامت	۳۳۴
۴۲۶	بچپن میں بولنے والے چار بچے	۳۳۴
۴۲۷	خاموش گواہ	۳۳۵
۴۲۸	عورتوں کا مکر	۳۳۶
۴۲۹	شیطان کا جال،عورتوں کی چال	۳۳۷
۴۳۰	عزیزِ مصر کی یوسف علیہ السلام سے معاف کرنے کی درخواست	۳۳۹
۴۳۱	اللہ کے نیک بندے کا دل ہرگز نہ دکھانا	۳۴۰
۴۳۲	آخر بات پھیل ہی جاتی ہے	۳۴۰
۴۳۳	چپکے چپکے بات مناسب نہیں	۳۴۱
۴۳۴	مصری عورتوں کے چرچے کی اصل بنیاد	۳۴۲
۴۳۵	زلیخا کو چرچے کا پتا چلنا اور اس کی جوابی چال	۳۴۲
۴۳۶	مہمان کے سامنے پھل رکھنے کا ایک ادب	۳۴۳
۴۳۷	زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام کو کمرے میں آنے کا حکم دینا	۳۴۳
۴۳۸	یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مصری عورتوں کا حال	۳۴۴
۴۳۹	ایک اہم نکتہ	۳۴۵
۴۴۰	اگر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو مصر کی عورتیں دیکھ لیتیں تو!	۳۴۵
۴۴۱	زلیخا نے طعنوں کا جواب دیا	۳۴۶

۴۴۲	سب کے سامنے گناہ کا اقرار اور کھلم کھلی دھمکی	۳۴۶
۴۴۳	گناہ کے مقابلے میں قید خانے کو پسند کیا	۳۴۷
۴۴۴	ایک نبی کا عورتوں کے مکر سے ڈر	۳۴۸
۴۴۵	جہالت سے گناہ	۳۴۹
۴۴۶	احسان کے بدلے گناہ بڑی خطرناک بات	۳۴۹
۴۴۷	فتنوں کی جگہ سے بچنا چاہیے	۳۵۰
۴۴۸	دعا کی قبولیت اور یوسف علیہ السلام جیل میں	۳۵۰
۴۴۹	اللہ سے ہمیشہ عافیت مانگنی چاہیے	۳۵۱
۴۵۰	جیل کی مصیبت حقیقت میں رحمت بن گئی	۳۵۲
۴۵۱	خود بادشاہ کی حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے کی خواہش	۳۵۳
۴۵۲	حضرت یوسف علیہ السلام کی عجیب ہمّت	۳۵۳
۴۵۳	حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امّت کی خیر خواہی میں ارشاد	۳۵۴
۴۵۴	حضرت یوسف علیہ السلام کے اعلیٰ اخلاق	۳۵۵
۴۵۵	رب سب جانتے ہیں	۳۵۵
۴۵۶	بادشاہ کی مصری عورتوں سے تحقیق	۳۵۶
۴۵۷	عورتوں کا اقرار	۳۵۶
۴۵۸	خود زلیخا کا اقرار	۳۵۷
۴۵۹	آدمی خود اچھا رہے چاہے دنیا والے کچھ بھی کہے	۳۵۷
۴۶۰	حقیقت کا اعلان	۳۵۸
۴۶۱	مدرسے کے مال میں خیانت کا ایک عبرت ناک واقعہ	۳۵۹

۴۶۲	تقویٰ کی بدولت عزت	۳۶۰
۴۶۳	حضرت یوسف علیہ السلام کی زلیخا کے ساتھ شادی	۳۶۲
۴۶۴	زلیخا کو اپنے کیے ہوئے کام پر افسوس	۳۶۲
۴۶۵	حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت سے زلیخا کی عبادت	۳۶۳
	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ایمان افروز واقعہ (پہلی قسط)	
۴۶۶	مختصر تعارف	۳۶۶
۴۶۷	موجودہ دور میں مسلمانوں کی دو اہم فکریں (ٹینشن)	۳۶۸
۴۶۸	ہماری ہر پریشانی کا علاج قرآن میں موجود ہے	۳۶۸
۴۶۹	موجودہ حالات میں ہمارے لیے اِس واقعے میں بہت بڑا سبق	۳۶۹
۴۷۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام	۳۶۹
۴۷۱	مصر کی حکومت قبطی خاندان میں	۳۷۰
۴۷۲	چار سو سال سے زائد رہنے کے باوجود حقِ شہریت حاصل نہیں	۳۷۰
۴۷۳	فرعون کا خواب	۳۷۰
۴۷۴	فرعون کی حیرانی اور خواب کی تعبیر	۳۷۱
۴۷۵	فرعون کی پریشانی کا ایک دوسرا سبب	۳۷۱
۴۷۶	فرعون کا اپنے درباریوں سے مشورہ	۳۷۲
۴۷۷	بنو اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے کا مشورہ	۳۷۲
۴۷۸	ظالم حکمرانوں کا معصوم بچوں کو قتل کرنا فرعون کے زمانے سے چلا آرہا ہے	۳۷۲
۴۷۹	سب بچوں کو قتل کردیں گے تو ہمارا کام کون کرے گا؟	۳۷۳
۴۸۰	حالات کی وجہ سے مشورے بھی بدلنے پڑتے ہیں	۳۷۳

۴۸۱	ایک سال بچوں کو قتل کرنا اور ایک سال قتل نہ کرنا	۳۷۳
۴۸۲	فرعون نے بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کی فہرست بنوائی	۳۷۴
۴۸۳	ہر زمانے میں اہلِ حق آزمائش میں ہوتے ہیں	۳۷۴
۴۸۴	اللہ تعالیٰ کی طرف سے عجیب حفاظت	۳۷۴
۴۸۵	چیکنگ بھی بڑی سخت تھی	۳۷۵
۴۸۶	غزوۂ خندق کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال	۳۷۵
۴۸۷	آج کے سخت حالات میں اِس دعا کا بہت اہتمام کرنا چاہیے	۳۷۶
۴۸۸	عام طور پر حاملہ عورت کی حالت	۳۷۷
۴۸۹	امام المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت	۳۷۷
۴۹۰	خوف کے وقت صبر کے دو بڑے فائدے	۳۷۸
۴۹۱	دایہ سے ام موسیٰ کی دوستی، ہمارے لیے ایک اہم سبق	۳۷۸
۴۹۲	فدائے ملّت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی ایک قیمتی بات	۳۷۹
۴۹۳	لائٹ بل والے ملازم کے ساتھ حسنِ برتاؤ کا ایک ذاتی واقعہ	۳۷۹
۴۹۴	دایہ نے موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کی	۳۸۰
۴۹۵	پیدائش کے وقت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے درمیان سے نور کا نکلنا اور دایہ پر اس کا اثر	۳۸۱
۴۹۶	محبوبیت کی ایک مثال	۳۸۲
۴۹۷	اگر ہم حقیقت میں اللہ کی عبادت کرنے والے بن جائیں تو!!!	۳۸۲
۴۹۸	اللہ والوں اور نمازیوں کا کٹر ہندوؤں پر اثر: ایک حقیقت	۳۸۳
۴۹۹	جاسوسوں کی آمد	۳۸۳

۵۰۰	موسیٰ علیہ السلام تنور میں اور خدا کی قدرت	۳۸۴
۵۰۱	پولیس کے سامنے ام موسیٰ کی بے خوفی	۳۸۴
۵۰۲	پولیس والے چلے گئے تب موسیٰ علیہ السلام روئے	۳۸۵
۵۰۳	موسیٰ علیہ السلام تین مہینے تک ایک باغ میں، روئے تک نہیں	۳۸۶
۵۰۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام تین مہینے کے بعد روئے	۳۸۶
۵۰۵	عورتوں کو اپنے بچوں کو دودھ پلانا چاہیے	۳۸۷
۵۰۶	عورت کا دودھ پتلا؛ لیکن اس کی طاقت !!!	۳۸۷
۵۰۷	دودھ نہ پلانے سے کینسر کے خطرات	۳۸۷
۵۰۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کیسے معلوم ہوا؟	۳۸۸
۵۰۹	دریا میں ڈالنے کا حکم	۳۸۸
۵۱۰	جان بچانے کی تدبیر جان کو خطرے میں ڈالنے والی	۳۹۰
۵۱۱	اللہ کا حکم پورا کرنا امِ موسیٰ سے سیکھے	۳۹۰
۵۱۲	اللہ کا حکم چھوڑنے کی تدبیر مت کرو	۳۹۰
۵۱۳	اولاد سے اصل شفقت	۳۹۱
۵۱۴	اولاد سے شفقت کا طریقہ	۳۹۱
۵۱۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے جذبات	۳۹۲
۵۱۶	بھوک، پیاس اور محتاجگی کا سمندر	۳۹۲
۵۱۷	اللہ کا حکم پورا کرنے کا انعام: عزت کا تاج	۳۹۳
۵۱۸	علم اور دین کی برکت	۳۹۴
۵۱۹	نظامِ کائنات خدا کا حکم پورا کرنے والے کے تابع	۳۹۴

۵۲۰	اللہ کا حکم پورا کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا	۳۹۵
۵۲۱	اللہ تعالیٰ کی طرف سے ام موسیٰ کو چار وعدے	۳۹۵
۵۲۲	کمزوروں پر اللہ تعالیٰ کا احسان کا وعدہ	۳۹۶
۵۲۳	اِس آیت کو پڑھنے یا سننے کے وقت دل کی کیفیت	۳۹۷
۵۲۴	امِ موسیٰ کا فرعونی بڑھئی کے پاس صندوق لینے جانا	۳۹۷
۵۲۵	بڑھئی کے سامنے ام موسیٰ کا سچ بولنا	۳۹۸
۵۲۶	بڑھئی کا جاسوسی کے لیے پولیس کے پاس جانا	۳۹۸
۵۲۷	اللہ کی قدرت: بڑھئی پولیس کے سامنے گونگا ہو گیا	۳۹۸
۵۲۸	دوسری مرتبہ جاسوسی کا ارادہ اور خدا کا ڈبل عذاب	۳۹۹
۵۲۹	بڑھئی کا گھڑے میں گر جانا	۳۹۹
۵۳۰	سچی توبہ کی برکت	۴۰۰
۵۳۱	دریائے نیل میں صندوق چھوڑ دیا	۴۰۰
۵۳۲	وسوسہ شیطان کی بڑی طاقت ہے	۴۰۱
۵۳۳	شیطان کا ام موسیٰ کے دل میں وسوسہ ڈالنا	۴۰۱
۵۳۴	شیطان بات کو سنوار کر پیش کرتا ہے	۴۰۲
	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور بہن کا واقعہ (دوسری قسط)	
۵۳۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا مختصر تعارف	۴۰۴
۵۳۶	نفع اور نقصان ہر چیز اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے	۴۰۶
۵۳۷	اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے سے تھکتے نہیں ہیں	۴۰۶
۵۳۸	نفاس کے متعلق چند ضروری باتیں	۴۰۷

۵۳۹	ام موسیٰ کو نفاس کا خون نہیں آیا	۴۰۸
۵۴۰	پیٹی کے دریا میں چلے جانے کے سلسلے میں دوسری روایت	۴۰۸
۵۴۱	دریا کے کنارے گھوارہ	۴۰۸
۵۴۲	لکڑی کی پیٹی	۴۰۹
۵۴۳	دنیا دار الاسباب ہے	۴۰۹
۵۴۴	پیٹی کو بہہ جانے سے بچانے کے لیے لمبی رسی	۴۰۹
۵۴۵	عورتوں میں بھولنے کی بیماری زیادہ ہوتی ہے	۴۱۰
۵۴۶	ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی کی حکمت	۴۱۰
۵۴۷	عورت کی بھول کی سزا بے چارے مرد کو بھگتنی پڑتی ہے	۴۱۱
۵۴۸	ماں کی بے چینی	۴۱۱
۵۴۹	ماں کی شفقت کا عجیب واقعہ	۴۱۲
۵۵۰	موت کے نقشے میں حفاظت کا انتظام	۴۱۲
۵۵۱	دریا میں فرشتے کے ذریعے صندوق کی حفاظت	۴۱۳
۵۵۲	پیٹی دشمن کے محل کی طرف	۴۱۴
۵۵۳	پیٹی فرعون کے محل میں کیسے پہنچی؟	۴۱۴
۵۵۴	پہلی روایت	۴۱۴
۵۵۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے فرعون کی بیٹی کا بیماری سے اچھا ہو جانا	۴۱۴
۵۵۶	دوسری روایت	۴۱۵
۵۵۷	یہ بھی چوری ہے	۴۱۵
۵۵۸	فرعون کی خادماؤں کی امانت داری	۴۱۶

۵۵۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبوبیت: بچہ دیکھتے ہی آسیہ کے دل میں محبت	۴۱۶
۵۶۰	تیسری روایت	۴۱۷
۵۶۱	پردے کے اہتمام کے ساتھ گھر والوں کے ساتھ تفریح ثابت ہے حسنِ معاشرت میں حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل	۴۱۷
۵۶۲	دوسری روایت	۴۱۸
۵۶۳	قتل کرنے والی پولیس آ گئی	۴۱۹
۵۶۴	فرعون کی بیوی کی سفارش	۴۱۹
۵۶۵	اللہ تعالیٰ کے عجیب حفاظتی انتظامات!	۴۲۰
۵۶۶	ماں کے دل میں کیسی بے قراری ہوتی ہے وہ ماں بننے کے بعد معلوم ہوگی	۴۲۰
۵۶۷	''فؤاد'' کا مطلب	۴۲۱
۵۶۸	''فارغا'' کے مختلف مطلب	۴۲۱
۵۶۹	بیٹی کو نگرانی کا حکم	۴۲۳
۵۷۰	قابلِ رشک بہن	۴۲۳
۵۷۱	پرائی عورتوں کا دودھ نہ پینے کی حکمت	۴۲۴
۵۷۲	کچھ کے زلزلے میں حفاظتِ خداوندی کا عجیب واقعہ	۴۲۵
۵۷۳	آٹھ دن دودھ کے بغیر	۴۲۶
۵۷۴	موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت کی ایک روایت	۴۲۶
۵۷۵	ماں کا دودھ اولاد کے لیے بہت بڑی نعمت	۴۲۶
۵۷۶	اللہ کی طرف سے ام موسیٰ کی دل جمعی	۴۲۷
۵۷۷	ایک ضروری سمجھنے کی بات	۴۲۷

۵۷۸	نیکی اور بھلائی میں دوسروں کی رہبری کرنی چاہیے	۴۲۸
۵۷۹	دین خیر خواہی کا نام ہے	۴۲۸
۵۸۰	موسیٰ علیہ السلام کی بہن کی چالاکی	۴۲۹
۵۸۱	''لہ'' کی ضمیر کا مرجع	۴۲۹
۵۸۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے پاس	۴۳۰
۵۸۳	فرعون کا سوال اور امِ موسیٰ کا جواب	۴۳۱
۵۸۴	اللہ پر توکل کا بدلہ	۴۳۲
۵۸۵	اگر ہم ان کو نہ سنبھالتے تو!!!	۴۳۲
۵۸۶	صبر اور ایمان کی برکت سے دل کا جماؤ	۴۳۳
۵۸۷	گھر کے نظام کو اچھا بنانے کے لیے دلوں کا جوڑ بہت ضروری ہے	۴۳۳
۵۸۸	ساس انتقام کا جذبہ نہ رکھیں	۴۳۳
۵۸۹	تنظیم اور کمیٹی والوں کے لیے بھی دلوں میں جوڑ ضروری ہے	۴۳۵
۵۹۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات	۴۳۵
۵۹۱	فرعون کے محل میں رہ کر دودھ پلانے پر آسیہ کا اصرار	۴۳۵
۵۹۲	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں عجیب بات ارشاد فرمائی	۴۳۶
۵۹۳	دودھ کی مدت پوری ہونے کے بعد شاہی محل میں واپسی	۴۳۷
۵۹۴	خلاصہ	۴۳۸
۵۹۵	آج بھی کعبہ کو صنم خانے سے پاسباں مل سکتے ہیں؛ مگر!!!	۴۳۹

پیشِ خدمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جو کچھ علمی، دعوتی و دینی کوششیں ہیں یہ سب محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل وکرم اور خاتم الانبیا سیدنا وشفیعنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فیض اور کرم ہے۔ شروع سے یہ عادت رہی ہے کہ بندے نے اپنی مختلف کتابوں کی ہر ہر جلد کا ثواب اپنے کسی نہ کسی مربی کی خدمت میں ایصال کیا ہے؛ چوں کہ اِس کتاب میں اپنے خطبات کی تقریباً نو، دس جلدوں میں پھیلے ہوئے مضامین کا خلاصہ اور نچوڑ آ گیا ہے؛ اس لیے اِس کتاب کا ثواب اپنے تمام ہی محسنین اور مربیین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں؛ بالخصوص حسبِ ذیل حضرات:

① خاتم الانبیا والمرسلین سیدنا وشفیعنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور جمیع صحابہ اور صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

② میرے محسن، مشفق و مربی اور استاذ: والدِ مرحوم حضرت مولانا سلیمان صاحب حافظ جی اور والدۂ مرحومہ۔

③ میرے پیرو مرشدِ اول فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ۔

④ مرشدِ ثانی، مشفق ومحسن استاذ: شیخ الحدیث حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم۔

⑤ دار العلوم دیوبند کے سابق شیخ الحدیث: حضرت الاستاذ حضرت اقدس مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری نور اللہ مرقدہ۔

⑥ مشفق ومحترم، جامعہ ڈابھیل کے مہتمم: حضرت مولانا احمد بزرگ دامت برکاتہم۔

⑦ شیخ الحدیث حضرت الاستاذ مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوریؒ۔

⑧ شیخ الحدیث حضرت الاستاذ مولانا واجد حسین صاحب دیوبندیؒ۔
⑨ شیخ الحدیث حضرت الاستاذ مولانا نصیر احمد خاں صاحبؒ۔
⑩ شیخ القراء حضرت الاستاذ قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری دامت برکاتہم۔
⑪ حضرت الاستاذ مولانا اسماعیل صاحب چاسوی دامت برکاتہم۔
⑫ حضرت الاستاذ مفتی عباس صاحب بسم اللہ ڈابھیلی دامت برکاتہم۔
⑬ حضرت الاستاذ مولانا یوسف صاحب کاویؒ۔
⑭ حضرت الاستاذ مولانا ابراہیم صاحب پٹنی دامت برکاتہم۔
⑮ حضرت الاستاذ مولانا موسیٰ صاحب کچھولویؒ۔
⑯ حضرت الاستاذ مولانا سلیمان صاحب چوکسی دامت برکاتہم۔
⑰ حضرت الاستاذ مولانا غلام محمد صاحب نرولیؒ۔ ⑱ حضرت الاستاذ مولانا قاری رشید صاحب بزرگؒ۔ ⑲ حضرت الاستاذ مولانا ابراہیم صاحب کاویؒ۔
⑳ حضرت الاستاذ مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ۔ ㉑ حضرت الاستاذ مولانا معین الدین صاحب گونڈویؒ۔ ㉒ حضرت الاستاذ مولانا ممتاز صاحب رانچی۔
㉓ حضرت الاستاذ مولانا قمر الدین صاحب گورکھپوری دامت برکاتہم۔
㉔ حضرت الاستاذ مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب بزرگ دامت برکاتہم۔
㉕ حضرت الاستاذ مولانا قاری یوسف علی صاحب بھٹئی دامت برکاتہم۔
㉖ حضرت الاستاذ مولانا سلیم صاحب ایسات (ملاوی) دامت برکاتہم۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنی شایانِ شان دارین میں بہترین بدلہ اور رضائے کامل عطا فرمائے، جو مرحوم ہو گئے ان کی قبر کو رحمتوں، برکتوں اور مغفرتوں سے ڈھانپ لے اور جو حیات ہیں ان کی عمروں میں عافیت کے ساتھ برکت عطا فرمائے۔

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين الذي قال في كتابه: ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ والصلٰوة والسلام علٰى خاتم النبيين الذي قال: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِي.(ابن ماجة)

وعلٰى اٰله وصحبه وعلٰى من تبعهم باحسانٍ إلٰى يوم الدين، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً.(النساء)

ترجمہ: اے انسانو! تم اپنے اُس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان (یعنی آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا (یعنی حوا کو) بنایا اور ان دونوں (کے ذریعہ) سے بہت سارے مرد اور عورتوں کو پھیلا دیا۔

مرد اور عورت کا رشتہ

اِس آیتِ کریمہ سے دو باتیں خاص طور پر معلوم ہوئیں:

① تمام لوگ ایک مرد: حضرت آدم علیہ السلام کی نسل ہیں۔

② اللہ تعالیٰ نے ان ہی حضرت آدم علیہ السلام سے ان کا جوڑا حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا۔

پھر جب خالقِ کائنات نے زمین میں حضرت آدم وحوا سے انسانوں کو پھیلانا شروع فرمایا تو ان ہی دونوں سے آگے مرد بھی پیدا فرمائے اور عورتیں بھی پیدا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ جہاں مردوں کے دیگر (محارم) رشتے (ماں، پھوپھی، خالہ، دادی، نانی اور بیٹی وغیرہ کے) قائم فرمائے، وہیں عورتوں کے ساتھ مردوں کا ازدواجی رشتہ بھی قائم کیا؛ چناں چہ اللہ تعالیٰ مردوں کو اپنا احسان یاد کرواتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ (الروم)

ترجمہ: اور اس (اللہ تعالیٰ) کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمھارے (فائدے کے) لیے تم ہی میں سے بیویاں بنائیں؛ تاکہ تم ان کے پاس جا کر سکون حاصل کرو اور اس نے تمھارے (یعنی میاں بیوی کے) درمیان محبت اور رحمت (یعنی ہمدردی) کے جذبات پیدا کر دیے، یقیناً اس میں جو لوگ دھیان کرتے ہیں ایسی قوم کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

یعنی مرد اپنی فطرت کے تقاضے کو عورت؛ یعنی اپنی بیوی کے پاس جا کر پورا کرے اور عورت اپنی فطرت کے تقاضے کو اپنے شوہر کے پاس جا کر پورا کرے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دونوں مل کر سکون واطمینان حاصل کریں۔

عورت کی نسبت سے سسرالی رشتے بھی قائم ہوتے ہیں اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾ (الفرقان)

ترجمہ: اور وہ (اللہ تعالیٰ) وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا اور اس

(انسان) کو نسبی اور سسرالی رشتے والا بنایا اور تمھارے رب بڑی قدرت والے ہیں۔

اس آیت میں ''نسب'' یعنی خاندانی رشتے داری اور ''صِہر'' یعنی سسرالی رشتے داری دونوں کو ایک نعمت کے طور پر بیان فرمایا۔

پھر اِس سسرالی رشتے کی برکت سے بہت ساری عورتوں سے رشتہ قائم ہوتا ہے، جیسے بیوی کی بہن، بیوی کی ماں، بیوی کی خالہ، بیوی کی پھوپھی وغیرہ وغیرہ۔

قرآن میں آئے ہوئے واقعات

اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

لَقَدۡ كَانَ فِیۡ قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ.

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ ان کے واقعات میں عقل والوں کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔

یعنی قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور گزشتہ قوموں کے قصوں اور واقعات کو بیان کرنے کا مقصد عقل مند لوگوں کے لیے عبرت و نصیحت مہیا کرنا ہے، اِن واقعات کے بیان میں مسلمانوں کے لیے ہدایت و رہنمائی بھی ہے اور ان کے لیے ان واقعات میں رحمت و برکت بھی ہے، کہ جب وہ ان قصوں کو پڑھ کر اپنے عقیدے و عمل کو درست کرتے ہوئے صحیح راستے پر استقامت اختیار کریں گے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی۔

قرآنِ کریم میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کے واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں؛ تاکہ مردوں کے ساتھ عورتیں بھی اپنی اصلاح کے لیے ان واقعات سے نصیحت حاصل کریں۔

یقیناً قرآنِ کریم میں عورتوں کے واقعات اپنے اندر بہت سے شرعی احکام بھی سموئے ہوئے ہیں اور بے شمار تربیتی فوائد بھی، جن سے ایک مسلمان عورت دنیوی زندگی میں سیدھی راہ پر چلنے کے لیے ان واقعات کو راہ نما اصول کے طور پر متعین کرسکتی ہے اور ان سے بھر پور فائدہ اٹھاسکتی ہے، یہ رہنمائیاں آج کے زمانے میں دشمنوں کے جو تیر مسلمان عورتوں پر لگا تار آرہے ہیں ان سے حفاظت کا ایک مضبوط ذریعہ ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَاِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّ اَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي اِسْرَائِيْلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ. (مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب اکثر اهل الجنة الفقراء واکثر اهل النار النساء: ۲۷۴۲)

ترجمہ: یقیناً دنیا (ظاہر میں نہایت) میٹھی اور ہری بھری ہے اور اللہ تعالیٰ تمھیں دنیا میں (تم سے پہلے والوں کا) جانشین بنانے والے ہیں، سو وہ دیکھیں گے کہ (اُس وقت) تم کیسے (اچھے) عمل کرتے ہو؟ اِس لیے تم دنیا سے بچتے رہنا (یعنی ایسی دنیا سے جو اللہ سے غافل کردے) اور عورتوں (کے فتنے میں پڑنے سے) بچتے رہنا؛ اس لیے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں سے شروع ہوا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ: اگر کسی عورت کی اصلاح ہوجائے تو سمجھیے کہ پورے خاندان کی؛ بلکہ پوری ایک نسل کی اصلاح ہوگئی۔

یہ بات بالکل سچ ہے؛ اس لیے کہ دنیا کے بہت سے بڑے آدمیوں کو بڑا بنانے میں کسی عقل مند عورت کا ساتھ، ہاتھ اور تعاون ضرور رہا ہے۔

یہ کتاب مسلم طالبات کے لیے خاص طور پر اور باقی تمام عورتوں کے لیے بالعموم اس فکر کے ساتھ تیار کی گئی ہے کہ وہ اس کتاب میں آئی ہوئی اللہ تعالیٰ کی مؤمنہ و نیک بندیوں کی سیرتوں اور ان کے واقعات کا مطالعہ کرکے دنیا کی اِن عظیم ترین خواتین محترمات کو اپنا نمونہ وآئیڈیل بنائیں؛ تاکہ وہ خود بھی دوسروں کے لیے ایک نیک مسلمان عورت کی حیثیت سے بہترین نمونہ بن سکیں۔

انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھ کر یا ناولوں اور اخبارات میں جھوٹے قصے کہانیاں پڑھ کر اپنا وقت برباد کرنے کے بجائے مسلم خواتین اور مؤمن ومسلم طالبات کو یہ کتاب پڑھنا چاہیے کہ اُن کے لیے اِس کتاب میں دل چسپ واقعات بھی ہیں اور اپنی زندگی گزارنے میں مددگار بہترین تجربے بھی۔

اِس کتاب میں مؤمنہ و نیک بندیوں کے ساتھ ساتھ کچھ بداخلاق و بدکردار اور بے وقوف وکم عقل عورتوں کے واقعات بھی بیان ہوئے ہیں؛ تاکہ مسلمان عورتیں اپنے آپ کو بے وقوفی و بدکرداری اور بداخلاقی سے بچاسکیں۔

اس لیے اردو جاننے، سمجھنے اور پڑھنے والی مسلمان خواتین اور بچیوں کو اِس کتاب میں ذکر کیے ہوئے واقعات اور قصوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے انھیں بار بار پڑھنا چاہیے، نیز اِس کتاب کو آگے پھیلانا چاہیے؛ کیوں کہ اِس کتاب میں لکھے ہوئے سچے واقعات اور قصے اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب: قرآنِ عظیم سے لیے گئے ہیں۔

اِس کتاب میں قرآن میں آئے ہوئے کل اٹھائیس خواتین کے واقعات کے علاوہ ''دینی مجلس کے آداب'' اور ''عورتوں کے لیے زیب وزینت کے احکام'' کے عنوان سے دو مزید بیان بھی شامل کیے گئے ہیں۔

کام کی نوعیت

① تقریباً دس سال پہلے جب رمضان میں اپنے بڑوں کے مشورے سے ’’ملاوی‘‘ میں ایک عشرہ اعتکاف و بیانات کا سلسلہ شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے قرآن میں آئے ہوئے عورتوں کے واقعات بیان کرنے کا سلسلہ شروع ہوا، جو سی-ڈی، نیز انٹرنیٹ کے ذریعے الحمدللہ! دنیا کے کئی ممالک میں عام ہوا۔

② ملاوی کے مؤقر اور دینی فکر رکھنے والے علما، خاص کر: حضرت مولانا سلیم صاحب کمکوتروی (خلیفہ: حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم) اور حضرت مولانا محمد ابنِ مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب مدظلّہ العالی کے اصرار پر اس کو کتابی شکل میں تقریباً نو (۹) جلدوں میں شائع کیا گیا اور دسویں (۱۰) جلد کا مواد تیار تھا۔

③ پھر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ مجموعہ وجود میں آیا جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، جو بیانات چھپ رہے تھے اس میں قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات کے علاوہ کچھ دوسرے بیانات بھی شامل تھے، سوچا گیا کہ ان کو الگ شائع کیا جائے، اور صرف خواتین کے واقعات کو الگ سے شائع کیا جائے، بحمد اللہ! یہ کام اب آپ کے سامنے ہے۔

④ رمضان میں بیان کے موقع پر ترتیب کا لحاظ نہیں ہوا، مثلاً پہلے سال حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ، پھر ’’مدین‘‘ کی دو نیک لڑکیوں کا واقعہ بیان ہوا، خلاصہ یہ کہ بیانات میں ترتیب کا لحاظ نہیں تھا، قرآن کی کسی ایک خاتون کو لے لیا جاتا اور اس کے متعلق آیات کو سامنے رکھ کر بیان ہوتا، گزشتہ سے پیوستہ (۲۰۱۷ء) رمضان میں

قرآن میں آئے ہوئے اکثر خواتین کے واقعات ''ملاوی'' میں مکمل ہو چکے تھے اور جو باقی تھے اس کا کافی حصہ دوسری جگہوں پر بیان میں مکمل کیا گیا۔

جب یہ مجموعہ مرتّب ہوا تو مشہور روایات کو سامنے رکھ کر ترتیبِ زمانی کا لحاظ کیا گیا؛ یعنی اول خاتون حضرت حوا رضی اللہ عنہا کے واقعے سے اِس مجموعے کو شروع کیا گیا اور مشہور زمانی ترتیب کے لحاظ سے اخیر میں خاتم الانبیا سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ ازواجِ مطہرات اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا جیسی صحابیات - جن کے واقعات قرآن میں آئے ہیں - پر جا کر مجموعے کو مکمل کیا جا رہا ہے۔

⑤ اِن قصوں اور واقعات میں جو عبرت اور نصیحت کے پہلو تھے زیادہ تر ان کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے، واقعات کو سامنے رکھ کر کہیں کہیں ضروری مسائل بھی ساتھ میں ذکر کر دیے گئے ہیں۔

⑥ دوسرے بیانات الگ نئی ترتیب سے ان شاء اللہ! شائع ہو رہے ہیں، جن میں قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات اب یہاں آجانے کی وجہ سے وہاں باقی نہیں رکھے گئے ہیں، البتہ عورتوں کے متعلق کچھ اہم بیانات ان بیانات کے مجموعے میں موجود ہیں۔

⑦ اِس مجموعے میں ہر خاتون کے واقعے سے پہلے اُس خاتون کا ایک مختصر تعارف بڑھایا گیا ہے، جس کی وجہ سے اُس عورت کے تعارف میں آسانی ہو جاتی ہے۔

⑧ اِن میں بہت سے واقعات کا تعلق تفسیری روایتوں سے ہیں، اِس لیے ممکن ہے کہ ان میں سے بعض واقعات سند کے اعلی معیار پر مکمل نہ اتر سکیں۔

⑨ خطبات میں کمپوزنگ وغیرہ کی کافی غلطیاں تھیں ان کی تصحیح کر لی گئی ہے۔

⑩ بفضل اللہ! ایک طویل عرصے سے ترجمہ اور تفسیر پڑھانے کی سعادت حاصل ہے، تو ہمارے جن معتبر اکابرین کی تفسیریں مطالعے میں رہیں ان میں قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے متعلق جو واقعات دیکھے وہ بیان کیے ہیں۔

بندہ بیانات کے دوران عام فہم اردو بولنے کا عادی ہے؛ چوں کہ میرے مخاطب زیادہ تر وہ مسلمان ہوتے ہیں جو اونچی اردو سے واقف نہیں ہوتے اور ان کے سمجھانے کی خاطر مجھے نہایت سادہ اور عام فہم الفاظ استعمال کرنے پڑتے ہیں، اردو کے مشکل الفاظ اور مشکل تعبیرات ہمارے مخاطبین کے لیے سمجھنا بہت دشوار ہوتا ہے؛ بلکہ بعض مرتبہ انگریزی، گجراتی اور ہندی الفاظ کا سہارا لینا پڑتا ہے، محض اس لیے کہ حاضرین بات سمجھ جائیں۔ اتنے عرصے میں تجربہ یہ ہوا کہ وعظ میں مشکل الفاظ کی بھر مار کر کے مخاطبین کو اپنی زبان دانی جتانے کے بجائے وہ دینی بات کو سمجھ سکیں ایسا لب ولہجہ اور ایسی زبان استعمال کرنا نہایت مفید ثابت ہوتا ہے؛ اس لیے قارئین اس کو ''اردو ادب'' کی کتاب نہ سمجھیں؛ بلکہ سادہ زبان میں دین کی بات سمجھنے، سمجھانے کا مجموعہ سمجھیں۔

اول وآخر اللہ رب العالمین کا شکر گزار ہوں جس نے اس کام کے انجام دینے کی توفیق وسعادت عطا فرمائی اور اس کے اسباب مہیا فرمائے، نیز اس کتاب کی تیاری و اشاعت میں جن جن حضرات نے جس طرح کا حصہ لیا ہے میں ان تمام کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب کو دارین میں اپنی رضا سے مالا مال فرماوے اور ان کو اور ان کی نسلوں کو دین کی مقبول خدمات کے لیے قبول فرماوے، آمین۔

(مفتی) محمود بارڈولی

مؤرخہ: ۲۴ / ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ، مطابق: ۱/ جنوری ۲۰۱۹ء

مقدمہ بہ موقع جدید ایڈیشن

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الَّذِی قَالَ:﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ الَّذِی قَالَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهِ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِي.(ابن ماجة)

وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی يَوْمِ الدِّيْنِ، اَمَّا بَعْدُ!

اللہ تعالیٰ کمزوروں پر بڑا احسان کرنے والے ہیں:

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵ (القصص)

ترجمہ: اور ہم یہ چاہتے تھے کہ جو لوگ زمین میں کمزور کر دیے گئے تھے ان پر ہم احسان کریں اور ہم ان کو سردار بنادیویں اور ہم ان کو (ملک کا) وارث بنادیویں۔

اور کمزوروں میں ایک جماعت عورتوں کی بھی جماعت ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمزوروں پر رحم کرنے اور ضعیفوں کی خدمت کرنے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کے متعلق احادیث میں بہت ساری باتیں ارشاد فرمائی ہیں، خاص طور پر عورتوں کے متعلق زندگی کے آخری لمحات میں بھی خصوصی تاکید فرمائی۔

الحمدللہ! قرآنِ مجید میں جتنی عورتوں کے واقعات باری تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں تقریباً ان تمام کو ملاوی میں مستورات کے سامنے بیان کیا گیا، پھر اس کو کتابی شکل میں مرتب کر کے امّت کے سامنے عام کیا گیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کتاب کو بہت

مقبولیت عطا فرمائی؛ یہاں تک کے بہت سی جگہوں پر اس کو درس میں شامل کیا گیا، اللہ تعالیٰ اس کے فیض کو تا قیامت پورے عالم میں جاری و ساری فرمائے، آمین۔

اب اس کا گجراتی اور انگریزی میں بھی کام کا سلسلہ شروع ہوا ہے، کچھ اہلِ علم نے توجہ دلوائی کہ اس میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں اس کی تخریج ہو جائے اور حوالوں سے مزین کیا جائے تو اس کا فائدہ اور زیادہ بڑھ جائے گا، اِس نسبت سے یہ کام شروع کیا گیا، محترم مولانا اسحاق صاحب درگودھرا کا میں خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان کو خوب جزائے خیر نصیب فرمائے، انھوں نے تخریج کے کام میں بڑی مدد فرمائی، اِسی طرح عزیز مکرم مولانا اویس صاحب، مقیم حال: موزامبیق نے بھی تخریج میں بڑا تعاون فرمایا۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کی تخریج اور نئی ترتیب میں مدد کرنے والے تمام ہی حضرات کو دنیا و آخرت میں بہترین بدلہ نصیب فرمائے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مختلف زبانوں میں شائع فرمائے اور مسلمانوں کی موجودہ اور آنے والی تمام نسلوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، اور ہم سب کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے اور اپنی رضا کا ذریعہ بنائے، آمین۔

بندہ: محمود حافظجی عفی عنہ

حال نزیل: مدینہ منورہ، مسجدِ نبوی

مؤرخہ: ۳۰/ربیع الاول ۱۴۴۴ھ

مطابق: ۲۷/اکتوبر ۲۰۲۲ء

بروز جمعرات

دین کی مجلس کے آداب اور عورتوں کے لیے کچھ ضروری باتیں

اس بیان کی کچھ قیمتی باتیں

ہر ماں باپ اپنی اولاد کو اچھے سے اچھا تحفہ اور ہدیہ دینا چاہتے ہیں؛ لیکن حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: باپ کا بچے کو عمدہ اور اچھے آداب سکھانا بہترین تحفہ ہے؛ کیوں کہ اچھے اخلاق اور آداب سے بچوں کی دنیا اور آخرت دونوں بن جاتے ہیں۔ (ترمذی)

ایک مسلمان کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ دین کی جو بھی بات سنتا ہے اس پر عمل کرتا ہے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: اسماء! تم بھی سنو اور جن عورتوں نے تم کو میرے پاس بھیجا ہے، ان سب عورتوں کو بھی بتلا دو کہ: جو عورت اپنے شوہر کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور اپنے شوہر کو خوش رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو گھر میں بیٹھے بیٹھے ان تمام عبادتوں کا ثواب عطا فرما دیں گے۔ (فضائلِ اعمال ۱/۱۴۱-۱۴۲ بحوالہ اسد الغابۃ)

شوہر کو خوش رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ دین اور شریعت کی حد میں رہ کر ہم اپنے شوہر کو خوش رکھیں، تو اللہ تعالیٰ اس کو گھر بیٹھے بیٹھے تمام عبادتوں کا ثواب عطا فرما دیں گے جو عبادتیں مرد گھر کے باہر انجام دیتے ہیں؛ ہاں! شریعت اور دین کے خلاف کوئی بات نہیں ہونی چاہیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾ (مؤمن)

دینی بہنو! دین کی نسبت پر جمع ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا احسان اور کرم ہوا کہ اس نے پھر سے اپنے دین کی نسبت پر ہم کو جمع ہونے کا موقع عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی میں بھی برکت عطا فرمائی، میری زندگی میں بھی برکت عطا فرمائی اور پھر سے ایک اور رمضان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ نے ملاقات کرائی۔ یہ ہمارا جمع ہونا، بیٹھنا، میرا کچھ کہنا اور آپ کا سننا؛ یہ سب اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر ہے، دین سیکھنے اور سکھانے کی نیت سے ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

آج کے زمانے میں لوگ گناہوں کی خاطر جمع ہوتے ہیں اور جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور عیاشی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایسے نافرمانی اور گناہ والے مجمع سے مجھے اور آپ کو بچایا اور دین کی نسبت پر ہم کو یہاں جمع فرمایا، یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

دین کی نسبت پر سفر بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے

اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ نے جو اتنے دور دراز کے ملکوں سے سفر کر کے یہاں پہنچایا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، آج کے زمانے میں لوگ گناہوں اور برائیوں کے لیے سفر کرتے ہیں، وہ سفر انسان کو جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بن سکتا ہے، اُس سفر میں جو دولت خرچ ہوئی؛ پیسہ خرچ ہوا وہ بھی جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی نسبت پر مجھے اور آپ کو چلنے کی اور سفر کرنے کی توفیق عطا فرمائی، ان شاء اللہ! دین کے لیے یہ چلنا اور سفر کرنا بھی ثواب اور نیکی کا ذریعہ بنے گا، آپ اپنے گھروں سے نکل کر یہاں تک آئے ہیں، کوئی پیدل چل کر آیا، کوئی گاڑی میں سوار ہو کر پہنچا، ان شاء اللہ! دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب اور نیکی کا ذریعہ بنیں گی۔

دین کی مجلس میں وضو اور نیک نیت کے ساتھ آنا چاہیے

اس لیے میں آپ سب سے کہتا ہوں کہ روزانہ جب گھر سے نکل کر یہاں مجلس میں آؤ تو وضو کے ساتھ آؤ، جو بہن وضو کر کے آئے گی تو اللہ تعالیٰ خاص طور پر اس کو نورانیت اور برکت عطا فرمائیں گے؛ اس لیے کہ یہ دین کی مبارک مجلس ہے، اگر دین کی مجلس میں ہم وضو کے ساتھ آئیں تو اس کا فائدہ زیادہ ہوتا ہے اور گھر سے نکلتے وقت نیت کر لیں کہ ہم اللہ کا دین سیکھنے کے لیے جا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا دین سیکھیں گے اور اس پر عمل کریں گے، تو آپ کا گھر سے نکلنا، چلنا، گاڑی کا پٹرول جلنا ان سب چیزوں پر ان شاء اللہ! ثواب ملے گا۔

گھر سے باہر نکلتے وقت چند باتیں ذہن میں رہیں

جب آپ دینی مجلس میں آنے کے لیے گھر سے نکلیں تو چند باتوں کا خاص دھیان رکھیں:

①اسلامی پردے کی پابندی کریں؛ یعنی سر سے پاؤں تک پورا بدن چھپا کر آئیں۔

②خوشبو لگا کر نہ آئیں۔

③ آواز نکلتی ہو، بجتا ہو، ایسا زیور پہن کر نہ آئیں۔

④راستے کے کنارے چلیں۔

⑤مردوں کی بھیڑ میں داخل مت ہوئیے۔

⑥مردوں سے دور ہٹ کر چلیں۔

⑦ایک محلے سے دوسرے محلے میں آنے جانے کا معاملہ ہے، پھر بھی محرم کے ساتھ آنے جانے کی کوشش کریں۔ کوئی محرم مرد پہنچانے آوے اور مجلس کے بعد کوئی محرم لینے آجاوے تو بڑی اچھی بات ہوگی۔

دوسرے ضروری مقاصد کے لیے بھی گھر سے نکلتے ہوئے ان باتوں کا ضرور لحاظ کرنا چاہیے۔

مجلس میں خلل ہو ایسا کام کرنا بے ادبی ہے

ایک درخواست یہ ہے کہ مجلس میں بیان کی جانے والی باتوں کو پورے دھیان کے ساتھ سنیں، آپس میں بات چیت نہ کریں اور خصوصی درخواست یہ ہے کہ اپنے

موبائل کو سائلنٹ (Silent) کردیں، موبائل کی گھنٹیاں بجتی رہیں گی تو دوسری بہنوں کو بھی دین کی بات سننے میں خلل ہوگا اور دین کی بات سننے میں خلل ہو جائے تو یہ چیز بھی بے ادبی ہے اور بے ادبی کرنے سے انسان محروم ہوسکتا ہے۔ ادب کی برکت سے اللہ تعالیٰ بہت ساری نعمتیں عطا فرماتے ہیں اور بے ادبی کی وجہ سے انسان محروم ہوتا ہے؛ اس لیے اپنا موبائل سائلنٹ (Silent) کردیں۔

یہ بھی درخواست ہے کہ مجلس کے دوران واٹس ایپ (Whatsapp) پر لکھنا، میسیج (MESSAGE) کرنا، جواب دینا یہ سب کام کاج بھی آپ سب لوگ بند رکھیں، جب قرآن کی باتیں بتلائی جائیں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ارشادات سنائے جائیں، اس وقت اس طرح موبائل میں مشغول رہنا یہ بھی ایک بے ادبی ہے اور یاد رکھو! اللہ کے دین کی بے ادبی انسان کو محروم کردیتی ہے۔

مسلمان کی خوبی

اِس طرح پورے دھیان اور اخلاص کے ساتھ ہم بات سنیں اور ساتھ میں ہمارے دل میں یہ نیت اور جذبہ بھی ہو کہ دین کی جو بات بھی ہم سنیں گے ان شاء اللہ! اس پر عمل کریں گے اور اس کو اپنی زندگی میں لائیں گے۔

ایک مسلمان کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ دین کی جو بھی بات سنتا ہے اس پر عمل کرتا ہے، قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان کی اس خوبی کو بہت پیارے انداز میں بیان فرمایا ہے، ارشاد فرمایا:

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ (بقرہ)

''سَمِعۡنَا'' اے اللہ! ہم نے آپ کے دین کی باتیں سنیں، قرآن کی باتیں سنیں، نبی کی باتیں سنیں، ''وَ أَطَعۡنَا'' اور ہم نیت کرتے ہیں کہ اطاعت کریں گے، عمل کریں گے، اس کے مطابق اپنی زندگی کو بنا دیں گے، ''غُفۡرَانَكَ رَبَّنَا'' اے ہمارے رب! آپ ہماری غلطی اور بھول کو معاف فرما دیجیے، ''وَإِلَيۡكَ الۡمَصِيۡرُ'' اے اللہ! ہم سب کو آپ کے پاس ایک دن لوٹ کر آنا ہے۔

دین پر عمل کرنا اور دوسروں کو پہنچانا

اس لیے عمل کے پکے ارادے کے ساتھ سنیں اور جو بات سنیں اس کو اپنی زندگی میں لائیں اور ہماری جو بہنیں اِس وقت کسی وجہ سے ہماری مجلس میں نہیں آسکیں ان تک ہم اِن باتوں کو پہنچا دیں، اسی طرح ہماری جو بہنیں دوسرے ملکوں میں رہتی ہیں اُن سے ہماری فون پر بات چیت ہوتی ہے تو آپ سے ایک درخواست یہ بھی کرتا ہوں کہ جب بھی فون پر اپنی بہنوں اور رشتے دار عورتوں سے بات کرو تو اپنی ضروری بات کے ساتھ دین کی بھی کوئی ایک بات ضرور ان کو بتلا دیا کرو، ہم اپنی دنیا کی ساری باتیں کریں؛ لیکن دین کی ایک بات بھی کم سے کم ضرور ان کو بتلا دیں، اِس سے آپ کا وہ ٹیلیفون، آپ کی وہ بات چیت بھی ان شاء اللہ تعالیٰ! نیکی اور ثواب کا ذریعہ بن جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اِس شہر کی ہماری دینی بہنوں کو ماشاء اللہ! یہ جذبہ بہت اچھا عطا فرمایا ہے؛ الحمد للہ! میں دنیا کے بہت سارے ملکوں میں جاتا ہوں، میں نے بہت سی جگہوں پر لوگوں کے سامنے آپ لوگوں کی اس خوبی کی تعریف کی ہے۔

اور اب تو جو آپ کے سامنے بیانات ہوتے ہیں؛ وہ کتاب میں چھپ رہے

ہیں، کتاب میں بھی آپ کے بارے میں لکھ دیا ہے، بہت سی جگہ کے مرد اور عورتیں سب پڑھتے ہیں کہ ماشاء اللہ! ''ملاوی'' کی ہماری مسلمان دینی بہنیں سننے میں بھی آگے ہیں اور عمل میں بھی آگے ہیں، بہت شوق سے سنتی بھی ہیں اور پوری ہمت کے ساتھ عمل بھی کرتی ہیں، میں آپ سے یہی امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی آپ لوگوں کا یہی جذبہ باقی رہے گا کہ پورے اخلاص، شوق و رغبت، دھیان اور توجہ کے ساتھ ہر مجلس میں بات سنیں گے، اس پر عمل کریں گے اور دوسروں کو یہ باتیں پہنچائیں گے۔

ایک بات اور آپ سے کہہ دوں کہ: جب یہاں پر آئیں تو وضو کر کے آئیں اور جب وضو کریں تو ساتھ میں اشراق، چاشت کی نماز بھی پڑھ کر آئیں، وضو کر کے کم سے کم دو رکعت نماز پڑھ لیں اور نماز پڑھ کر مجلس میں آیا کریں، چار پڑھ لیں تو زیادہ اچھا ہے، جن کا بھی نماز کا سلسلہ جاری ہے وہ ضرور دو رکعت نماز پڑھ کر آئیں، جن کو عذر ہے ان کے لیے کوئی بات نہیں، یہ چیز ان شاء اللہ تعالیٰ! ہمارے لیے خیر و برکت اور رحمت کا ذریعہ بنے گی۔

اولاد کے لیے بہترین تحفہ

ہر ماں باپ اپنی اولاد کو اچھے سے اچھا تحفہ اور ہدیہ دینا چاہتے ہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ.(ترمذی، باب ما جاء فی ادب الولد، حدیث نمبر: ۱۹۵۲)

ترجمہ: کسی باپ نے اپنی اولاد کو اچھے ادب سے بہتر تحفہ نہیں دیا۔

اِس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ باپ کا بچے کو عمدہ اور اچھے آداب سکھانا بہترین تحفہ ہے؛ کیوں کہ اچھے اخلاق اور آداب سے بچوں کی دنیا اور آخرت دونوں بن جاتے ہیں؛ اس لیے آپ یہاں سے اچھی بات سیکھ کر جائیں اور اپنی اولاد کو سکھائیں، یہ آپ کی طرف سے بہت عمدہ تحفہ ہوگا۔

والدین پر اولاد کے تین حقوق

ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر یہ شکایت کی کہ میرا بیٹا میری بات نہیں مانتا اور نہ ہی میرے حقوق ادا کرتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لڑکے کو بلایا اور اس کو باپ کی نافرمانی اور اس کے حقوق ادا نہ کرنے پر تنبیہ کی تو اس لڑکے نے سوال کیا کہ: اے امیر المؤمنین! کیا اولاد کا باپ پر کوئی حق نہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! بالکل ہے۔

اس نے پوچھا کہ: وہ حقوق کیا ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: باپ پر اولاد کا یہ حق ہے کہ: وہ ان کے لیے اچھی ماں کا انتخاب کرے (یعنی نیک عورت سے شادی کرے؛ تاکہ اولاد اس کی زیرِ تربیت رہ کر نیک بنے) ان کا نام اچھا رکھے اور ان کو قرآن کی تعلیم دے۔

اُس لڑکے نے کہا کہ: میرے ابا نے اِن میں سے ایک بھی حق ادا نہیں کیا، جہاں تک ماں کا سوال ہے تو انھوں نے ایک مجوسی کی حبشی باندی سے شادی کر رکھی ہے، پھر میرا نام بھی جُعل (گندگی کا کیڑا/ بدشکل آدمی) رکھ دیا ہے اور مجھے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں سکھایا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم حقوق ادا نہ کرنے کے سلسلے میں اپنے بیٹے کی شکایت کرتے ہو؛ حالاں کہ تم نے اِس سے پہلے خود اُس کا حق ادا نہیں کیا ہے، اِس کے برا سلوک کرنے سے پہلے تم نے خود اُس کے ساتھ برا سلوک کیا ہے۔(التفاعل التربوی:۱/۳)

عورتوں میں تعلیم کا اہتمام

آپ ﷺ عورتوں کی تعلیم کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے، ایک مرتبہ عید کے موقع پر آپ ﷺ نے لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی، اس موقع پر کچھ عورتیں بھی تھیں، جو مردوں سے پیچھے بیٹھی تھیں، آپ ﷺ کو محسوس ہوا ہوگا کہ میری آواز عورتوں تک نہیں پہنچ رہی ہے، تو آپ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکل کر ان عورتوں کے قریب گئے اور ان کو بھی وعظ و نصیحت فرمائی اور صدقہ کرنے کی ترغیب دی۔(بخاری، کتاب العیدین، حدیث:۹۷۷)

مستورات میں بیان کے متعلق حضور ﷺ کا عمل مبارک

حضور ﷺ کے زمانے میں خود عورتوں کے اندر بھی دین کی باتیں سیکھنے کا بہت شوق اور جذبہ تھا، بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک خاتون حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: یارسول اللہ! مرد حضرات دین کی باتیں سیکھنے میں آگے بڑھ گئے (کیوں کہ وہ تو ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں اور دین کی باتیں سیکھتے ہیں؛ لیکن ہم عورتوں کو تو ایسا موقع نہیں ملتا) اس لیے ہمارے واسطے بھی کوئی ایک دن مقرر کر دیجیے جس میں ہم آپ کے پاس آئیں اور آپ ہمیں وہ باتیں سکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ فلاں دن فلاں جگہ آجایا کرو، چناں چہ عورتیں ایک جگہ جمع ہو جاتی تھیں اور آپ ﷺ ان کے پاس جا کر ان کو وہ باتیں بتاتے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائی تھیں۔ (بخاری، کتاب العلم، باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم، حديث: ۱۰۱)

اس لیے ہماری دینی بہنوں کے لیے یہ جو مجالس منعقد کی جاتی ہیں وہ نہایت اہم ہیں، اِس کی برکت سے ان شاء اللہ! پورا معاشرہ اسلامی بنے گا اور اس کے اچھے اثرات عام ہوں گے۔

یہ علمِ دین کی مجالس ہیں

میری دینی بہنو! یہ مجالس جو آپ کے لیے قائم کی جاتی ہیں وہ دین اور علم سکھانے کی مجالس ہیں، جب آپ گھر سے نکلیں تو علم اور دین سیکھنے کی نیت ضرور کر لیں اس پر بہت بڑا ثواب ملے گا، علم حاصل کرنے کی جو بے شمار فضیلتیں حدیث میں آئی ہیں وہ تمام آپ کو حاصل ہوں گی، حدیث شریف میں ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَّلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ. (مسلم، ترمذی)

ترجمہ: جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے نکلا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنّت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ كَانَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ حَتّٰى يَرْجِعَ. (ترمذی، طبرانی)

ترجمہ: جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے نکلا تو وہ اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کے

راستے میں ہے جب تک کہ واپس نہیں لوٹ آتا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

وإِنَّ الْمَلَائِکَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ. (ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، حدیث: ۲۶۸۲)

یعنی فرشتے علم طلب کرنے والے کے لیے اپنے پَر بچھاتے ہیں۔

علمِ دین کی مجلس میں آنے کے فوائد

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ: جو شخص کسی عالم کے پاس بیٹھتا ہے؛ مگر باتوں کو یاد رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا پھر بھی وہ سات انعام کا حق دار ہوتا ہے:

① طالبِ علم کی فضیلت اسے حاصل ہوتی ہے۔

② جب تک عالم کے پاس بیٹھا رہے گا گناہوں سے محفوظ رہے گا۔

③ جب علم کی نیت کے ساتھ گھر سے چلتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اترنا شروع ہوجاتی ہے۔

④ علمی حلقے پر جو خصوصی رحمت اور سکینت نازل ہوتی ہے ان سے مالامال ہوگا۔

⑤ جب تک عالم کی بات سنتا رہے گا اس وقت تک عبادت کرنے والا شمار کیا جاوے گا۔

⑥ بات سننے کے بعد سمجھ میں نہ آنے پر جو درد ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے نزدیکی کا ذریعہ بنے گا۔

⑦ علما کی عزت کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے اور ان کے پاس بیٹھنے کو پسند کرتا ہے۔

جب دین کی بات یاد نہ رہے تب اتنے سارے فوائد ہیں، سوچیے! جب یاد رکھے اور عمل کرے اور دوسروں تک پہنچاوے تو کتنے فوائد ہوں گے۔

ملاوی کی عورتوں کا ایک مبارک عمل

پچھلے دو سال میں آپ لوگوں نے بہت اچھا عمل کیا: درود شریف اور کلمۂ طیبہ ”لا إله الا اللّٰه“ کا معمول بنایا، میں آپ سب دینی بہنوں سے کہتا ہوں کہ آپ لوگ اپنے اِس مبارک عمل کو مسلسل جاری رکھیں، جب اِس سال کے سفر کا آخری بیان ہوگا تو اُس دن ان شاء اللہ! آپ کی کارگزاری کاغذ پر لیں گے، جیسے دو سال سے آپ کارگزاری دیتی ہیں، کم از کم ہماری ہر دینی بہن روزانہ ایک ہزار مرتبہ ”لا إله الا اللّٰه“ پڑھنے کی پابندی کرلیں، پہلے آپ کو یہ وظیفہ سنایا تھا کہ: رمضان میں کلمۂ طیبہ زیادہ پڑھنا چاہیے تو آپ اگر پہلے عشرے میں نہیں پڑھ سکیں، تو اب شروع کردو اور پہلے عشرے میں پڑھا ہے تو بہت اچھا اور جن بہنوں نے گذشتہ سال ستّر ہزار (۷۰۰۰۰) مرتبہ ”لا إله الا اللّٰه“ پڑھ لیا تھا، انھوں نے تو بہت اچھا کام کیا اور جن بہنوں نے ستّر ہزار (۷۰۰۰۰) مرتبہ ”لا إله الا اللّٰه“ ابھی تک نہیں پڑھا، ان بہنوں سے درخواست کرتا ہوں کہ تھوڑا تھوڑا کرکے وہ بھی اپنی آخرت کے لیے ستّر ہزار (۷۰۰۰۰) مرتبہ ”لا إله الا اللّٰه“ کا کلمہ پڑھ لیں، ہم اپنے مرحومین کے لیے پڑھتے ہیں؛ خود اپنے لیے بھی پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے یہاں جمع کرادیں۔ (مرقاۃ ۳/ ۹۸-۹۹، فضائلِ ذکر: ۱/ ۸۴-۸۵)

کم سے کم ۳۰۰ ؍مرتبہ درود پڑھنا چاہیے

دوسری درخواست یہ ہے کہ ماشاءاللہ! درود شریف کا بہت مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا تو کم سے کم روزانہ ۳۰۰ ؍مرتبہ آپ لوگ درود شریف ضرور پڑھ لیں، اِس سے زیادہ پڑھ لیوے تو بہت اچھی بات ہے؛ لیکن کم سے کم ۳۰۰ ؍مرتبہ درود شریف پڑھنے کی عادت بنالیں، ہم دعا کرتے ہیں کہ جن بہنوں نے اِس کی عادت بنالی ان بہنوں کے عمل کو اللہ تعالیٰ قبول کرے۔

اب اس سال ایک نیا عمل کرنا ہے جو آج کی اس پہلی مجلس میں بتلا دیتا ہوں، پھر آئندہ کل سے ان شاءاللہ! الگ الگ مضمون پر بیان کریں گے۔

عورتوں کے لیے ایک عجیب حدیث

اِس عمل کو بیان کرنے سے پہلے ایک حدیث- جو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فضائلِ اعمال میں نقل فرمائی ہیں- سناتا ہوں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، بہت ساری عورتوں نے مل کر ان کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تھا، ان کا ایک سوال تھا۔

اِس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اگر کوئی دینی سوال ہو تو اس کو پوچھ لینا چاہیے اور ماشاءاللہ! آپ کا یہ جذبہ بھی بہت اچھا ہے کہ پرچے پر لکھ کر دینی سوالات بھی بہت اچھے کرتی ہیں اور اس کے مطابق آپ کا عمل بھی ہوتا ہے۔

حضرت اسما بنتِ یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا کہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا ہے، ہم

عورتیں آپ ﷺ پر اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہیں۔

الحمدللہ! یہ دونوں نعمتیں میرے اور آپ کے پاس ہیں کہ ہمارا ایمان حضرت نبیٔ کریم ﷺ پر بھی ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھی۔

اس کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: ہم عورتیں گھروں میں رہتی ہیں، پردے میں رہتی ہیں، مردوں کی خواہش ہم سے پوری کی جاتی ہے، ہم مردوں کی اولاد کو پیٹ میں اٹھائے رہتی ہیں، ان سب باتوں کے باوجود مرد بہت سے ثواب کے کاموں میں ہم سے آگے رہتے ہیں:

مرد جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جاتے ہیں۔

جماعت کے ساتھ پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں تو ستائیس گنا ثواب ملتا ہے۔

مرد لوگ بیمار کی خیر خبر پوچھنے کے لیے بھی جاتے ہیں اور بیمار کی خیر خبر پوچھنا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔

مرد لوگ جنازے کی نماز میں بھی جاتے ہیں اور جنازے کی نماز میں جانا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔

مرد لوگ جہاد میں جاتے ہیں اور مرد کے سفر میں جانے کے بعد عورتیں ان کے مال اور اولاد کی حفاظت بھی کرتی ہیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا یہ کہنا چاہتی تھیں کہ: ہم عورتوں کو گھروں میں رہنے کی وجہ سے یہ سب ثواب اور نیکیاں نہیں ملتی ہیں، جماعت کی نماز کا ثواب نہیں ملتا اور جمعہ کا ثواب نہیں ملتا، جنازے کی نماز کا ثواب نہیں ملتا، جہاد کا ثواب نہیں ملتا۔

جب ان کا سوال پورا ہوا تو روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اِس

سوال سے بہت خوش ہوئے اور خوش ہو کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اسماء سے بہتر دین کے بارے میں کوئی سوال کرنے والی خاتون سنی؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم کو گمان بھی نہ تھا کہ ایک عورت بھی ایسا سوال کر سکتی ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: اسماء! تم بھی سنو اور جن عورتوں نے تم کو میرے پاس بھیجا ہے، ان سب عورتوں کو بھی بتلادو کہ: جو عورت اپنے شوہر کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور اپنے شوہر کو خوش رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو گھر میں بیٹھے بیٹھے ان تمام چیزوں کا ثواب عطا فرمادیں گے۔ (فضائلِ اعمال ۱/ ۱۴۱-۱۴۲ بحوالہ اسد الغابۃ)

کتنی بڑی بات ہے میری بہنو! کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے جماعت کی نماز کا ثواب، جمعہ کا ثواب، جنازے کا ثواب، تمام نیکیاں جو مرد باہر جا کر کماتے ہیں اللہ تعالیٰ وہ تمام نیکیاں اور ثواب ہماری بہنوں کو گھروں میں عطا فرمادیتے ہیں، بس اتنی سی بات ہے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ اچھے طریقے سے رہیں، ان کو خوش رکھیں۔

شوہر کو خوش رکھنے کا مطلب

میں پہلے آپ کو بتلا چکا ہوں کہ شوہر کو خوش رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت اور دین کے خلاف کوئی بات نہیں ہونی چاہیے، دین اور شریعت کی حد میں رہ کر ہم اپنے شوہر کو خوش رکھیں، اللہ تعالیٰ گھر بیٹھے بیٹھے ان تمام عبادت کا ثواب عطا فرمادیں گے۔

شوہر کو خوش رکھنے والی عورت کے لیے جنّت

ایک حدیث میں ہے:

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ، دَخَلَتِ الْجَنَّةَ. (ترمذی، ابواب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأة، حدیث: ۱۱۶۱)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس عورت سے اس کا شوہر راضی ہے اور وہ موت پاوے تو وہ عورت جنتی ہے۔

جنّت کتنی بڑی نعمت ہے! اس لیے میری دینی بہنو! آپ کے لیے ثواب کمانے اور اپنی نماز قبول کروانے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ آپ اپنے گھر میں اچھے طریقے سے رہو، نماز، روزہ، زکاۃ؛ یعنی فرائض اور واجبات ادا کرتی رہو اور اپنے شوہروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتی رہو، ان شاء اللہ تعالیٰ! اللہ تعالیٰ باہر کی ساری نیکیاں آپ کو گھر میں بیٹھے بیٹھے عطا فرمادیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک خواب

دوسری ایک حدیث سنو! حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت لمبا خواب دیکھا: کہ کچھ مرد اور کچھ عورتیں ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان کو عذاب دے رہے ہیں، بڑے بڑے پتھر لاکر ان کے سر پر مارتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے ہیں، وہ پتھر بہت دور جاکر گرتا ہے، پھر وہ فرشتہ جو عذاب دیتا ہے وہ پتھر اٹھاکر لاتا ہے اتنے میں اس کا سر پھر سے اچھا ہوجاتا ہے، پھر پتھر اٹھاکر زور سے مارتا ہے اور اس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے ہیں۔

میری بہنو! آج سر میں ذرا سا زخم ہوجائے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے؟ بتاؤ! ایک بڑا بھاری پتھر کوئی سر پر مارے تو اس کی وجہ سے کتنی تکلیف ہوگی؟ اللہ ہماری حفاظت

فرمائے! اور وہ بھی لگاتار سزا جاری رہتی ہے کہ پتھر مارتے جارہے ہیں اور سر پھوٹ جاتا ہے، مسلسل عذاب جاری رہتا ہے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ خواب میں دو فرشتے تھے، آپ ﷺ نے ان فرشتوں سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟

فرشتوں نے بتلایا:

وَالَّذِيْ رَاَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ، فَنَامَ عَنْه بِاللَّيْلِ ولَمْ يَعْمَلْ فيه بِالنَّهَارِ، يُفْعَلُ به إلى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.(البخاری، کتاب الجنائز، حدیث ۱۳۸۶)

ترجمہ: اور وہ شخص جس کا سر کچلا جارہا تھا وہ آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے علم سے نوازا؛ لیکن وہ قرآن کو چھوڑ کر رات کو سویا رہا اور دن کو بھی اس پر عمل نہیں کیا، چناں چہ اس کے ساتھ یہ معاملہ قیامت کیا جاتا رہے گا۔

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں نماز چھوڑ کر سو جاتے تھے، اور جنھوں نے قرآن پڑھا تھا، پھر چھوڑ دیا تھا؛ یعنی نماز چھوڑ کر سستی میں سو جانا اور قرآن پہلے بچپن میں سیکھا تھا پھر اسے چھوڑ دینا، یہ دو اتنے خطرناک گناہ ہیں کہ آخرت میں قیامت سے پہلے برزخ کی زندگی میں لگاتار اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے سر پر پتھر ماریں گے، اس کا سر پھوڑ دیں گے، ایسی سزا جاری رہے گی۔

قرآن پڑھنا نہ چھوڑیں

میری دینی بہنو! ہم نے بچپن میں قرآن پڑھا تھا اور پھر ہم لوگ قرآن پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں؛ اس لیے میں آپ سے کہوں گا کہ: ہم قرآن پڑھنا ہرگز نہ چھوڑیں، رمضان میں تو ہم روزانہ قرآنِ مجید کی تلاوت کریں، زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھیں۔

قرآنِ مجید کی تلاوت

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر کی عورتوں کی بات ''فضائلِ اعمال'' میں لکھی ہے کہ روزانہ ہمارے گھر کی عورتیں قرآن کے ۱۵-۱۷ پارے پڑھتی ہیں۔ (فضائلِ رمضان، فصلِ اول، حدیث: ۴)

میں آپ سے بھی کہتا ہوں کہ زیادہ قرآن پڑھو، خوب قرآن کی تلاوت کرو، روزانہ جس بہن سے ہو سکے ۱۰/ پارے، ۵/ پارے، کم سے کم ۳/ پارے پڑھنے کی ہمت کریں، تو ان شاء اللہ! بہت آسان ہے، آج سے آپ نیت کر کے یہ سلسلہ شروع کریں، یہ بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی پابندی نصیب فرمائیں، اور ان شاء اللہ! اِس سفر کے آخری بیان کے دن آپ کی یہ کارگزاری بھی سنیں گے کہ آپ نے کتنے پارے قرآنِ مجید کے پڑھے۔

ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ: ابھی نیت کرلو کہ رمضان کے بعد بھی پورا سال قرآن پڑھیں گے، روز ایک پارہ، ایک پارہ نہیں پڑھ سکے تو آدھا پارہ، آدھا پارہ نہیں پڑھ سکے تو پاؤں پارہ؛ لیکن تھوڑا تھوڑا قرآنِ مجید پابندی کے ساتھ روزانہ پڑھنے کی نیت کرلو، اور وہ بھی آپ کارگزاری میں لکھیں گے کہ میں نے رمضان کے بعد پورا سال ایک پارہ، آدھا پارہ، پاؤں پارہ پڑھنے کی نیت کی ہے۔

شیطان جیسا بننا ہو تو کیا کریں؟

دوسری چیز نماز کی پابندی ہے۔ ایک کتاب میں عجیب مضمون لکھا ہے کہ پہلے زمانے میں شیطان آنکھ سے نظر آتے تھے، ایک مرتبہ کسی کو شیطان نظر آیا تو اس نے

شیطان سے پوچھا کہ: بتلاؤ! اگر تمھارے جیسا بننا ہو تو کیا کریں؟

شیطان نے جواب دیا کہ: دو کام کرو تو تم میرے جیسے بن جاؤ گے:

① ایک کام یہ کہ تم نماز میں سستی کرو۔ جو نماز میں سستی کرتا ہے وہ شیطان جیسا بن جاتا ہے۔ اور یہ منافق کی نشانی ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ (النساء)

ترجمہ: یقینی بات ہے کہ منافق لوگ (اپنے خیال میں) اللہ تعالیٰ کو دھوکا دے رہے ہیں؛ حالاں کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ان کو دھوکے کی سزا دینے والے ہیں اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی سستی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، وہ لوگوں کے سامنے (خود کے نمازی ہونے کا) دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا (زبان سے) ذکر بھی تھوڑا سا ہی کرتے ہیں۔ (از: تیسیر القرآن)

نماز پڑھے تو سستی کے ساتھ پڑھے یہ منافق کی نشانی ہے اور نماز میں سستی کرنا یہ شیطان جیسا بننے کا طریقہ ہے۔

② دوسری چیز قسم کھانے میں پرواہ نہ کرنا، جھوٹی سچی جیسی منہ پر آئی ویسی قسم کھاتے رہنا؛ اس لیے میری دینی بہنو! بے کار قَسم سے اپنے آپ کو بچاؤ اور نماز پڑھنے میں ہرگز سستی مت کرو۔

مال اور گھر برباد

ایک حدیث میں آیا ہے کہ: جس کی نماز چھوٹ گئی تو اتنا بڑا نقصان ہوا کہ اس کا مال اور اس کے گھر والے سب برباد ہو گئے۔ (بخاری، حدیث: ۳۶۰۲)

میری دینی بہنو! ہمارے گھر میں مال کی چوری ہو جائے، کوئی دشمن آ کر مال لوٹ جائے، ہم کو کتنی تکلیف ہوتی ہے؛ لیکن نماز چھوٹ جاتی ہے تو ہم کو تکلیف نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ سب کے بچوں کو، سب گھر والوں کو سلامت رکھے؛ لیکن اگر کسی کے گھر میں بچے کا انتقال ہو جائے، بیٹی کا انتقال ہو جائے، شوہر کا انتقال ہو جائے تو آدمی کتنا روتا ہے، کتنا پریشان ہوتا ہے؛ لیکن نماز چھوٹنے پر ہم کو غم نہیں ہوتا!۔

اس لیے نماز کے بارے میں غفلت مت برتو!

اسی حدیث کے پیشِ نظر میں آپ کو اِس سال ایک خاص کام سونپنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ سب کے لیے اس کو آسان فرمائے، وہ کام ہے: قضا نماز کی ترتیب۔

قضا نمازوں کو ادا کرنے کی ترتیب

دیکھو! بالغ ہوتے ہی نماز کا پڑھنا فرض ہو جاتا ہے اور بالغ ہونے کے بعد جو نماز بھی چھوٹ گئی، قضا ہو گئی، وہ نماز اللہ تعالیٰ کے یہاں معاف نہیں ہوتی ہے، اس نماز کی قضا کرنا ضروری ہوتا ہے؛ اس لیے میں آپ تمام بہنوں سے کہوں گا کہ: آج گھر جا کر کاغذ پر اپنی نماز کا حساب کرو کہ بالغ ہونے کے بعد میری کتنی نمازیں قضا ہو گئیں؟ اس کا ایک اندازہ نکالو۔

میں آپ کو اس کا ایک آسان طریقہ بتلاتا ہوں، ہماری ایک بہن بالغہ ہوئے پانچ سال ہو گئے، تو اسلامک حساب سے ایک سال میں ۳۵۴/ یا ۳۵۵/ دن ہوتے ہیں، اور روزانہ ہمارے لیے چھ نمازیں ہیں: پانچ فرض اور چھٹی وتر، صرف فرض اور وتر اتنی نماز کا حساب کرنا ہے، اب اس میں ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ سال میں رمضان کا مہینہ

آتا تھا تو ماشاء اللہ! رمضان میں ہم پابندی سے نماز پڑھتے ہیں تو ۳۰/دن ایک مہینہ کے ہوئے، اس کو حساب سے نکال دو، پھر ہم جمعہ کی نماز پابندی سے پڑھتے ہیں تو ایک ہفتہ میں ایک جمعہ اور ایک سال میں ۵۵/جمعہ آتے ہیں، اس کو بھی الگ کردو اور کچھ نمازیں ایسی ہوتی ہیں جو ہم نے یقیناً پابندی سے پڑھی ہیں، بعض بہنیں عصر کی نماز پابندی سے پڑھتی ہیں، بعض مغرب کی نماز پابندی سے پڑھتی ہیں تو جو جو نماز بھی ہم پابندی سے پڑھتے ہیں وہ بھی نکال دو اور پھر جب سے ہم نے نماز کی پابندی شروع کردی وہ بھی حساب میں سے نکال دو۔

جیسے بالغ ہونے کے پانچ سال ہوئے اور دو سال غفلت میں گذرے اور تین سال پابندی کے رہے تو تین سال حساب سے نکال دو، اس طرح ایک اندازہ تیار کرو کہ میری فجر کی نماز اتنی باقی، ظہر اتنی باقی، عصر اتنی باقی، مغرب اتنی باقی، عشا اتنی باقی، وتر اتنی باقی اور حساب نکالنے میں کوئی تکلیف ہو تو لکھ کر مجھے پوچھ لو، میں تمھارا حساب ان شاء اللہ! تیار کر کے دوں گا، پھر اُس حساب کا مجموعی (Total) اندازہ کر کے آئندہ کل رمضان کے مبارک مہینے سے آپ لوگ نماز کی قضا کرنا شروع کردو۔

جب تک فرض نماز باقی ہو نفل نہیں پڑھنا چاہیے

جب تک فرض نماز قضا باقی ہو وہاں تک نفل کے بجائے قضا پڑھو، میں بہت اہمیت سے آپ کو مسئلہ بتلا رہا ہوں کہ جب جب بھی آپ کو وقت ملے، آپ قضا نماز پڑھو۔ دو قضا، تین قضا، چار قضا، پانچ قضا صرف فرض-فرض، وتر-وتر اور اس کو کاغذ میں نوٹ کرتے رہو۔ اور نیت کرو کہ میری آخری ظہر کی نماز کی قضا یا آخری عصر کی قضا یا

اس طرح نیت کرو کہ میری پہلی ظہر کی نماز کی قضا، میری پہلی عصر کی نماز کی قضا، میری پہلی مغرب کی نماز کی قضا، اِس طرح نیت کر کے قضا نماز شروع کرو۔

ہماری بہت سی بہنیں وہ ہوں گی جن کی الحمدللہ! ایک بھی قضا نہیں ہوگی، جن بہنوں کی تھوڑی سی قضا ہو تو وہ بہنیں بہت جلدی اپنی قضا نمازوں کو پوری کر دیں گی اور جن کی قضا زیادہ ہیں وہ ہمت نہ ہاریں، محنت کریں، دعا کریں، لگاتار کوشش کریں اور دھیمے دھیمے کر کے اپنی تمام نمازوں کی قضا کرلیں۔

قضا نماز کا حساب پورا کرنا بہت ضروری ہے، میں آپ کو بتلاؤں! اگر کسی بہن کے ذمے قضا نماز باقی رہ جاوے اور وہ پڑھ نہ سکی، بیمار ہوگئی، بوڑھی ہوگئی، کمزور ہوگئی اور اب وہ قضا نماز نہیں پڑھ سکتی تو اس کے لیے وصیت کرنا، یا فدیہ نکالنا، شریعت کے قانون میں ضروری ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ وصیت کرنا، نماز کا فدیہ نکالنا جب ضروری ہے تو پھر قضا نماز کا پڑھنا ہمارے لیے کتنا ضروری ہوگا!

حیض کی نمازیں

آپ کے لیے تو بہت آسانی ہے؛ اس لیے کہ ہر مہینے میں ۱۰ ؍ دن، ۸ ؍ دن، ۷ ؍ دن تو چھٹی کے ہوتے ہیں، ان کی تو قضا کرنی نہیں ہے، بہت آسان حساب ہے، مہینے کے صرف ۲۰ ؍ دن، ۲۲ ؍ دن، ۲۳ ؍ دن ہے، اس کا حساب نکالنا ہے، بڑی آسانی اور سہولت ہے۔

خلاصہ

آج اِس پہلی مجلس میں میں نے آپ کو چند کام بتلائے ہیں:

پہلا کام: کلمۂ طیبہ ''لا إله الا اللّٰه'' جن کا 70000 عدد پورا نہیں ہوا تھا، وہ پورا کرلیں اور جن کا خود کے لیے پورا ہو گیا تھا وہ روزانہ ایک ہزار مرتبہ کم سے کم پڑھیں، اور دوسرے قریبی رشتے داروں کے لیے یہ نصاب پڑھ کر ایصالِ ثواب کی کوشش کریں۔

دوسرا کام: روزانہ ۳۰۰/مرتبہ درودِ پاک پڑھیں۔

تیسرا کام: قرآنِ شریف کی تلاوت، روزانہ ۱۰/ پارے، ۵/ پارے، کم سے کم ۳/ پارے کی نیت کرکے آپ لوگ اٹھیں۔

چوتھا: قضانمازوں کی آپ ترتیب بنالیں اور جلدی اپنی قضانماز کا حساب پورا کرلیں اور جب تک قضانماز باقی ہیں وہاں تک ابھی پوری توجہ سے قضانماز پڑھیں۔

اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے اس جمع ہونے کو قبول فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے زندگی میں ایک اور موقع عطا فرمایا، آپ لوگ دین کے لیے جمع ہوئے، اللہ ہمارے اس ملنے اور جمع ہونے کو قبول فرمائے، اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے اور آئندہ بھی جتنی مجلس ہو اللہ تعالیٰ تمام مجلس کو برکت والی، رحمت والی اور نورانی بنا دے اور اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اور پوری دنیا کی مسلمان عورتوں کے لیے اور مردوں کے لیے ان مجالس کو فائدے کا، رحمت کا اور برکت کا ذریعہ بنادیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دنیا کی سب سے پہلی خاتون

ماں حوّا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(پہلی قسط)

مختصر تعارف

نام: حوا۔

پیدائش کی جگہ: جنت۔

ایک روایت میں جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی پیدا کی گئیں اور دوسری روایت میں ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد پیدا کی گئیں۔(جلالین)

پیدائش کی کیفیت: حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں پسلی سے پیدا کی گئیں۔(طبری :۱/۲۶۷،قرطبی:۱/۲۰۷)

نکاح: جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔

آپ کے نکاح کا مہر: ۳/ یا ۲۱/مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا طے کیا گیا۔(تفسیرِ صاوی:۱/۶۳،المواھب اللدنیة ۱/۲۵)

اولاد: ۲۰/ یا ۴۰/مرتبہ حاملہ ہوئیں اور ہر مرتبہ میں مذکر اور مؤنث دونوں اولاد ہوتی تھیں، ابن عساکر کی روایت کے مطابق حضرت حوا کے کل ۴۰/ بچے تھے: ۲۰/لڑکے اور ۲۰/ لڑکیاں۔(المواھب اللدنیة ۱/۲۵)

مدفن: سعودی عرب کے جدّہ شہر کے وسط میں ایک مقبرہ ہے، جسے ''مَقْبَرَةُ اُمِّنَا حَوَّاء'' کہا جاتا ہے، یہیں آپ کا مدفن ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۝۳۵ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ۝۳۶ فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۝۳۷ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۝۳۸ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۝۳۹

ترجمہ: اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمھاری بیوی جنّت میں رہو اور تم دونوں اس (جنت) میں سے (جو چاہو) جہاں سے چاہو خوب جی بھر کر کھاؤ اور (اے آدم وحوا!) تم دونوں اِس خاص درخت کے قریب مت جانا؛ ورنہ تم دونوں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے (۳۵) ان دونوں (آدم اور حوا) کو شیطان نے اس (درخت) کی وجہ

سے پھسلا دیا، سووہ دونوں (آدم وحوا) اس (جنت) میں (عزت وراحت سے) جس مزے میں رہتے تھے اس سے اس (شیطان) نے ان دونوں کو نکال دیا اور ہم نے حکم دیا کہ تم سب (آدم، حوا اور شیطان نیچے دنیا میں) اتر جاؤ، تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بن کر رہو گے اور تمھارے لیے زمین میں ایک مدت (قیامت) تک کے لیے ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا (طے کر دیا گیا) ہے (۳۶) پھر آدم نے (پورے شوق کے ساتھ) اپنے رب سے (توبہ کے) چند کلمات سیکھ لیے (سو آدم نے ان کلمات کے ذریعے سے توبہ کی) تو اس (اللہ تعالیٰ) نے ان کی توبہ قبول کر لی، یقیناً وہی (اللہ) بہت بڑے توبہ قبول کرنے والے، بہت مہربان ہیں (۳۷) ہم نے حکم دیا کہ تم سب (جنت سے) نیچے (دنیا میں) اتر جاؤ، سو میری طرف سے تمھارے پاس جو ہدایت آوے تو جو بھی میری (بھیجی ہوئی) ہدایت پر چلے گا تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۳۸) اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ آگ میں جانے والے ہیں، اس (آگ) میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے (۳۹)۔

یہ ''سورۂ بقرہ'' جو قرآن میں سورۂ فاتحہ کے بعد دوسرے نمبر کی سورت ہے جس کو ہم ''الم'' کی سورت بھی کہتے ہیں، اس کی آیت نمبر: ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸ ہے۔

نیک خواہش

میری دینی بہنو! ایک نیت کی ہے، آپ بھی دعا کریں، میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس نیت کو اپنے فضل سے پورا فرمائے اور قیامت تک آنے والی پوری دنیا کی تمام مسلمان بہنوں اور تمام مسلمان بھائیوں کے لیے اللہ تعالیٰ اس کو فائدے کا ذریعہ بنائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بہت ساری عورتوں کے قصّے بیان فرمائے ہیں، بندے نے ابھی یہ نیت کی ہے کہ قرآن میں جتنی بھی عورتوں کے قصے آئے ہیں وہ تمام قصے میں آپ کوایک کے بعدایک سناؤں۔

اور جب قرآن کے قصے پورے ہو جائیں گے تب ان شاء اللہ! حدیثِ پاک میں آئے ہوئے عورتوں کے قصے آپ کو سنائیں گے۔

دنیا کی سب سے پہلی خاتون

یہ قصّہ جو آج ہم شروع کرر ہے ہیں وہ ایک ایسی عورت کا قصہ ہے جو اِس دنیا میں انسانوں میں سب سے پہلی عورت ہے، جو تمام عورتوں کی ماں ہیں، جوایک مرد کے سوا تمام مردوں کی ماں ہیں، ان کا پیارا نام ''حضرت حوّا رضی اللہ عنہا'' ہیں۔

یہ اکیلی وہ خوش نصیب عورت ہیں جن کی پیدائش آسمانوں پر ہوئی، باقی تمام عورتوں کی پیدائش زمین پر ہوئی اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔

بعض تفسیر کی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ماں حوا رضی اللہ عنہا کی پیدائش جنت میں ہوئی اور بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ جنت کے باہر آسمانوں میں کسی جگہ پر ان کی پیدائش ہوئی۔

ماں حوا رضی اللہ عنہا وہ خوش نصیب عورت ہیں جن کی پیدائش میں کسی عورت کا واسطہ نہیں ہے۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ کسی عورت سے لڑکی یا دوسرا لڑکا پیدا ہوتا ہے؛ لیکن ماں حوا رضی اللہ عنہا وہ عورت ہیں کہ بغیر کسی عورت کے اللہ تعالیٰ نے ان کو ڈائریکٹ ایک مرد سے پیدا فرمایا اور وہ مرد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، جو ان کے شوہر ہیں۔

سب سے پہلے انسان اور نبی

حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان اور پہلے نبی ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن پیدا فرمایا، جمعہ کے دن جنت میں داخل فرمایا اور جمعہ ہی کے دن جنت سے روانہ کر کے دنیا میں بھیجا:

عَنْ اَبِي هُريرة رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا.(مسلم شریف، کتاب الجمعة، فصل فی فضیلة یوم الجمعة علی باقی الایام، حدیث:۱۹۷۷)

ترجمہ: سب سے اچھا دن جس میں سورج طلوع ہوا ہو جمعہ کا دن ہے، اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے، اور اسی دن جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن جنت سے نکالے گئے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا شرف

حضرت آدم علیہ السلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھوں سے پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنی روح پھونکی، قرآن میں ہے:

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝۲۹ (الحجر)

سو جب میں اس (انسان) کو پوری طرح بنا لوں اور اپنی جان اس میں پھونک دوں تو تم سب (فرشتے) اس (انسان) کے آگے سجدے میں گر جانا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد میں نے خود آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی، یہ ان کے لیے بہت بڑی شرافت کی بات تھی۔

اورخود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ. (اٰلِ عمران:)

ترجمہ: یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو (نبوت کے لیے) چن لیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں حضرت آدم علیہ السلام کو ایک خاص مقام عطا فرمایا، علمی اور روحانی کمالات عطا فرمائے، علمی کمال ظاہر کرنے کے لیے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدے کا حکم دیا، بہت ساری چیزوں کے نام اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے جو فرشتے نہیں جانتے تھے۔

تفسیر کی ایک عجیب بات

میں آپ کو تفسیر کی ایک عجیب بات بتلاؤں، امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے –جو بہت بڑے مفسر ہیں– حضرت عبد اللہ ابن مسعود اور حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں پیدا فرمایا، آپ جنت میں رہتے تھے، جنت میں ہر قسم کی نعمتیں تھیں: کھانا، پینا، مکان؛ لیکن حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں وحشت اور گھبراہٹ ہوتی تھی، اکیلا پن لگتا تھا؛ اس لیے کہ وہاں ان کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں تھا، وہ اکیلا پن محسوس کرتے تھے۔ (تفسیرِ طبری: ۱/۲۶۷، قرطبی: ۱/۲۰۷)

نیند نعمتوں سے محرومی کا سبب ہے

ایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام سو گئے۔

یاد رکھو! حضرت آدم علیہ السلام جب جنت میں تھے تب انھوں نے جتنا سونا تھا سولیا،

نیند پوری کرلی، اب قیامت کے بعد جب دوسری مرتبہ اللہ تعالیٰ ہم کو جنت میں داخل کریں گے تب جنت میں سونے کو نہیں ملے گا، نیند نہیں آئے گی؛ اس لیے کہ جتنی دیر آدمی سوتا ہے اتنی دیر نعمتوں سے محروم رہتا ہے اور جنّت نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کی جگہ ہے؛ اس لیے جنت نیند کی جگہ نہیں ہے، قرآن میں ہے:

الَّذِیۡۤ اَحَلَّنَا دَارَ الۡمُقَامَۃِ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیۡہَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیۡہَا لُغُوۡبٌ ﴿۳۵﴾ (الفاطر)

ترجمہ: جس (اللہ) نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ آباد رہنے کے گھر میں اتارا ہے جس میں ہم کو کوئی مشقت نہیں پہنچے گی اور اس میں کوئی تھکن بھی ہم کو نہیں لگے گی۔

جنت میں آدمی تھکے گا نہیں، جب تھکے گا نہیں تو نیند کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا کی سب سے پہلی بات چیت

حضرت آدم علیہ السلام سو گئے، جب نیند سے بیدار ہوئے تو ان کے سر کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آدم علیہ السلام نے اس عورت سے پوچھا: تم کون ہو؟

تو وہ عورت کہنے لگی: میں ایک عورت ہوں۔

آدم علیہ السلام نے پوچھا: تم کو کیوں پیدا کیا گیا ہے؟

تو اس عورت نے جواب میں کہا کہ: مجھے اس لیے پیدا کیا گیا ہے؛ تاکہ تم مجھ سے راحت، سکون اور اُنس حاصل کرو۔

عورتوں کے لیے ایک اہم سبق

میری دینی بہنو! اِس سے یہ سبق ملا کہ پہلی عورت جس کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں

پیدا کیا تھا وہ عورت خود اپنے شوہر کو بتلاتی ہے کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیا ہے؛ تاکہ شوہر کو راحت، سکون اور انس ملے۔

اس لیے اپنے شوہروں کو راحت پہنچاؤ، اُنس پہنچاؤ، سکون پہنچاؤ۔

خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ (الروم)

ترجمہ: اور اس (اللہ تعالیٰ) کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمھارے (فائدے کے) لیے تم ہی میں سے بیویاں بنائیں؛ تاکہ تم ان کے پاس جا کر سکون حاصل کرو اور اس نے تم میاں بیوی کے درمیان محبت اور رحمت (ہمدردی کے جذبات) پیدا کر دیے، یقیناً اس میں جو لوگ دھیان کرتے ہیں ایسی قوم کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

یہ آیت بتلاتی ہے کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی اس لیے کیا؛ تاکہ مرد اس سے سکون حاصل کر سکے۔

حضرت حوا رضی اللہ عنہا کی پیدائش کا عجیب واقعہ

حضرت حوا رضی اللہ عنہا کی پیدائش کیسے ہوئی؟ بڑا عجیب قصہ ہے، وہ میں آپ کو سناتا ہوں، ہمارے سینے (chest) میں سیدھی طرف (right side) اٹھارہ (۱۸) پسلیاں ہیں اور بائیں طرف (left side) سترہ (۱۷) پسلیاں ہیں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام میٹھی نیند سوئے ہوئے تھے، اُس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی بائیں طرف کی پسلی سے (تھوڑا سا مادہ نکالا اور اس سے) حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا۔ (طبری: ۱/۲۶۷، قرطبی: ۱/۲۰۷)

چوں کہ پسلی میں نرمی ہوتی ہے؛ اس لیے عام طور پر عورتوں کے مزاج میں بھی نرمی دیکھنے کو ملتی ہے۔

عورت پسلی سے بنی ہے اس لیے!!!

اِس سے ہمیں کچھ باتیں اور بھی سیکھنے کو ملیں:

① پسلی بدن میں کمزور ہڈی ہے، معلوم ہوا کہ عورت کمزور ہڈی سے بنی ہے؛ اس لیے ''ضَرَبَ یَضْرِبُ'' کے مختلف صیغے نہ آزمائیں جائیں؛ یعنی مار پیٹ نہ کریں، باکسینگ (BOXING) کی مشق کی گیند نہیں ہے کہ اس کی مار پیٹ کی جاوے۔

② پسلی دل کے قریب ہوتی ہے؛ اس لیے عورت کی محبت دل میں رہنی چاہیے۔

③ عورت کے مزاج میں پسلی کی طرح ٹیڑھا پن ہے، اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود اس کے ساتھ نبھاؤ کر لیوے یہ مرد کا کمال ہے؛ البتہ بالکل ٹیڑھے پن پر چھوڑے نہ رکھے، ورنہ ٹیڑھا پن بڑھتا جائے گا اور بالکل سیدھا کرنے کی کوشش نہ کرے؛ ورنہ ٹوٹ جاوے گی (یعنی طلاق ہوگی)؛ بلکہ حکمت سے اصلاح کی کوشش کرے۔

ماں ''حوا'' دنیا کی سب سے زیادہ خوب صورت عورت

ماں حوا رضی اللہ عنہا بہت خوب صورت تھیں؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں پیدا فرمایا تھا اور قیامت تک آنے والی تمام عورتوں اور مردوں کی ماں تھیں؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت خوب صورت پیدا فرمایا۔

پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ نے ماں ''حوا'' رضی اللہ عنہا کو ایک طرف بٹھا دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام میٹھی نیند سوئے ہوئے تھے، ان کو کچھ پتہ ہی نہیں چلا کہ

میرے جسم (body) میں سرجری (surgery) ہوئی، میری پسلی میں سے اللہ تعالیٰ نے کچھ نکال کر ایک عورت کو پیدا کیا ہے۔

میاں بیوی کی محبت کا راز

مفسرین لکھتے ہیں کہ: اگر حضرت آدم علیہ السلام کو پتہ چلتا کہ میری پسلی میں سے کچھ نکالا جا رہا ہے اور ان کو تکلیف ہوتی تو قیامت تک دنیا میں کوئی مرد اپنی عورت سے محبت نہ کرتا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حضرت آدم علیہ السلام میٹھی نیند سلا دیے گئے اور نیند کے دوران ان کی پسلی میں سے اللہ تعالیٰ نے تھوڑا سا مادہ نکالا اور اس کی جگہ گوشت رکھ دیا اور ان کو پتہ بھی نہیں چلا، تکلیف بھی نہیں ہوئی، اسی کی برکت سے مرد اپنی عورت سے محبت کرتا ہے اور کیوں نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میاں بیوی میں محبت کے جذبات بھی پیدا کیے گئے ہیں۔ (قرطبی: ۱/۲۰۷)

نکاح سے پہلے مرد اور عورت کا ملنا جائز نہیں

حضرت آدم علیہ السلام جب نیند سے بیدار ہوئے، آج تک تو جنّت میں اکیلے تھے، اب جو ادھر اُدھر دیکھا تو جنت میں کوئی ساتھ (company) دینے والا بھی نظر آیا؛ چناں چہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا؛ مگر جیسے ہی قریب جانے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے آواز لگائی اور کہا:

یا اٰدمُ! مَهْ وَ أَدِّ مَهْرَهَا.

اے آدم! رک جاؤ، پہلے نکاح پڑھو اور اس عورت کا مہر ادا کرو، اس کے بعد اس کے پاس جانا۔

پیاری بہنو! یہ قصہ جنت میں ہو رہا ہے، جنت میں جہاں آدم علیہ السلام کے لیے ماں حوا کو پیدا کیا گیا وہاں پر بھی فرشتوں نے نکاح اور مہر کے بغیر حضرت آدم علیہ السلام کو ماں حوا کے پاس جانے سے روک دیا۔

اِس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ کوئی عورت کسی پرائے مرد کے پاس نہ جائے، کسی پرائے مرد کو اپنے پاس آنے نہ دے، نکاح پہلے ہو جائے، اس کے بعد کسی مرد کو اپنے پاس آنے دے یا خود کسی مرد کے پاس جائے۔

نکاح کا مہر: ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر درود

حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا:

وَمَا مَهْرُهَا؟ مہر کیا دینا ہوگا؟

سُبْحَانَ اللهِ! عجیب جواب ملا! اللہ تعالیٰ کو پوچھ کر فرشتوں نے مہر کی رقم بتائی:

قالوا: تُصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ (المواهب اللدنية: ۱/۲۵)

کہا: اے آدم! اگر تم کو حوّا سے نکاح کرنا ہے تو اس نکاح کا مہر یہ ہے کہ- جب یہ دنیا شروع ہوگی اور تم دنیا میں جاؤ گے تو تمھاری اولاد میں ہمارے آخری نبی آئیں گے جن کا نام ”حضرت محمد ﷺ“ ہوگا- ہمارے پیارے حبیب، آخری نبی پر تین مرتبہ (یا اکیس مرتبہ) درود پڑھ لو، یہ تمھارے نکاح کا مہر ہوگا۔

اسی لیے دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ”ابوالبشر“ یعنی تمام انسانوں کے ابّا ہے اور آخرت میں حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ”ابو محمد“ ہوگی اور یہ حضرت آدم علیہ السلام کا اعزاز ہوگا کہ صرف آپ ہی کو اس کنیت سے پکارا جائے گا۔

میری دینی بہنو! سوچنے کا مقام ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے شادی ہو رہی ہے اور درود پاک پڑھنا وہاں مہر بنایا گیا۔

خوب درود پڑھو! دنیا و آخرت میں اس کی بڑی برکتیں آپ کو نظر آئیں گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو زیادہ سے زیادہ درود پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

نکاح کے وقت لین دین

دوسری ایک اہم (important) بات یہ ہے کہ جب نکاح، شادی، منگنی ہو تو اس وقت صرف مہر کی بات کرنی چاہیے کہ مہر کیا ہوگا؟

باقی کتنے جوڑی کپڑے دیں گے؟ کتنے جوتے دیں گے؟

ان سب چیزوں کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے، ایک ہی بات نکاح میں سامنے رکھنی چاہیے کہ مہر کتنا دینا ہے؟ اور مہرِ فاطمی طے کرو تو بہت ہی اچھی بات ہے، جس کی مقدار پندرہ سو اکتیس (۱۵۳۱) گرام چاندی ہوتی ہے، اتنی مقدار میں سونا یا چاندی یا نقد روپئے اس روز کی چاندی کی قیمت کا حساب لگا کر طے کرلو۔ (محمود الفتاویٰ، ج:۵، ص:۴۶)

نکاح پڑھانے والے اللہ اور گواہ بننے والے فرشتے

حضرت آدم علیہ السلام نے درودِ پاک پڑھا، جب درود پڑھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے خود نکاح کرایا اور نکاح میں گواہ بھی رکھے۔ نکاح میں گواہ ہونا ضروری ہے۔ کس کو گواہ بنایا؟

آگے روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ نے نکاح کراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَشْهِدُوْا يَامَلَائِكَتِي وحَمَلَةَ عَرْشِي! أَنِّي زَوَّجْتُ أَمَتِي حَوَّاءَ مَعَ عَبْدِي اٰدم. (شرح الزرقاني على مواهب اللدنية: ۱/۱۰۲)

سنو! میں نے اپنی بندی حوا کا نکاح اپنے بندے آدم کے ساتھ کروادیا۔

اِس وقت چار فرشتے اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھاتے ہیں اور قیامت کے دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھانے والے بہت اعلیٰ قسم اور بہت اونچے درجے کے فرشتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو نکاح میں گواہ بنایا اور دوسرے عام فرشتے بھی وہاں گواہ کے طور پر موجود تھے۔

شوہر سے بیوی کی پیدائش

یہاں میں آپ کو ایک نکتے (point) کی صحیح اور سچی بات بتاتا ہوں: ہمیشہ یاد رکھنا! حضرت آدم علیہ السلام حضرت حوا رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں؛ باپ نہیں اور ماں حوا رضی اللہ عنہا ان کی بیوی ہے، بہن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کو شوہر سے پیدا کیا ہے، حضرت آدم علیہ السلام شوہر تھے، ان سے اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا، یہ نکتے کی بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ایک دوسری آیت میں بھی بیان فرمائی ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً. (النساء: ۱)

ترجمہ: اے لوگو! تم تمھارے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک نفس (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اس میں سے اس کے جوڑے (یعنی بیوی حضرت حوا رضی اللہ عنہا) کو بنایا اور ان دونوں میں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔

یعنی اسی حضرت آدم علیہ السلام میں سے اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی کو پیدا فرمایا۔

یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا؛ تا کہ اپنے شوہر کا ادب، اکرام، احترام اور خدمت کرنے کی توفیق ہو کہ عورت ذات مرد سے پیدا ہو کر آئی ہے۔

''حوا'' نام رکھنے کی وجہ

حضرت آدم علیہ السلام کی بیوی کا نام ''حوا'' رکھا گیا ہے، یہ کیوں رکھا گیا؟ یہ بھی ایک سوچنے کی بات ہے۔ ''حوا'' کے دو معنی ہوتے ہیں:

(۱) ایک معنیٰ ہوتا ہے ''جمع ہونا'' اس لیے کہ دنیا بھر کے تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کے سوا ماں حوا رضی اللہ عنہا میں جمع ہو جاتے ہیں؛ چوں کہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا سب کی ماں ہیں؛ اس لیے جمع ہونے کی وجہ سے ان کا ''حوا'' نام رکھا گیا۔

(۲) اور دوسرا معنیٰ حوا کا آتا ہے: حیات:

① لِاَنَّها اُمُّ کُلِّ حَيٍّ؛ اس لیے کہ وہ تمام حیی (زندہ انسانوں) کی ماں ہیں۔

(از جلالین، سورۂ بقرہ)

② لِاَنَّها خُلِقَتْ مِنْ شَيْءٍ حَيٍّ؛ اس لیے کہ وہ ایک زندہ آدمی سے پیدا کی گئیں۔ (تفسیرِ طبری ۱/۲۶۷)

لہذا ''حیات'' سے ان کا نام بن گیا ''حوا''۔

روایتوں میں ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے ان کا نام پوچھا تو خود حضرت آدم علیہ السلام نے ''حوا'' نام بتایا اور وجہ یہ بتائی کہ وہ ایک زندہ؛ یعنی مجھ سے پیدا ہوئی ہے۔

رہائش میں بیوی شوہر کے تابع ہے

جب دونوں کا نکاح ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ.(البقرۃ:۳۵)

ترجمہ: اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو۔

یعنی آدم اور حوا! تمھارا گھر اب جنت کے اندر ہوگا، جنت میں تم کو رہنا ہے۔

اِس آیت میں غور کرو! پہلے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کہا: أنت: آدم! تم۔

پھر دوسرے نمبر پر فرمایا: وزوجك. اور تمھاری بیوی جا کر جنت میں رہو۔

اِس سے ایک مسئلہ یہ نکلتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو جہاں لے جا کر رکھنا چاہے عورت کو وہاں جا کر رہنا چاہیے۔ شوہر کہے: چلو! مدینہ جا کر رہیں گے تو عورت کو خوشی خوشی تیار ہوجانا چاہیے کہ مدینہ جا کر رہیں گے اور اگر شوہر کہے کہ: چلو! انڈیا جا کر رہتے ہیں تو بیوی کو اس کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے۔

الغرض! اِس آیت سے یہ نکتہ اور سبق نکلتا ہے کہ بیوی رہنے میں شوہر کے تابع ہے، شوہر جہاں رکھنا چاہے بیوی کو وہاں جا کر رہنا چاہیے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حوا رضی اللہ عنہا کونسی جنت میں رہتے تھے؟

خیر! دونوں جنت میں رہنے چلے گئے۔

کونسی جنت میں گئے؟ الگ الگ اقوال ہیں:

بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ ''جنة المأویٰ'' جس کے متعلق ''سورۂ نجم'' میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدۡ رَاٰهُ نَزۡلَةً اُخۡرٰی ۝۱۳ عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰی ۝۱۴ عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰی ۝۱۵

ترجمہ: اور پکی بات ہے کہ اس رسول نے اس (فرشتے) کو (اصلی شکل میں) ایک اور مرتبہ بھی دیکھا ہے، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس (یعنی اس بیری کے درخت کے پاس جو حد کی انتہا کے پاس واقع ہے) اس (بیری) کے پاس (آرام سے) رہنے کی جگہ ہے۔

یہ ''جنة المأوىٰ'' یعنی رہنے کی جنت میں جا کر حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا رہنے لگے۔ (البداية والنهاية: ۱/۷۷)

دوسری روایتوں میں آتا ہے کہ ''جنة الخُلد'' یعنی خلد نام کی ایک جنت ہے، وہاں جا کر حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا رہنے لگے۔ (قرطبی ۱/۲۰۸، ۲۰۷)

جنّت میں قیام کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں بسایا، جنت میں بسانے کی حکمت بعض مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ: آپ پہلے انسان تھے؛ اس لیے آبادترین شہر جنت میں بسایا گیا؛ تاکہ امن وسکون کا طریقہ سیکھ لیوے اور زندگی گزارنے کا ملکہ اور استعداد حاصل ہو جائے۔

جنت میں رہنے کی مدت

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوّا جنت میں رہنے لگے۔

کتنا رہے؟ رہنے کا وقت الگ الگ بتایا جاتا ہے:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ: ہم کو اس کی کوئی گنتی معلوم نہیں۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ: ماں حوّا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام دونوں جنت

میں چھ ہزار سال تک رہے ہیں، پھر دنیا میں آئے۔

بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ: ماں حوّا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام ایک منٹ کے لیے جنت میں رہے اور جنت کی ایک منٹ دنیا کے ایک سوتیس (۱۳۰) سال کے برابر ہوا کرتی ہے؛ گویا ایک سوتیس سال رہے۔

ایک روایت میں ہے کہ: ظہر اور عصر کے درمیان میں جتنا وقت ہوتا ہے اتنے وقت تک جنت میں رہے اور جنت کی ظہر اور عصر کے درمیان میں دوسو پچاس سال کا فاصلہ ہوتا ہے، گویا تقریبا دوسو پچاس سال تک دونوں جنت میں رہے۔ (درمنثور: ۱/۱۲۷)

جنّت جی بھر کر کھانے کی جگہ ہے، دنیا نہیں!

اب جنّت میں دونوں رہ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا:

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا. (البقرۃ:۳۵)

ترجمہ: اور تم دونوں اس (جنت) میں سے (جو چاہو) جہاں سے چاہو خوب جی بھر کر کھاؤ۔

کھانے، پینے کی بات فرمائی: اے آدم اور حوا! جنت میں سے جہاں سے کھانا ہو کھاؤ، جو کھانا ہو کھاؤ اور خوب جی بھر کے، پیٹ بھر کر کے کھاؤ، تینوں چیزوں کی اجازت دی:

① پوری جنت میں سے کھاؤ۔

② جتنا چاہو اتنا کھاؤ۔

③ خوب پیٹ اور جی بھر کے کھاؤ۔

قرآن میں لفظ ''رَغَدا'' آیا ہے۔ ''رغدًا'' کا کیا معنی ہوتا ہے؟

بافراغت، بغیر روک ٹوک کے، اچھی طرح۔ (از: لغات القرآن)

جنت میں بغیر تکلیف کے نعمتیں ملیں گی

① اللہ تعالیٰ کی جنت ایسی ہے کہ جہاں کھانے، پینے کی چیز حاصل کرنے میں تم کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، بغیر تکلیف کے میں تم کو جنت میں نعمتیں دوں گا۔

میری دینی بہنو! دنیا میں جو نعمت ہم کو ملتی ہے اس نعمت کے لیے کچھ نہ کچھ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، مرد بے چارہ کمانے کی تکلیف اٹھاتا ہے اور ہماری دینی بہنیں بے چاری پکانے کی تکلیف اٹھاتی ہیں، دنیا میں تکلیف ہے، جنت میں جو نعمتیں ہیں ان نعمتوں کے ملنے میں کوئی تکلیف نہیں، دل میں ارادہ کیا اور وہ چیز سامنے آجائے گی، وہ کھانا سامنے آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل وکرم سے ایسی جنّت عطا فرمائے، آمین۔

جنت کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی

② جنت میں اللہ تعالیٰ جو نعمتیں دیں گے ''رَغَدًا'' وہ کم بھی نہیں ہوں گی اور ختم بھی نہیں ہوں گی۔

دنیا میں تو ہمیں دیکھتے رہنا پڑتا ہے کہ چاول کا ذخیرہ (rice stock) کم ہو رہا ہے تو نئے چاول منگوانے کی فکر کرو، تیل ختم ہوگیا تو نیا تیل منگوانے کی فکر کرو، جنت میں کوئی نعمت کم بھی نہیں ہوگی، ختم بھی نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: آدم اور حوا! کھاؤ، میری نعمت کم بھی نہیں ہوگی اور میری نعمت ختم بھی نہیں ہوگی۔

عورت کھانے پینے میں مرد کے تابع نہیں

اِس آیت سے ایک عجیب بات معلوم ہوئی کہ عورت رہنے میں تو مرد کے تابع ہے؛ لیکن کھانے پینے میں مرد کے تابع نہیں ہے، دونوں کی اپنی اپنی پسند، اس میں شوہر مجبور نہیں کرسکتا کہ تجھے بھی یہی کھانا پڑے گا، مرد کو ایک چیز پسند ہے اور عورت کو دوسری چیز پسند ہے تو مرد مجبور نہیں کرسکتا؛ اِس لیے کہ کھانے پینے کے بارے میں شریعت کی حلال کی ہوئی چیزوں میں دونوں آزاد ہیں، اپنے اختیار اور اپنی پسند سے جس کو جو کھانا ہو وہ کھاوے، اس میں بیوی شوہر کو پابند نہیں بنا سکتی اور شوہر بیوی پر زبردستی نہیں کرسکتا ہے، یہی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔

روٹی، کپڑے اور مکان کا انتظام مرد کی ذمے داری ہے

میری دینی بہنو! اِس آیتِ کریمہ نے ایک اور عجیب بات ہم کو سکھائی، اللہ کرے کہ وہ ہماری بہنوں کو سمجھ میں آجائے، وہ بات یہ ہے کہ عورت کے لیے تین چیزوں کا انتظام کرنا مرد کے ذمے ہے: مکان، لباس اور کھانا۔

① گھر اور مکان کا انتظام کرنا: ایسا مکان جس میں ایک غسل خانہ اور استنجا خانہ ہو، جس میں رہ سکے، سو سکے اور کھانا پکا سکے، کم سے کم اتنا انتظام کرنا ضروری ہے۔

② دوسری چیز: لباس؛ اپنی بیوی کے ضروری کپڑوں کا انتظام کرنا۔

''ضروری کپڑے'' کہہ رہا ہوں، آپ کی جو چاہت کے مطابق ہمیشہ نئے فیشن والے کپڑے ضروری نہیں ہے، بدن چھپا سکے اتنے درمیانی قسم کے کپڑے۔

③ تیسری چیز: غذا؛ یعنی کھانے کا انتظام۔

اِن تین چیزوں کا انتظام کرنا اللہ تعالیٰ نے مرد کے ذمے رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ حکم قرآن کی ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ: ہم نے کہا کہ: اے آدم! یقین رکھو یہ (ابلیس) تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے، سو تم (محنت کر کے ضروریات پوری کرنے کی) مصیبت میں پڑ جاؤ (۱۱۷) یقینی بات ہے کہ اس (جنت) میں تمھارے لیے فائدہ یہ ہے کہ تم بھوکے بھی نہیں ہوں گے اور تم ننگے بھی نہیں ہوں گے (۱۱۸) اور یقینی بات ہے کہ اس (جنت) میں تم پیاسے بھی نہیں رہو گے اور دھوپ کی تکلیف بھی نہیں اٹھاؤ گے (۱۱۹)۔ (سورۂ طٰہٰ)

اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم (order) دے رہے ہیں کہ یہ شیطان تمھارا دشمن ہے، تم کو جنّت سے نکال نہ دے، اگر تم جنت سے نکل کر دنیا میں گئے تو تم کو تکلیف میں پڑنا پڑے گا۔ کونسی تکلیف؟

کمانے کی، ضرورت کے پورا کرنے کے لیے محنت کرنے کی تکلیف وغیرہ۔

جنّت میں کمانے کی ضرورت نہیں، نوکری اور کاروبار نہیں، جنت میں اللہ تعالیٰ بیٹھے بٹھائے کھلاتے رہتے ہیں اور دنیا میں پیسے کمانے کی محنت کرنی پڑے گی۔

کمانا عورت کے ذمے نہیں ہے

یہ ذمے داری اللہ تعالیٰ نے اکیلے حضرت آدم علیہ السلام پر ڈالی، حضرت حوّا پر نہیں

ڈالی، معلوم ہوا کہ مرد ذمے دار ہے کہ عورت کے لیے مکان، کپڑے، کھانے کا انتظام کرے، اگر انتظام نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

عورت کی ذمے داری کیا ہے؟

اور عورتوں کو کیا کرنا ہے؟ فرمایا:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط (الأحزاب:۳۳)

ترجمہ: (اے ایمان والی عورتو!) تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو (یعنی ٹھہری رہو) اور پہلی جاہلیت کی طرح (پرائے مردوں کو) اپنا بناؤ سنگھار (میک اپ) دکھلاتی مت پھرو اور تم نماز قائم کرتی رہو اور تم زکاۃ دیتی رہو اور تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو۔

یعنی اے عورتو! تم کو مکان کی، گھر کی ذمے داری اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے، تمھیں گھر میں رہنا ہے، نماز پڑھنی ہے، روزے رکھنے ہیں، زکوۃ دینی ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات ماننا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے گھر کے باہر کی (outside) ذمے داری مرد کو اور گھر کے اندر (inhome) کی ذمے داری عورت کو دی۔

درخت کے پاس جانے کی ممانعت

دونوں: ماں حوّا اور حضرت آدم علیہما السلام خوب مزے سے رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ایک حکم یہ دیا تھا:

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ. (البقرة:۳۵)

ترجمہ: اور(اے آدم وحوا!) تم دونوں اس خاص درخت کے قریب مت جانا! ورنہ تم دونوں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

یعنی پوری جنت میں گھومو، پھرو، خوب کھاؤ، پیو؛ لیکن ایک درخت اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ اس کے پاس بھی مت جانا، اگر تم اس کے پاس گئے تو تم ظالم ہو جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم میں چون و چرا کی گنجائش نہیں

میری دینی بہنو! سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پوری جنت کی آزادی دے دی، کہیں بھی جاؤ، کچھ بھی کھاؤ؛ لیکن ایک درخت سے کیوں منع فرما دیا؟

اس میں ایک بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ: اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے اور تمام انسانوں کے مالک ہیں اور آدم اور حوّا علیہما السلام نیز تمام انسان اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس چیز سے چاہے روکے، بندوں کو پوچھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس لیے جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہم کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو کہیں کہ: اے اللہ! آپ نے کیوں منع کیا؟ ابھی جو آیت پڑھی تھی:

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى.

اور پہلی جاہلیت کی طرح (پرائے مردوں کو) اپنا بناؤ سنگھار دکھلاتی مت پھرو۔

اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا کہ کھلی مت پھرو، اب ہم کو حق نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو پوچھنے جائیں کہ: اے اللہ! یہ کافر، غیر مسلم عورتیں کتنی کھلی پھرتی ہیں، بال کھلا، جسم کھلا! اور مسلمان عورتوں کو کیوں منع کیا؟

ہم کو کوئی حق نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو پوچھنے جائیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے اور بندیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا تو ہم کو اس کی پابندی کرنی ہے۔

جنت میں ایک درخت کے قریب جانے سے روکنے کی حکمت ہماری تربیت مقصود تھی

درخت سے منع فرمانے کی حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے، اللہ تعالیٰ کی شفقت ہے، اللہ تعالیٰ ہماری تربیت فرمانا چاہتے ہیں؛ اس لیے کہ ابھی دنیا میں آنا باقی تھا، اگر ایک درخت سے بھی اللہ تعالیٰ منع نہ فرماتے تو انسان کے مزاج اور طبیعت میں آزادی آجاتی، اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ ایک چیز سے منع کردوں؛ تاکہ یہ میرے بندے اور بندیاں کچھ چیزوں سے رُکنے والے بنیں۔

اس لیے کہ دنیا میں کچھ کام کرنے کے ہیں اور کچھ کام نہ کرنے کے ہیں۔ کچھ کھانے کی چیزیں ہیں اور کچھ نہ کھانے کی چیزیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے جنت ہی سے ہمارا مزاج بنایا، ہماری تربیت (training) کی کہ پوری جنت میں سے کھاؤ، گھومو، پھرو؛ لیکن ایک درخت کے پاس مت جانا، اِس طرح اللہ تعالیٰ ہم پر شفقت فرمارہے ہیں، ہم پر مہربانی کررہے ہیں، ہماری تربیت کرتے ہیں۔

جیسے ایک بہت شفقت کرنے والی ماں ہوتی ہے، وہ ماں اپنے بچے کو کہتی ہے: بیٹا! تو چاکلیٹ (sweet) زیادہ مت کھانا؛ ورنہ تیرے پیٹ میں کیڑے پڑیں گے، یہ ماں کی محبت ہے کہ اپنے بچے کو غلط چیز سے بچاتی ہے۔

میری دینی بہنو! اللہ پاک کی قسم! اللہ تعالیٰ ستر (۷۰) ماؤں سے بھی زیادہ محبت

کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری تربیت فرما رہے ہیں، ہم پر شفقت کر رہے ہیں، مہربانی کر رہے ہیں؛ تاکہ یہ انسان آزاد نہ ہوجائیں، آوارہ نہ ہوجائیں؛ اور جب اس طرح کا مزاج بن جائے گا تو دنیا میں آکر محرمات اور ممنوعات سے بچنا آسان ہوجائے گا اور جب انسان محرمات اور ممنوعات سے بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا قرب اس کو حاصل ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ۔ (سنن الترمذی، ابواب الزھد، رقم:۲۳۰۵)

ترجمہ: تم حرام چیزوں سے بچو، سب لوگوں سے زیادہ عبادت کرنے والے بن جاؤ گے۔

درخت نہیں، درخت کے پاس بھی نہ جانا

پھر آگے بات سوچو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس درخت کے پاس بھی مت جانا؛ اس لیے کہ پاس جاؤ گے تو کھاؤ گے، دور رہو گے تو کھانے سے بچے رہو گے۔

سمجھ میں آیا کہ جو گناہ کی چیز ہو تو اس کے پاس بھی نہیں جانا چاہیے، جو آدمی گناہ کے پاس جائے گا وہ گناہ میں پڑ جائے گا اور جو گناہ سے دور رہے گا اللہ تعالیٰ گناہ سے اس کی حفاظت کریں گے۔

دیکھو! قرآنِ مجید کی ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے کتنا کھلم کھلا فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ (بنی اسرائیل)

ترجمہ: اور تم زنا کے پاس بھی مت جاؤ، یقینی بات ہے کہ وہ (زنا) تو بڑی بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔

زنا کے پاس بھی مت جاؤ کا کیا مطلب؟

کوئی اجنبی مرد اجنبی عورت کے پاس نہ جائے، بات نہ کرے، پرایا مرد پرائی عورت سے بات بھی نہ کرے، پاس بھی نہ جاوے؛ اس لیے کہ پاس جائیں گے تو بات کرنے کی خواہش ہوگی، بات کریں گے تو قریب اور بے تکلف ہونے کا دل چاہے گا، بے تکلف ہوں گے تو آہستہ آہستہ زنا ہوگا۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مہربانی ہے، جیسے بچہ چولہے کے قریب جاتا ہے تو اندر گرنے کا خطرہ رہتا ہے، ایک شفیق باپ اور مہربان ماں بچے کو آگ کے قریب جانے سے بھی روکتے ہیں، اللہ تعالیٰ تو ستّر ماؤں سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔

وہ کونسا درخت تھا؟

میری دینی بہنو! وہ کون سا درخت تھا جہاں جانے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو منع فرمادیا؟

اِس سلسلے میں الگ الگ روایتیں ہیں، میں آپ کو وہ روایتیں سناتا ہوں:

ایک روایت میں آتا ہے کہ وہ ''کھجور کا درخت'' تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ وہ ''انجیر کا درخت'' تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ وہ ''اترنج کا درخت'' تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ وہ ''گیہوں کا درخت'' تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ وہ ''بادام کا درخت'' تھا۔(در منثور: ۱/۱۰۷، جلالین شریف، ص:۸)

ایک روایت ایسی ہے کہ وہ کوئی ایسا درخت تھا کہ جو بھی اس کو کھالیوے تو اس کا وضوٹوٹ جاوے اور جنت میں ہوا نکلنا، ناپاکی کا ہونا ٹھیک بات نہیں؛ اس لیے اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کو بچانا چاہتے تھے۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وہ درخت تھا جس کے بارے میں حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ فِيْ الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِأَةَ عَامٍ.(البخاری، باب ماجاء فی صفة الجنة، حدیث: ۳۲۵۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ ایک گھڑسوار سو (۱۰۰) سال تک اس درخت کے سایہ میں چلے گا۔

کہتے ہیں کہ: یہ وہی درخت ہے جس درخت کے پاس جانے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کو منع فرمایا تھا۔

تمام گناہ ظاہر میں خوش نما معلوم ہوتے ہیں

اس درخت کے پھل مکھن (butter) سے زیادہ نرم اور شہد (honey) سے بھی زیادہ میٹھے تھے۔

میری دینی بہنو! ایک بات یاد رکھنا! جتنے بھی گناہ ہوتے ہیں وہ اوپر سے میٹھے، نرم اور بڑے پیارے اور اچھے معلوم ہوتے ہیں، جس درخت کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا اس درخت کے پھل اللہ تعالیٰ نے نرم نرم اور میٹھے میٹھے بنائے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ امتحان لیوے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا رُکتے ہیں یا للچا کر کھالیتے ہیں۔

ہر گناہ کا یہی حال ہے، اللہ تعالیٰ خود قرآن میں فرماتے ہیں:

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ. (النمل:۲۴)

ترجمہ: اور شیطان نے ان کو یہ سمجھا دیا ہے کہ ان کے (کفر کے یہ) کام بہت اچھے ہیں۔

یعنی شیطان برے، گندے اور گناہ کے کاموں کو سجا کر انسان کو دکھلاتا ہے؛ تاکہ انسان اس کی سجاوٹ کی وجہ سے اس سے للچا کر گناہ کرنے والا بن جاوے۔

آپ دیکھ لو! جتنے بھی گناہ ہیں: ٹی وی کتنی للچانے والی چیز ہے؟ میوزک کتنی للچانے والی چیز ہے؟ جتنے بھی گناہ ہیں سب کو آپ دیکھ لو! تمام گناہ ظاہر میں میٹھے میٹھے اور اوپر سے نرم اور بہت پیارے اور بہت اچھے لگتے ہیں؛ لیکن اندر سے عذاب کے اعتبار سے وہ بہت کڑوے ہیں، بہت خطرناک ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ
(شیطان نے صرف ماں حوا کو نہیں بہکایا تھا)

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا دونوں اس درخت سے دور دور تو رہتے تھے؛ لیکن ہمارا پرانا دشمن شیطان وہاں پر بھی حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا پر محنت کرنے کے لیے گیا۔

میں آپ کو یہاں ایک بہت اہم بات -جو سب لوگوں میں مشہور ہے اور غلط مشہور ہے- بتلانا چاہتا ہوں، عام طور پر لوگ یہ قصہ بیان کرتے ہیں کہ: شیطان نے

ماں حوا کو بہکایا تھا اور پھر ماں حوا نے حضرت آدم علیہ السلام کو بہکایا اور پھر دونوں نے کھالیا۔

پھر بعض لوگ اس کے نتیجے میں ہماری دینی بہنوں کو ڈانٹتے ہیں کہ تمھاری وجہ سے جنت سے نکلنا پڑا وغیرہ وغیرہ۔

یہ بات بالکل غلط ہے، میں آپ (مستورات) کی طرف داری (favour) کرتا ہوں، قرآن میں اللہ تعالیٰ سورۂ طٰہٰ میں ارشاد فرماتے ہیں:

فَوَسْوَسَ اِلَیْہِ الشَّیْطٰنُ.

ترجمہ: سو شیطان نے ان (آدم) کے دل میں وسوسہ ڈالا۔

اِس آیت میں تو یہ ہے کہ شیطان نے صرف حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا۔

اللہ تعالیٰ کی تین بڑی مخلوقات

یہ بات یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی تین بڑی بڑی مخلوق کو ہم جانتے ہیں:

① ایک بڑی مخلوق ہیں؛ فرشتے جن کو اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے پیدا فرمایا۔

② دوسری بڑی مخلوق ہیں؛ شیطان اور اسی کے ساتھ ساتھ ہیں جنات، ان کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے تقریباً دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا۔

③ تیسری بڑی مخلوق ہیں؛ انسان۔

میں آپ کے علم کے لیے یہ بات بتلاتا ہوں: پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا، دوسرے نمبر پر شیطان اور جنات کو پیدا فرمایا اور تیسرے نمبر پر انسان کو پیدا فرمایا۔

انسان تو سب سے اخیر میں پیدا ہوئے ہیں اور انسانوں کے پیدا ہونے سے پہلے دنیا میں کون رہتا تھا؟ شیطان اور جنات رہتے تھے۔

ایک لطیفہ

اِس پر میں ایک لطیفہ کہا کرتا ہوں کہ: بعض لوگ جو یوں کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ''جن'' گھس گئے ہیں، تو بات الٹی ہونی چاہیے کہ ہم (انسان) جِنوں کے مکان میں گھس گئے ہیں۔ اگرچہ روایتوں میں آتا ہے کہ جناتوں نے جب زمین پر فساد مچایا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا لشکر بھیجا، انھوں نے جنوں کو مار مار کر جزائر اور پہاڑوں کی طرف بھگایا اور انسانوں کے آنے اور بسنے کے لیے پوری زمین خالی کروا ڈالی؛ اس لیے اب بھی زیادہ تر جنات پہاڑوں میں یا جنگلات میں رہتے ہیں۔ (در منثور: ۱/۹۴-۹۳)

شیطان سب سے بڑا عبادت گزار تھا

یہ جو سب سے بڑا شیطان ہے ابلیس؛ وہ بہت نیک تھا، اتنا نیک تھا کہ پوری زمین کے اوپر کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں شیطان نے سجدہ نہ کیا ہو، پوری دنیا میں شیطان نے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کیا ہے، شیطان اتنا بڑا عبادت کرنے والا تھا۔

شیطان میں تین ''عین'' تھے، چوتھا ''عین'' نہیں تھا

میں آپ کو ایک نکتے کی بات سمجھا جاتا ہوں، اللہ کرے کہ آسانی سے سمجھ میں آجاوے! شیطان بہت بڑا عابد تھا، شیطان بہت بڑا عالم بھی تھا اور شیطان بہت بڑا عارف بھی تھا، اللہ تعالیٰ کو پورے طور پر پہچانتا تھا۔

دیکھو! تین الفاظ (words) ہیں: ① عابد ② عالم ③ عارف۔

عابد کا مطلب: عبادت کرنے والا۔ عالم کا مطلب: علم والا۔

اور عارف کا مطلب: اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا۔

شیطان کے عارف باللہ ہونے کی دلیل

شیطان عارف باللہ ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ انسان کو جب کسی سے کوئی کام نکلوانا ہوتا ہے تو اس کے مزاج اور ''موڈ'' کو دیکھا جاتا ہے، اچھے موڈ کے وقت میں مشکل کام بھی آسانی سے ہوجاتے ہیں اور خراب موڈ کے وقت آسان کام بھی مشکل ہوجاتے ہیں، یہ انسان کا حال ہے۔ باری تعالیٰ ان کیفیات سے پاک ہیں، یہ شیطان کو معلوم تھا؛ اسی لیے تو عین اس وقت جب اس کو بارگاہِ الٰہی سے نکالا گیا اس نے لمبی عمر کی مہلت مانگی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ عارف باللہ تھا۔ قرآن میں ہے:

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ (الأعراف)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے ابلیس!) تو یہاں (آسمان) سے نیچے اتر، تجھے حق نہیں ہے کہ یہاں رہ کر کے تو تکبر کرے، تو (یہاں سے) نکل جا، یقیناً تو ذلیلوں میں سے ہے (۱۳) ابلیس نے کہا: (اے اللہ!) تو مجھ کو اس دن تک زندہ رہنے کی مہلت دے جس دن مردے دوبارہ زندہ کیے جائیں گے (۱۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یقیناً تجھ کو مہلت دے دی گئی ہے (۱۵) ابلیس نے کہا: (اے اللہ!) جیسا تو نے مجھ کو گمراہ کردیا، میں بھی ان (انسانوں کی تاک میں) تیرے سیدھے راستے پر بیٹھ جاؤں گا (۱۶) پھر ان (انسانوں) کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان (انسانوں) کی داہنے

طرف سے اور ان (انسانوں) کی بائیں طرف سے بہکانے کے لیے (حملہ کرنے) آؤں گا اور تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر کرنے والا نہیں پائے گا۔

اِس آیت میں ایک اہم نکتہ

اِس آیت میں جو شیطان نے گمراہ کرنے کی بات کہی، اس میں غور کرو! اس نے کہا کہ: سامنے سے، پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے میں انسانوں کو گمراہ کروں گا؛ اس لیے کہ سامنے دیکھ کر چلو تو کسی غیر محرم عورت پر، غلط اور حرام چیز پر نظر پڑ جائے گی، دائیں بائیں دیکھنے میں کسی کے مکان میں نظر پڑ جائے گی، پیچھے مڑ کر دیکھنے میں کسی غلط جگہ پر نظر پڑ جائے گی؛ البتہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے دو جہتیں بھلوا دیں: ایک اوپر، دوسری نیچے اور ہم جانتے ہیں کہ اوپر دیکھ کر چلنے میں دو خطرے ہیں:

① آج کل جو اونچی عمارتیں بنی ہیں تو کسی عمارت کی گیلری (Gallery) یا برآمدے میں کھڑی کسی اجنبیہ عورت پر نظر پڑ جائے گی۔

② اسی طرح اوپر دیکھ کر چلنے والے کو لوگ تھوڑا پاگل جیسا سمجھتے ہیں؛ اس لیے اب سلامتی صرف نیچے دیکھ کر چلنے میں ہے، خود باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ.

ترجمہ: (اے نبی!) ایمان والے مردوں سے تم کہو کہ: وہ اپنی نظروں کو نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں، یہی ان کے لیے بڑا پاکیزہ طریقہ ہے، یقیناً جو کام وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے اور (اے نبی!) تم ایمان والی عورتوں کو (بھی) کہو کہ: وہ اپنی نظروں کو نیچے رکھا کریں۔ (سورۂ نور)

شیطان عاشق نہیں تھا

بہر حال! میں یہ بتلا رہا تھا کہ یہ تین الفاظ ہیں اور تینوں میں پہلا ’’عین‘‘ ہے، عابد میں بھی پہلا عین، عالم میں بھی پہلا عین، عارف میں بھی پہلا عین ہے۔

شیطان میں تینوں ’’عین‘‘ تھے؛ لیکن اس میں ایک چوتھا ’’عین‘‘ نہیں تھا؛ اسی لیے وہ گمراہ ہو گیا، بھٹک گیا۔ شیطان بڑا عبادت کرنے والا، بڑا عالم، بڑا اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا؛ لیکن میری دینی بہنو! شیطان عاشق نہیں تھا، اگر اللہ تعالیٰ کا عاشق ہوتا تو وہ کبھی گمراہ نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنا سچا پکا عاشق بنا دیویں۔

میری پیاری بہنو! عشق کرنے کے لائق ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، اللہ تعالیٰ سے خوب خوب عشق کرو، اللہ تعالیٰ سے ٹوٹ کر محبت کرو، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ. (البقرۃ:۱۶۵)

یعنی ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوب زیادہ محبت و عشق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنا عشق عطا فرمائے، آمین۔

عاشق کس کو کہتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا وہ حکم سمجھ میں آوے کہ نہ آوے اس کو پورا کرے اس کو ’’عاشق‘‘ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا مزاج، ہماری سوچ، ہماری طبیعت ایسی بنا دے کہ شریعت کا جو حکم ہے، جو قانون ہے ہم کو سمجھ میں آوے کہ نہ آوے ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے والے بنیں۔

شیطان اور وسوسہ

بہر حال! یہ شیطان کسی طرح جنت میں پہنچ گیا یا جنّت کے دروازے سے اس نے وسوسہ ڈالا:

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ. (طه:۱۲۰)

ترجمہ: سو شیطان نے ان (آدم علیہ السلام) کے دل میں وسوسہ ڈالا۔

قرآن میں دوسری جگہ پر ہے:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ. (الأعراف:۲۰)

شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا۔

قرآن کی اِن آیات سے پتہ چلتا ہے کہ صرف ماں حوا کو وسوسہ نہیں ڈالا تھا۔

اس لیے یہ بات جو چل پڑی ہے کہ شیطان نے ماں حوا ہی کو بہکایا تھا، پھر انھوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو درخت کھانے کے لیے سمجھایا یہ غلط ہے، ایسا نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں، پھر بے چاری ہماری دینی بہنوں کو بدنام کرتے ہیں کہ تمھاری وجہ سے جنّت سے نکلنا پڑا، ایسی بات نہیں ہے۔

شیطان صرف وسوسہ ڈال سکتا ہے

یاد رکھنا دینی بہنو! شیطان کو اللہ تعالیٰ نے صرف ایک طاقت دی ہے کہ وہ دل میں گندے وسوسے ڈال سکتا ہے، وسوسے کے علاوہ شیطان کچھ نہیں کر سکتا۔

آپ نے کبھی اپنی زندگی میں ایسا دیکھا کہ کوئی شیطان آپ کو ہاتھ پکڑ کر گناہ کرنے کے لیے لے جاوے!

ہاں! انسانوں کے اندر جو شیطان کے ایجنٹ ہیں وہ ایسا کر سکتے ہیں؛ لیکن جو اصلی شیطان ہیں وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتے کہ کسی کو پکڑ کر زبردستی گناہ کروادے، وہ صرف اور صرف دل میں وسوسہ ڈالتے ہیں۔

وسوسے کا مطلب: دل میں گندے گندے، برے برے خیال کا آنا ہے۔

شیطان نے وسوسہ کیسے ڈالا؟

اب ایک اہم بات سوچنے کی ہے کہ شیطان نے وسوسہ کیسے ڈالا؟

اس میں دو باتیں ممکن ہیں:

① نافرمانی کے باوجود شیطان کے جنت میں آنے جانے پر پابندی نہیں تھی؛ اس لیے کبھی کبھی وہ جنت میں آتا جاتا تھا تو اس نے جنت میں آکر وسوسہ ڈالا۔

② جنت کے باہر سے دل پر وسوسہ ڈالا، جیسے آج کے زمانے میں آواز کی لہر اور شعاؤں کے ذریعے، مصنوعی سیاروں (سیٹیلائٹ) کے ذریعے دور دور تک آواز پہنچائی جاتی ہے، اس طرح کی کوئی تدبیر اس نے وسوسے کے لیے اپنائی ہوگی۔

وسوسے سے بچنے کی چند دعائیں

آج عام طور پر ہمارے بہت سے بھائی اور بہت سی ہماری دینی بہنیں گندے وسوسوں سے پریشان ہیں۔ تو میں آپ کو دو، تین دعائیں بتلاتا ہوں، یہ دعائیں یاد کرلو اور ان کو پڑھتے رہو، ان شاء اللہ تعالیٰ! اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ وسوسوں سے حفاظت کریں گے، یہ بہت قیمتی اور طاقتور (power full) دعائیں ہیں۔

وسوسے سے بچنے کی پہلی دعا

رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

ترجمہ: اے میرے رب! شیطان جو میرے دل میں گندے اور ناپاک خیالات اور وسوسے ڈالے اس سے میں حفاظت مانگتا ہوں، میری حفاظت فرمایئے اور شیطان میرے پاس آوے اے اللہ! اس سے بھی میری حفاظت فرمایئے۔ (سورۂ مؤمنون)

شیطان سب سے بڑا مکار ہے؛ اس لیے سب سے بڑے حفاظت کرنے والے اللہ تعالیٰ سے ہم حفاظت چاہیں۔

جو مسلمان مرد یا عورت یہ دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسے سے بھی حفاظت کریں گے اور شیطان اس کے پاس بھی ان شاء اللہ! نہیں آسکے گا۔

وسوسہ سے بچنے کی دوسری دعا

شیطان بہت پریشان کرتا ہو اور دل میں گندے گندے وسوسے آتے ہوں تو دوسری دعا میں آپ کو بتلاتا ہوں، یہ دعا بھی قرآن میں آئی ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی کے نام کی برکت حاصل کرتے ہوئے (میں پڑھتا ہوں) جن کی رحمت سب کے لیے ہے، جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

(اے نبی!) تم کہہ دو: میں حفاظت لیتا ہوں سب لوگوں کے رب کی ﴿۱﴾ سب

لوگوں کے بادشاہ کی ﴿۲﴾ سب لوگوں کے معبود کی ﴿۳﴾ اس وسوسہ ڈالنے والے (شیطان) کے شر سے جو پیچھے چھپ جاتا ہے ﴿۴﴾ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے ﴿۵﴾ چاہے وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے ہو۔

سورۂ ناس پڑھنے سے بھی شیطان کے وسوسوں سے اللہ حفاظت فرماتے ہیں۔

دیکھو! کتنی پیاری بات! اللہ تعالیٰ کی تین صفتیں لاکر دعا کی گئی:

"رب الناس": لوگوں کے رب۔ "ملك الناس": لوگوں کے مالک۔

"اله الناس": لوگوں کے معبود۔

اے اللہ! یہ جو وسوسہ ڈالنے والے شیطان ہیں ان سے آپ میری حفاظت فرمایئے، یہ وسوسہ ڈالنے والے انسان بھی ہوتے ہیں اور جنات اور شیطان بھی ہوتے ہیں، دونوں طرح کے گندے گندے وسوسہ ڈالنے والوں سے اے اللہ! آپ میری حفاظت فرمایئے۔ لہذا گندے وسوسے آئیں تو "قل أعوذ برب الناس" پڑھ لیا کرو۔

وسوسے سے بچنے کی تیسری دعا

تیسری دعا میں آپ کو بتلاتا ہوں، امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جس مرد یا عورت کو وسوسے کی تکلیف ہو تو وہ قرآن کی یہ آیت پڑھے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③ (الحديد)

ترجمہ: وہی (اللہ تعالیٰ) سب سے پہلے اور آخر میں ہیں، ظاہر میں بھی ہیں چھپے ہوئے بھی ہیں اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو پوری طرح جانتے ہیں۔

اِس آیت کی برکت سے بھی اللہ تعالیٰ وسوسوں سے حفاظت فرمائیں گے۔

(ابنِ کثیر: ۳۸۶/۴، موسوعة التفسير المأثور عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

وسوسے سے بچنے کی ایک دوا

چوتھے نمبر پر ایک دوا بتلاتا ہوں کہ جب دل میں وسوسے آئیں تو اس کی طرف دھیان مت دو، اس کی طرف خیال مت لے جاؤ اور ”لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم“ پڑھا کرو، ان شاء اللہ! وسوسے ختم ہو جاہیں گے، اگر آپ وسوسے پر دھیان دیں گے تو دوسرا وسوسہ آئے گا، تیسرا آئے گا، وسوسے پر دھیان ہی مت دو، وسوسوں سے حفاظت ہوگی۔

وسوسے کا ایک علاج: ایک پرہیز

عام طور پر جب آدمی اکیلا بیٹھ کر سوچتا رہتا ہے تو وسوسے آتے ہیں؛ اس لیے جن کو ایسی وسوسے کی بیماری ہو ان سے خاص کہتا ہوں کہ: فارغ مت بیٹھو، گھریلو کام کرو، آرام کرو یا قرآن پڑھو، تسبیح پڑھو، تلاوت کرو، بیان کی سی ڈی سنو، قرآن کی سی ڈی سنو، بچوں کے ساتھ رہو۔

اکیلے اکیلے جو بیٹھے رہتے ہیں، کچھ کام نہیں کرتے، ان کو عام طور پر زیادہ وسوسے آتے ہیں، اپنے دماغ کو تم خالی مت رہنے دو تو ان شاء اللہ! اس سے بھی وسوسے سے حفاظت ہو جائے گی۔

الغرض! شیطان نے جا کر حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کے دل میں وسوسہ ڈالا اور جس درخت سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا اس کو کھانے کی دعوت دی۔

ان شاء اللہ! آگے والا واقعہ دوسری مجلس میں ذکر کریں گے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دنیا کی سب سے پہلی خاتون
ماں حوا رضی اللہ عنہا (دوسری قسط)

قرآن میں واقعات (قصے) بیان کرنے کا ایک مقصد

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بہت سارے واقعات بیان فرمائے ہیں، قرآن میں جو قصے آئے ہیں اس کی ایک حکمت خود قرآن سے معلوم ہوتی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (یوسف:۱۱۱)

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ ان کے واقعات میں عقل والوں کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔ (یعنی جن میں اللہ نے عقل رکھی ہے، سمجھ رکھی ہے وہ لوگ ان قصوں کو سنتے ہیں اور سن کر اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں)۔

عبرت کا مطلب

عبرت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ: دوسرے آدمی کی حالت سن کر یا دوسرے آدمی کی حالت دیکھ کر آدمی اپنے لیے نصیحت اور سبق حاصل کرے، فلاں آدمی بہت اچھے حالات میں ہیں تو وہ کیسے اچھے حالات میں ہو گیا، اس کو سمجھ کر خود کے لیے سوچے، یا فلاں آدمی مصیبت میں ہے تو کیوں مصیبت میں ہے؟ کسی پر عذاب آیا، آفت آئی تو اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کو سن کر، سمجھ کر اپنی حفاظت کا انتظام کرے، خود کو بچانے کی تدبیر کرے، اس کو "عبرت" کہا جاتا ہے۔

قرآن میں مردوں کے قصے بھی ہیں اور عورتوں کے قصے بھی ہیں، اچھے حالات کے واقعات بھی ہیں اور سزا اور تکلیف کے واقعات بھی ہیں اور اِن تمام قصوں کی ایک حکمت ہے: عقل والے لوگ اس سے سبق لیتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ وَاَهْلِ بَيْتِهِ وَاَهْلِ طَاعَتِهِ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ (الأعراف)

ترجمہ: اور اے آدم! تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو اور سو جہاں سے جو چیز تم

کھانا چاہو کھاؤ اور اس درخت کے پاس (بھی) مت جانا (جو گئے تو) تم دونوں زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے (۱۹) سو شیطان نے ان دونوں (آدم وحوا) کے دلوں میں (بہکانے کے لیے) وسوسہ ڈال دیا؛ تاکہ ان دونوں کی شرم کی جگہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں وہ ایک دوسرے کے سامنے کھول دیوے اور ابلیس کہنے لگا: تم دونوں کو تمھارے رب نے اِس درخت سے صرف اس لیے منع کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دونوں (اِس کو کھا کر) فرشتے بن جاؤ یا تم دونوں (جنت میں) ہمیشہ رہنے والوں میں سے بن جاؤ (۲۰) اور قسم کھا کر ان دونوں سے شیطان نے کہا: یقین رکھو! میں تم دونوں کے لیے بھلائی ہی چاہنے والوں میں سے ہوں (۲۱) شیطان نے دھوکا دے کر ان دونوں کو (اپنی بات ماننے کے لیے) مائل (تیار) کر ہی لیا، سو جیسے ہی ان دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان دونوں کی شرم کی جگہیں ایک دوسرے کے سامنے کھل گئیں اور دونوں اپنے (بدن) پر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر چپکانے لگے اور اس وقت ان دونوں کے رب نے ان کو آواز دی کہ کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت کے پاس جانے سے نہیں روکا تھا اور میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ یقیناً شیطان تم دونوں کا کھلم کھلا دشمن ہے؟ (۲۲) دونوں کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہم نے (آپ کے حکم کے خلاف کر کے) ہماری جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر (آپ) ہم کو معاف نہ کر دیں اور (آپ) ہم پر رحم نہ فرمائیں تو ہم ضرور تباہ و برباد ہو جائیں گے (۲۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم سب یہاں سے نیچے اترو، تم سب آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور تمھارے لیے زمین میں ایک مدت تک رہنے کی جگہ اور فائدہ اٹھانا ہوگا (۲۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زمین میں تم کو زندہ رہنا ہے اور زمین میں تم کو موت آئے گی اور زمین ہی سے تم (قیامت کے

دن) نکالے جاؤ گے(۲۵)۔

یہ سورۂ اعراف جو آٹھویں پارے کی سورت ہے اس میں آیت نمبر ۱۹ تا ۲۵ ہیں جس میں اللہ تعالیٰ ماں حوا رضی اللہ عنہا کے بقیہ قصہ کو بیان فرمایا ہے۔

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ
فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾
فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾
فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؗ
وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا
مِنْهَا جَمِيْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ۬ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ
فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ
كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ
اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ (طٰه)

ترجمہ: ہم نے کہا کہ: اے آدم! یقین رکھو یہ (ابلیس) تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے، سو تم (محنت کر کے ضروریات پوری کرنے کی) مصیبت میں پڑ جاؤ(۱۱۷) یقینی بات ہے کہ اس (جنت) میں تمھارے لیے فائدہ یہ ہے کہ تم بھوکے بھی نہیں ہو گے (یعنی ایسی بھوک نہیں لگے گی جس سے تکلیف ہو) اور تم ننگے بھی نہیں ہوں گے(۱۱۸) اور یقینی بات ہے کہ اس (جنت) میں

تم پیاسے بھی نہیں رہو گے اور دھوپ کی تکلیف بھی نہیں اٹھاؤ گے (۱۱۹) شیطان نے ان (آدم علیہ السلام) کے دل میں وسوسہ ڈالا، شیطان نے کہا: اے آدم! کیا میں تم کو بتاؤں ایسا درخت (جس کے کھانے سے) ہمیشہ کی زندگی اور ایسی بادشاہت جو کبھی پرانی نہ ہو وہ حاصل ہوتی ہے (۱۲۰) سو دونوں (آدم اور حوا) نے اس درخت میں سے (کچھ) کھالیا، اس پر ان دونوں کی شرم کی جگہ ان کے سامنے کھل گئی اور دونوں جنت کے پتوں کو ملا ملا کر اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم نے اپنے رب کی کہی ہوئی بات کو ٹال دیا، سو آدم (علیہ السلام) غلطی میں پڑ گئے (۱۲۱) پھر ان (آدم علیہ السلام) کو ان کے رب نے چن لیا، سو آدم (علیہ السلام) کی توبہ قبول فرمالی اور آدم (علیہ السلام) کو صحیح راستے پر (ہمیشہ) قائم رکھا (۱۲۲) (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: تم سب اس (جنت) سے نیچے (دنیا میں) اتر جاؤ، تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے، سو اگر تمھارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے، سو جو آدمی میری ہدایت پر چلے گا وہ گمراہ بھی نہیں ہوگا اور وہ کسی تکلیف میں بھی نہیں پڑے گا (۱۲۳) اور جو آدمی بھی میری نصیحت سے منہ پھرائے گا اس کو (دنیا اور قبر میں) بڑی تنگ زندگی ملے گی۔ (مراد: عذابِ قبر کی تنگی ہے اور دنیا میں قناعت سلب ہو جائے، حرص بڑھ جائے یہ بھی بڑا عذاب ہے)۔

اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے (۱۲۴) تو وہ بولے گا: اے میرے رب! تو نے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ حالاں کہ میں تو (دنیا میں) آنکھوں سے دیکھنے والا تھا (۱۲۵) (اللہ تعالیٰ) فرمائیں گے: تو نے (دنیا میں) ایسا ہی کام کیا تھا، ہماری آیتیں (دنیا میں) تیرے پاس پہنچی تھی (جیسا عمل ویسی سزا، دنیا میں احکام سے اندھے جیسا برتاؤ کیا تھا؛ اس لیے آج یہ سزا ہے) سو تو ان (آیتوں) کو

بھول گیا، (جس طرح تو ان آیتوں کو بھول گیا تھا) آج اسی طرح تجھے بھی بھلا دیا جائے گا (۱۲۶) جو شخص بھی حد سے آگے نکل جاتا ہے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتا ہے ہم اس کو اسی طرح سزا دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب تو واقعی زیادہ سخت اور زیادہ دیر باقی رہنے والا ہے (۱۲۷)

یہ سورۂ طٰہٰ کی ایک سو سترہ (۱۱۷) سے ایک سو ستائیس (۱۲۷) تک کی آیتیں ہیں جس میں حضرت حواؓ کے بقیہ قصے کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے۔

شیطان کا عجیب وسوسہ

میری دینی بہنو! کل بات یہاں تک پہنچی تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حواؓ کو شیطان نے وسوسہ ڈال کر یقین دلایا کہ: اے آدم! یہ جو درخت کھانے سے اللہ تعالیٰ نے تم کو منع کیا ہے یہ تو اُس وقت کی بات ہے جب تم جنت میں نئے نئے تھے، تمھارے اندر جنت کی نعمتوں کو ہضم کرنے کی طاقت نہیں تھی، اُس وقت تمھاری قوتِ ہاضمہ بھی کمزور تھی، اُس زمانے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم کو منع کیا تھا، اب تو جنت میں رہتے رہتے، جنت کی نعمتیں ہضم کرنے کی عادت بن گئی ہے؛ اس لیے اگر اب تم کھاؤ گے تو اس میں کوئی گناہ اور کوئی برائی نہیں ہوگی۔ (از: معارف القرآن ۱/۱۹۶)

سفر میں بدہضمی سے بچنے ایک عجیب نسخہ

جب آدمی سفر کر کے کسی دوسری جگہ، دوسرے ملک یا کسی دوسرے شہر جاتا ہے تو بعض مرتبہ شروع شروع میں ایسا ہوتا ہے کہ وہاں کی آب وہوا، وہاں کا پانی آدمی کی طبیعت اور پیٹ کو ذرا بھاری معلوم ہونے لگتا ہے۔

اسی لیے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ: آدمی جب سفر میں جاوے تو وطن سے کم ازکم ایک بوتل پانی ساتھ میں لے کر جاوے اور دوسری جگہ جہاں جاوے تو وہاں کا پانی پینے کے وقت اپنے وطن کا تھوڑا سا پانی بھی اس دوسری جگہ کے پانی میں ملا کر پی لیوے، اس کی وجہ سے صحت اور تندرستی اچھی رہتی ہے۔

شیطان کا ایک وسوسہ: ممانعت وقتی اور طبی تھی

شیطان نے یہ ایک عجیب وسوسہ ڈالا؛ گویا کہ وہ ممانعت اور رکاوٹ وقتی تھی، اس کا ایک ٹائم فکس تھا، وہ وقت چلا گیا، اب اگر تم اس درخت کو کھاؤ گے تو تم کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، گویا ایک طبی طور پر اور علاج کے طور پر تم کو منع کیا گیا تھا، یہ کوئی شرعی ممانعت نہیں تھی۔ شیطان نے ان کو ایسا غلط سبق پڑھایا۔ (معارف القرآن ۱/۱۹۶)

شیطان کا دوسرا وسوسہ: ایک خاص درخت کھانے سے منع فرمایا ہے

ساتھ میں ایسی بات بھی کہی کہ جس درخت کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے وہ ایک خاص درخت ہے، اس جیسا اگر کوئی دوسرا درخت جنّت میں ہو تو وہاں سے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، بس ایک مخصوص درخت ہے وہاں سے نہیں کھا سکتے۔

اس طرح کی غلط غلط باتیں شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو بتائی۔ (طبری ۱/۲۷۱-۲۷۰)

شیطان کا تیسرا وسوسہ: دائمی جنت ملے گی

ساتھ میں ایسا بھی کہا کہ: اس درخت کی تاثیر اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ جو بھی اس

کو کھاتا ہے تو اس کو جنت میں رہنے کا اجازت نامہ (Permit visa) مل جاتا ہے، ابھی تم لوگ عارضی یعنی ''کام چلاؤ ویزا'' پر جنت میں ہو؛ لیکن اگر اس درخت کو کھاؤ گے تو تم جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے؛ اس لیے کہ جو بھی اس درخت کو کھاتا ہے تو وہ ہمیشہ کے لیے جنت میں رہنے والا ہو جاتا ہے۔ (طبری ۱/۲۷۵، ۸/۴۶۸)

امام طبریؒ کی روایت

امام ابنِ جریر طبریؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت کے اس درخت کی شاخیں اور اس کی ٹہنیاں جنت ہی میں ایک دوسرے سے مل کر کے پھیلی ہوئی تھیں اور اس کے پھلوں کو اللہ کے فرشتے کھاتے تھے اور جو فرشتہ بھی اس درخت میں سے کھا لیتا تھا اس کو ہمیشہ والی زندگی نصیب ہو جاتی تھی؛ اس لیے شیطان نے یہی بات حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے کہی کہ:

دیکھو! فرشتے کھاتے ہیں تو فرشتوں کو ہمیشہ کی زندگی مل جاتی ہے، تم کھاؤ گے تو تم کو بھی ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو جائے گی۔ (طبری ۱/۲۷۳)

شیطان کا چوتھا وسوسہ: تم فرشتے بن جاؤ گے

اس نے یہ بھی کہا کہ: اس درخت کو کھانے کی برکت سے تم فرشتے جیسے بن جاؤ گے یعنی جیسی خوبیاں اور صفات فرشتوں میں ہیں وہ صفات تمھارے اندر آ جائیں گی، جیسے فرشتے ایک ایسی مخلوق ہیں کہ ان کو بھوک نہیں لگتی، ان کو پیاس نہیں لگتی، اے آدم اور حوا! تم بھی اگر اس درخت میں سے کھاؤ گے تو تم کو بھی کبھی بھوک نہیں لگے گی اور کبھی پیاس نہیں لگے گی؛ اسی لیے میں تمھیں مشورہ دیتا ہو کہ تم اس درخت میں سے کھا لو۔ (طبری ۱/۲۷۳)

شیطان کا ایک عجیب لالچ دلانا

شیطان نے ایک عجیب لالچ یہ بھی دلائی کہ اس درخت کے کھانے سے تم کو کبھی موت نہیں آئے گی، تمھاری زندگی لمبی ہوجائے گی۔

خیر! کسی طرح بھی شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو درخت میں سے کھانے کی دعوت دی اور انہیں بہلا پھسلا کر کھانے کے لیے تیار کردیا۔

لالچ بڑی خطرناک چیز ہے

میری دینی بہنو! لالچ بہت خطرناک چیز ہے؛ اس لیے اپنے آپ کو لالچ کی غلط عادت سے بچاؤ، جتنا مقدر میں ہے، جتنا تقدیر میں لکھا ہوا ہے وہ تو ان شاء اللہ! مل کر ہی رہے گا، لالچی آدمی کا پیٹ قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے، قبر کی مٹی کے سوا لالچ والے کا پیٹ دنیا کی کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

لالچ نیک کام کی کرنی چاہیے

اگر لالچ کرنی ہو تو نیک کام کرنے کی لالچ کریں کہ زیادہ نمازیں پڑھیں، زیادہ نوافل پڑھیں، زیادہ قرآن پڑھیں، زیادہ تسبیح پڑھیں۔ نیکیوں میں لالچ پیدا کرو، دنیا دنیا، پیسے پیسے، کپڑے کپڑے، جوتے چپل ایسی چیزوں کی لالچ مت بناؤ، لالچی آدمی بڑا خطرناک ہوتا ہے اور لالچ بہت بری عادت ہے۔

اللہ تعالیٰ غلط اور گندی لالچ سے ہم سب کی حفاظت فرمائے، ہمارے دلوں کو دنیا کی گندی لالچ سے پاک اور صاف فرمائے، آمین۔

دنیا کے غموں اور گندی لالچ سے حفاظت کی نبوی دعا

حدیثِ پاک میں ایک دعا آئی ہے، میں آپ سب کو وہ دعا سکھلاتا ہوں:

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا وَلَامَبْلَغَ عِلْمِنَا. (ترمذی، حدیث: ٣٥٠٢)

ترجمہ: اے اللہ! دنیا کو ہمارا سب سے بڑا مقصود اور منتہائے علم نہ بنایئے۔

آج ہماری فکر، ہمارا ٹینشن، ہماری سوچ، ہماری سب سے بڑی پلاننگ دنیا کے معاملے میں ہوتی ہے کہ: کیسے مال و دولت زیادہ ملے؟ کیسے روپیہ، پیسہ زیادہ ملے؟

اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی: اے اللہ! میری فکر سب سے زیادہ دنیا کے لیے مت بنانا اور ہمارا علم، ہماری جان کاری کی انتہا اس دنیا کو مت بنانا، کہ علم (Knowledge) سے صرف دنیا ہی حاصل کرنا مقصود ہو۔

اللہ تعالیٰ دنیا کی ناپاک محبت سے ہمارے دلوں کو سلامت رکھیں، آمین۔

شیطان نے اللہ کے مبارک نام کی جھوٹی قسم کھائی

پھر اس شیطان نے قسم کھائی اور قسم کھا کر کہا:

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿٢١﴾ (الأعراف)

ترجمہ: اور قسم کھا کر ان دونوں سے شیطان نے کہا: یقین رکھو! میں تم دونوں کے لیے بھلائی ہی چاہنے والوں میں سے ہوں۔

شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کے سامنے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائی اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ: میں تو تمھارا خیر خواہ ہوں، تمھاری بھلائی چاہتا ہوں، جس میں تمھارا نفع، تمھارا فائدہ اور تمھاری بھلائی ہو، ایسی بات تم کو بتلا رہا ہوں کہ: تم

اس درخت میں سے کھالو۔

اللہ کے مبارک نام کی جھوٹی قسم کھا کر اپنے آپ کو خیر خواہ بتایا اور اس طرح حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کو شیطان نے جس درخت کی پابندی تھی اس کو کھانے کے لیے ابھارا۔

اللہ کا نام لے کر کوئی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا دونوں کے دونوں شیطان کی بات میں آ گئے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا اتنے نیک اور بھولے بھالے اور اتنے سیدھے سادے تھے کہ انھوں نے یہ سوچا کہ؛ یہاں کوئی اللہ کا نام لے کر جھوٹی قسم کھاوے یہ تو ناممکن بات ہے؛ اس لیے شیطان کی بات کو انھوں نے سچ مان لیا اور ان کو یقین آ گیا۔

اِس قصے کا ایک بہت ہی اہم سبق

میری دینی بہنو! میں خاص کر کے اپنی جوان، غیر شادی شدہ بہنوں کو یہ بات سنانا چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے نام کی جھوٹی جھوٹی قسم کھا کر یا کسی طرح کی دوسری قسمیں کھا کھا کر تم کو پھنسانے کی کوشش کریں گے کہ: میں تیرا بہت بہترین دوست ہوں، میں تیرے ساتھ اچھا رہوں گا، میری اور تیری زندگی بہت اچھی رہے گی، اللہ تعالیٰ کے نام کی جھوٹی جھوٹی قسم کھا کر وہ آوارہ لوگ تم کو اپنے ناپاک پھندے میں پھنسانے کی کوشش کریں گے اور تمھاری زندگی اور جوانی برباد کریں گے۔

یاد رکھنا کہ یہ شیطان کی ناپاک چال ہے، شیطان نے بھی اللہ تعالیٰ کے نام کی جھوٹی قسم کھائی تھی اور جھوٹی قسم کھا کر ماں حوا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام کو اس درخت

کے کھانے کی دعوت دی تھی۔

اللہ تعالیٰ ایسی جھوٹی قسم کھا کر، ایسی میٹھی میٹھی باتیں کر کے دھوکے میں ڈالنے والوں سے ہماری حفاظت فرماوے، آمین۔ یہ اس قصے کا بہت ہی اہم نکتہ ہے۔

ممانعت کو شفقت سمجھا، قانون نہیں سمجھا

بعض مفسرین نے ایک توجیہ یہ بھی لکھی ہے کہ: حضرت آدم علیہ السلام یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت کے کھانے سے جو منع فرمایا ہے وہ شفقت کی بات ہے، قانونی بات نہیں ہے، شرعی پابندی نہیں ہے اور چھوٹوں کی عادت بہت سی مرتبہ ایسی ہوتی ہے کہ بڑوں کی طرف سے جو بھی بات بطور شفقت کے کہی جاتی ہو تو چھوٹے اس کے خلاف کر بیٹھتے ہیں (اس لیے ممکن ہے کہ یہاں بھی ایسا ہوا ہو)۔ (روح المعانی: ۱/۲۳۶)

پہچان نہ ہوسکی

شیطان کو اللہ تعالیٰ نے الگ الگ شکل اختیار کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے؛ اس لیے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شیطان نے کوئی ایسی شکل اپنائی ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا اس کو پہچان ہی نہ سکے ہو کہ یہ شیطان ہے اور نہ پہچانتے ہوئے اس کی بات مان لی ہو۔ (طبری: ۱/۲۷۵)

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کا درخت میں سے کھالینا

جب اتنی ساری باتیں آئیں تو حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا اس درخت کے پاس گئے اور انھوں نے اس میں سے توڑ کر کھالیا۔

آپ غور کریں، خاص طور سے آم پر کہ جب ہم آم کو اس کی شاخ سے توڑتے

ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہاں سے چکنا چکنا مادّہ نکلتا ہے، اس کو ہم گجراتی میں ''چِک'' بولتے ہیں اور اس کو دھونے کے بعد پھر ہم آم کھاتے ہیں۔

یہ چکنا مادّہ بہت سے درختوں میں ہوتا ہے۔

پھل توڑ کر کھانے کے تین نقصانات

اس پھل کو توڑ کر کھانے کے یہ نقصانات ہوئے:

① **عورتوں میں حیض کا خون آنے کی شروعات:** جب حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا نے اس درخت پر سے ایک پھل توڑا تو اس کا نتیجہ کیا ہوا؟

روایتوں میں آتا ہے کہ جب انھوں نے اس درخت پر سے پھل توڑا اور چکنا چکنا مادّہ نکلا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقدیراً یہ طے کر دیا گیا کہ عورت ذات کے اندر سے ایسی چکنی چیز ہر تھوڑے دنوں میں آتی رہے گی جس کو ''حیض کا خون'' (period) کہا جاتا ہے، اس کا نظام وہاں سے شروع ہوا، مقدر میں تو تھا کہ عورت کو حیض آئے گا؛ لیکن اس کی شروعات اس طریقے سے ہوئی کہ وہاں درخت سے پھل توڑنے کی وجہ سے چکنا مادہ نکلا تو فیصلہ ہوا کہ: اب اس عورت ذات کے اندر ہمیشہ چکنا مادہ آتا رہے گا۔

② دوسرا ردِّعمل یہ ہوا کہ عقل میں کمی آ گئی؛ نَاقِصَاتُ الْعَقْلِ وَالدِّیْنِ.

③ تیسرا ردِعمل یہ ہوا کہ حمل میں تکلیف ہونا شروع ہوگئی۔ (قرطبی: ۲۱۴/۱)

جنتی کپڑے خود بہ خود اتر گئے

اِس درخت کو کھاتے ہی ایک بہت بڑا ردِعمل یہ ہوا کہ ماں حوا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام کے بدن پر جو جنتی کپڑے تھے وہ کپڑے خود بہ خود قدرتی طور پر نکل گئے، یہ

کپڑے نکل جانے کی بات قرآن کی آیت میں ہے:

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ. (الأعراف: ۲۲)

ترجمہ: سو جیسے ہی ان دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان دونوں کی شرم کی جگہیں ایک دوسرے کے سامنے کھل گئیں اور دونوں اپنے (بدن) پر جنّت کے پتے جوڑ جوڑ کر چپکانے لگے۔

وہ کپڑے کس چیز کے بنے ہوئے تھے؟

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ: جنت میں ایک خوشبودار درخت تھا، اس درخت سے بنے ہوئے خوشبودار کپڑے تھے۔ (طبری: ۵/۴۵۳، ۴۵۱)

بعض حضرات کہتے ہیں کہ: وہ اللہ تعالیٰ کے نور کے بنے ہوئے کپڑے تھے اور اس نور کے کپڑے سے ان کا بدن ڈھکا ہوا تھا، جیسے ہی انھوں نے درخت کو ہاتھ لگایا وہ نورانی کپڑے بدن سے اتر گئے اور دونوں کا ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گیا۔

(طبری: ۵/۴۵۳-۴۵۲)

کبھی ایک دوسرے کا ستر نہیں دیکھا تھا

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا اس طرح جنت میں زندگی گزارتے تھے کہ انھوں نے کبھی ایک دوسرے کا ستر نہیں دیکھا تھا؛ چوں کہ اس وقت جنت میں شہوت نہ تھی اور استنجا کا تقاضا تو جنت میں ہے ہی نہیں؛ اس لیے کپڑے اتارنے کی نوبت آئی ہی نہیں؛ اس لیے ستر والے اعضا سے واقفیت بھی نہیں تھی۔

لیکن اِس قصے کے پیش آنے پر بدن سے نور کے کپڑے اتر گئے اور دونوں کا ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گیا، جب دونوں کا ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گیا تو ان دونوں کو اپنا ستر ایک دوسرے سے چھپانے کی فکر ہوئی۔

انجیر کے درخت کے پتوں سے ستر چھپایا

فکر ہوئی کہ ستر کس طرح چھپائے؟

جنت میں ادھر ادھر انھوں نے دیکھا تو وہاں قریب میں انجیر کا درخت نظر آیا، انجیر جس کو عربی میں ''تِیْن'' کہتے ہیں، اس کے پتے انھوں نے توڑ کر جلدی جلدی اپنے بدن پر لگانا شروع کیا اور پتے لگا کر اپنے بدن کو چھپالیا۔ (طبری: ۴۵۲/۵، ۴۵۱)

اِس انجیر کی قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝۱ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝۲ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝۳

ترجمہ: قسم کھاتا ہوں انجیر کی اور زیتون کی ﴿۱﴾ اور طور (پہاڑ جو) سینا (کے صحراء میں ہے اس) کی ﴿۲﴾ اور اس امن والے شہر (مکہ) کی۔

''تین'' سے انجیر کا درخت یا پھل اور ''زیتون'' سے زیتون کا درخت یا پھل مراد ہے۔

قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے پھلوں میں خصوصیت کے ساتھ ''انجیر اور زیتون'' ان ہی دو کی قسم کھائی ہے، اس سے ان کے فائدوں کی طرف اشارہ ہے، انجیر ایک ایسا عمدہ پھل ہے جس میں گٹلی بھی نہیں ہوتی ہے اور چھلکا نکالنے کی ضرورت نہیں ہوتی، غذا بھی ہے اور دوا بھی، سریع الہضم (جلدی ہضم ہونے والا)، کثیر النفع (بہت زیادہ فائدے والا)، طبیعت کو نرم کرتا ہے اور بلغم کو ختم کرتا ہے، گُردوں کو صاف کرتا ہے،

بدن کو موٹا کرتا ہے، اس کے درخت پر کانٹے بھی نہیں ہوتے، انجیر کا درخت اتنا اونچا بھی نہیں ہوتا کہ پھل حاصل ہونے کے لیے تکلیف ہو۔

اور زیتون پھل کا پھل، سالن کا سالن اور دوا کی دوا ہے، اس کا تیل لطیف ہوتا ہے، جس کے فائدے بہت ہیں۔

شرم وحیا کا مادہ انسان میں طبعی اور فطری ہے

میری دینی بہنو! اس سے ایک سبق ہمیں یہ سیکھنے کو ملا کہ مرد اور عورت دونوں کی طبیعتیں، دونوں کی نظریں اور دونوں کا مزاج اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسا بنایا ہے کہ کوئی بھی کھلے بدن رہنا پسند نہیں کرتا؛ حالاں کہ پوری جنت میں دوسرا کوئی انسان نہیں تھا، صرف حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا تھے، دونوں میاں بیوی اکیلے تھے؛ لیکن اس کے باوجود بھی جب ان کے کپڑے اتر گئے اور ان کا ستر کھل گیا تو انھوں نے ایک منٹ کے لیے بھی بغیر کپڑے کے رہنا پسند نہیں کیا، جلدی جلدی درخت کے پتے لگا کر انھوں نے اپنے بدن کو چھپانا شروع کیا۔

حرام کھانے سے زندگی میں بے حیائی اور بے شرمی آتی ہے

یہاں ایک بہت قیمتی بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ بدن سے جنت کے نورانی کپڑے کیوں اتر گئے؟

اس لیے کہ ایک چوک ہوگئی: اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ: اس درخت کے پاس مت جانا، اس میں سے مت کھانا، جس چیز کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا وہ چیز کھالی تو اس کا نقصان یہ ہوا کہ بدن پر سے جنت کے نورانی کپڑے اتر گئے۔

دینی بہنو! یہ بہت اہم نکتہ ہے کہ حرام کھانا جب پیٹ میں جاتا ہے تو اس کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ مرد اور عورت بے حیا بن جاتے ہیں، زندگی میں بے حیائی آجاتی ہے۔

آپ جن مسلمان عورتوں کو بے حیا دیکھو کہ ان کے کپڑے کم ہیں، ایسے کپڑے پہنے ہیں کہ بدن دکھائی دے رہا ہے تو ممکن ہے کہ اس نے حرام کھانا کھایا ہوگا، حرام کھانا اس کے پیٹ میں گیا ہوگا، وہ ناجائز چیز کھاتی ہوگی، حرام کمائی ہوگی، بہت ممکن ہے کہ یہ اسی کا نتیجہ ہو؛ اس لیے کہ جب حرام، ناجائز اور غلط چیز پیٹ میں جاتی ہے تو زندگی میں بے حیائی اور بے شرمی آتی ہے؛ اس لیے اپنے آپ کو حرام، ناجائز، گندی اور غلط چیزیں کھانے سے بچاؤ۔

بغیر ضرورت کے ننگا رہنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں

ایک اور خاص بات میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں کہ: حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا دونوں میاں بیوی جنت میں اکیلے انسان تھے وہاں کوئی نہیں تھا، پھر بھی ان دونوں نے ننگے بدن رہنا پسند نہیں کیا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ ہم اکیلے ہوں، تنہائی میں ہوں تو بھی میاں بیوی کو بغیر ضرورت کے ننگا نہیں رہنا چاہیے۔

آج کل یہ برائی عام ہوگئی ہے

اس لیے یہ بات سن لو! مجھے یہ کہنا اچھا نہیں لگتا؛ لیکن یہ برائی آج کل عام ہو رہی ہے؛ اس لیے مجھے کھل کر کہنا پڑ رہا ہے کہ میاں بیوی دونوں روم میں اکیلے بھی ہوں تو بھی بغیر ضرورت کے پورے ننگے بدن رہنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ حدیث میں ہے:

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! عَوْرَاتُنَا مَانَأْتِيْ مِنْهَا وَمَا نَذَرُ؟ قَالَ: اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ. فَقَالَ: اَلرَّجُلُ يَكُوْنُ مَعَ الرَّجُلِ؟ قَالَ: إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَّا يَرَاهَا أَحَدٌ فَافْعَلْ. قُلْتُ: فَالرَّجُلُ يَكُوْنُ خَالِيًا؟ قَالَ: اَللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُّسْتَحْيٰ مِنْهُ. (ترمذی، ابواب الاستئذان والاداب، باب ماجاء فی حفظ العورة، حدیث: ۲۷۶۳)

ترجمہ: حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے دادا حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! ہم اپنا ستر کس کے سامنے کھول سکتے ہیں اور کہاں چھپانا ضروری ہے؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اپنی ستر کی حفاظت کرو (یعنی چھپائے رکھو)؛ سوائے اپنی بیوی اور باندی کے۔

راوی فرماتے ہیں کہ: میں نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کبھی ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ ہوتا ہے (تو کیا حکم ہے؟)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تمھارے بس میں ہو کہ کوئی تمھارا ستر نہ دیکھ پائے تو ایسا کرو (یعنی کسی مرد کے سامنے بھی ستر کھولنا جائز نہیں ہے)۔

پوچھا: اگر آدمی تنہا ہو؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا زیادہ حق ہے (دوسرے لوگوں کے مقابلے میں) کہ ہم اس سے شرم اور حیا کریں۔

ہم جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھتے ہیں؛ اس لیے بغیر ضرورت کے اپنے سونے کے کمرے میں بھی بالکل ننگا نہیں رہنا چاہیے۔

نوٹ: اس کی مزید تفصیل ہماری کتاب ''شادی کی پہلی رات'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک بہت ہی اہم حدیث

میں اس موقع پر ایک اور حدیث آپ کو سنا دوں:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام بیویوں میں سب سے کم عمر، سب سے پیاری اور کنواری اگر کوئی بیوی تھی تو ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں، وہ - ارشاد فرماتی ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ: پوری زندگی گذر گئی؛ لیکن میں نے کبھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر نہیں دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میرا ستر نہیں دیکھا۔ (ابن ماجہ، باب النھی ان یری عورۃ اخیہ، حدیث: ۶۶۲)

یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پوری زندگی کی بات کرتی ہیں اور سوچیے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی پیاری، اتنی چہیتی اور کنواری بیوی ایسا فرما رہی ہیں۔

یہ بہت ضروری مسئلہ ہے؛ لیکن میں ان مسائل کو زیادہ آپ کے سامنے پیش نہیں کر سکتا، آئندہ کل ظہر کے بعد مسجد میں اس طرح کے مسائل مردوں کو بہت تفصیل سے کہنے والا ہوں، آپ اپنے گھر کے مردوں کو آئندہ کل ظہر کی مجلس کے لیے خاص تاکید کریں کہ کل ظہر کے بعد کی مجلس میں وہ حاضر ہوں، میں ان سب مسائل کو وہاں ان شاء اللہ! بہت تفصیل سے ذکر کروں گا۔

نوٹ: وہ تمام مسائل سی ڈی میں آپ سن سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی

جس درخت کے کھانے سے روکا گیا تھا جب اس کو کھایا اور بدن سے کپڑے اتر گئے تب حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جلدی جلدی جنت کے پتے اپنے بدن پر لگا دیے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ:

وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴿۲۲﴾ (الأعراف)

ترجمہ: اور اس وقت ان دونوں کے رب نے ان دونوں کو آواز دی کہ کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت کے پاس جانے سے نہیں روکا تھا اور میں نے تم دونوں سے نہیں کہا تھا کہ یقیناً شیطان تم دونوں کا کھلم کھلا دشمن ہے؟

اے آدم! میں نے تم کو یہ نہیں کہا تھا کہ: اس درخت سے مت کھانا؟

میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ: شیطان تمھارا کھلم کھلا دشمن ہے؟

کیوں تم نے شیطان کی بات مان لی؟

حلال نعمتوں کے ہوتے ہوئے حرام کیوں؟

اس جنت میں بہت ساری نعمتیں ہیں جن کے کھانے کی اللہ تعالیٰ نے تم کو اجازت دی تھی، کیا وہ تمھارے لیے کافی نہیں تھیں کہ ایک درخت جس کے کھانے سے میں نے تم کو روکا تھا اس کو کھایا؟

اتنی ساری حلال نعمتیں؛ پھر بھی حرام کی طرف کیوں؟

یہ بہت اہم بات ہے کہ آج دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہزاروں نعمتیں حلال کی ہیں، کیا وہ نعمتیں ہمارے لیے کافی نہیں ہیں کہ ہم حرام چیز کو کھانے جاویں؟

کتنی پینے کی چیزیں حلال ہیں؟ قسم قسم کے جوس ہیں، قسم قسم کے شربت ہیں، پھر بھی آدمی شراب پینے جاوے؟ اللہ تعالیٰ نے کتنا کھانا حلال کیا ہے، پھر آدمی کسی حرام چیز کے کھانے کے لیے کیوں جاوے؟

گناہ کا اقرار کر لینا یہی بندے کی شان ہے

خلاصہ یہ نکلا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا سے ایک چوک ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے جس درخت سے کھانے کو منع فرمایا تھا اس درخت میں سے کھالیا، انجام یہ ہوا کہ دنیا میں جانے کا حکم ہوا:

قُلۡنَا اهۡبِطُوۡا مِنۡهَا جَمِيۡعًا ۚ فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ مِّنِّىۡ هُدًى فَمَنۡ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝۳۸ (البقرۃ)

ترجمہ: ہم نے حکم دیا کہ: تم سب اس (جنت) سے نیچے (دنیا میں) اتر جاؤ، سو اگر میری طرف سے تمھارے پاس کوئی ہدایت آوے تو جو بھی میری (بھیجی ہوئی) ہدایت پر چلے گا تو ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین (بھی) نہیں ہوں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے پہلے سے طے کی ہوئی بات تھی اور اس تقدیری فیصلے کی وجہ سے دنیا کے اندر ہی جانا تھا؛ اگرچہ ظاہر میں اس کا سبب یہ بنا کہ جس درخت سے کھانے کو منع کیا گیا تھا اس درخت سے انھوں نے کھالیا۔

اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اچھی جگہ سے وہ دور کر دیا جاتا ہے، جنّت جیسی راحت اور آرام والی اچھی جگہ سے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کو نکل کر دنیا میں آنا پڑا۔

اِس سے یہ بھی سیکھنے کو ملا کہ خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے انسان اچھی جگہ کے قیام اور رہائش سے محروم ہوجاتا ہے، کسی اچھے مدرسے میں، اچھے اسکول میں، اچھے کالج میں تعلیم لے رہا ہے اور وہاں کے قانون کی خلاف ورزی کی تو وہاں سے اس کو

نکال دیا جاتا ہے، کسی اچھے گھرانے میں زندگی گزر رہی تھی؛ لیکن وہاں کوئی خلاف ورزی کا کام کیا تو کسی بھی عنوان سے اس گھرانے سے الگ کر دیا جاتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اتارا گیا

چناں چہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے (قدیم) ہندوستان میں اتارا، ''سراندیپ'' نام کی ایک جگہ ہے، آج بھی وہاں ایک پہاڑ ہے، اس پہاڑ پر ایک پتھر ہے جس پر قدم کے نشان ہیں، کہتے ہیں کہ: وہ حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کے مبارک نشانات ہیں، اسی ''سراندیپ'' کو آج کل ''سری لنکا'' کہتے ہیں، یہ پہلے ہندوستان میں تھا، پھر الگ ہو گیا، وہاں حضرت آدم علیہ السلام کو اتارا گیا۔ (درِ منثور: ۱/۱۱۱، قرطبی: ۱/۲۱۸، بغوی اردو: ۱/۷۳)

ماں حوا رضی اللہ عنہا کو جدہ میں اتارا گیا

حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو جدہ میں اتارا۔ ''جدہ'' عربی میں ''دادی'' کو کہتے ہیں اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا تمام انسانوں کی دادی ہے؛ اس لیے جس جگہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو اتارا گیا اس جگہ کا نام ''جدہ'' بن گیا۔

میں نے جدہ شہر میں خود اپنی آنکھ سے وہ قبرستان دیکھا ہے، چھوٹا سا قبرستان گول دائرے کی شکل میں ہے، راستہ گزرتے ہوئے وہاں یہ بورڈ لکھا ہوا پہلے پڑھا تھا:

هُنَا مَقْبَرَةُ أُمِّنَا حَوَّاء۔

یعنی یہ وہ قبرستان ہے جس میں ہماری ماں حوا رضی اللہ عنہا کی قبر موجود ہے۔

اور حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کی دنیا میں سب سے پہلے ملاقات عرفات

کے میدان میں ہوئی تھی۔

عرفات ''عَرَفَ'' سے بنا ہے جس کا معنی ہے: پہچاننا؛ چوں کہ دونوں کی ملاقات یا پہچان دنیا میں اترنے کے بعد اسی جگہ ہوئی اس لیے اسے ''عرفات'' کہا جاتا ہے۔(از: لغات القرآن، قاری عبدالوحید نوریؒ، سورۂ بقرہ: فاذا افضتم من عرفات)

جنّت سے کیا ساتھ لائے؟

تفسیری روایتوں میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا جب دنیا میں تشریف لائے تو ساتھ میں چند چیزیں لے کر آئے:

① جنت کے خوشبو دار پھول پتے جو زمین پر پھیلا دیے، اس کی برکت سے ہندوستان میں اعلیٰ ترین ''عود'' اُگتا ہے۔

② حجرِ اسود وہ اندھیرے میں چاند کی طرح چمکتا تھا اور حرم کی حدود تک اس کی روشنی پھیلتی تھی۔

③ ماں حوا رضی اللہ عنہا ساتھ میں تنور بھی لائی تھی، شاید اسی وجہ سے عورتوں میں کچن کے سامان اور برتنوں کی محبت زیادہ نظر آتی ہے۔

④ لوہاری کے دو تین اوزار۔

⑤ تقریباً دس گز لمبا عصا۔ شاید وہی بعد میں عصائے موسیٰ سے مشہور ہوا۔

⑥ قسم قسم کے بیج (درخت، غلہ وغیرہ کے)۔

⑦ سونا چاندی بھی ساتھ آیا، اس کے چشمے زمین میں جاری ہوگئے۔(روح المعانی: ۱۰/۲۷۹)

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا بہت نرم دل تھے

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوّا رضی اللہ عنہا دونوں کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا اور ان دونوں نے کبھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نہیں دیکھی تھی، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی خوشی، محبت بھری، پیار والی، نرمی والی باتیں سنی تھیں، جس درخت سے روکا گیا تھا اس کو کھانے سے اب اللہ تعالیٰ کی کچھ ناراضگی دیکھنے اور سننے کو ملی تو دل پر بہت اثر ہوا، حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا پتھر دل نہیں تھے، بہت نرم دل تھے، ان میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی برداشت کرنے کی طاقت نہیں تھی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا پتھر دل بننے سے محفوظ رکھے۔

بعض مرتبہ انسان کا دل گناہ کرتے کرتے ایسا پتھر جیسا بن جاتا ہے کہ پھر مرد ہو یا عورت بے فکر بن جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: گناہ کرو، کون ہمارا بگاڑ لے گا؟

کس کو ہمت ہے ہمیں روکنے کی؟

ایسے بے خوف ہونے سے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمہ: پھر اس (طرح کے واقعات کو دیکھنے) کے بعد (بھی) تمھارے دل سخت ہو گئے کہ جیسے وہ پتھر ہیں یا اس (پتھر) سے بھی زیادہ سخت ہیں اور یقیناً بعض

پتھروں میں سے تو نہریں بہتی ہیں اور یقیناً ان (پتھروں) میں سے (دوسرے) بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ پھٹتے ہیں تو اس میں سے پانی نکلتا ہے اور بعض ان میں سے (تیسری قسم کے پتھر) ایسے بھی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے (اوپر سے) نیچے کی طرف گرتے ہیں اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہے۔

خاص طور پر دین کے معاملے میں اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں ڈر ڈر کے رہنا چاہیے کہ کہیں ذرا برابر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہونے پاوے۔

معافی کیسے مانگے؟

چوں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا سے پہلی مرتبہ غلطی ہوئی تھی، کسی سے آج تک غلطی نہیں ہوئی تھی تو معافی کیسے مانگنی ہے وہ بھی معلوم نہیں اور دل میں یہ سوچا کہ اگر ہم معافی مانگنے جائیں تو کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکل جائے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہو اور اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی ہو جائے؛ اس لیے انھوں نے معافی مانگنے کے لیے خود اللہ تعالیٰ سے کہا کہ: اے اللہ! معافی مانگنے کا طریقہ بھی آپ ہی بتایئے، کیسے معافی مانگیں، ہم کو تو معافی مانگنا بھی نہیں آتا۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کتنا روئے؟

دونوں رونے لگے، تقریباً دوسو (۲۰۰) برس روئے۔

اتنا روئے اتنا روئے میری دینی بہنو! اگر حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کے آنسوؤں کو جمع کیا جائے تو پوری دنیا میں ندی بہنے لگے۔

کہتے ہیں کہ: تمام انسانوں کے آنسو ایک طرف اور حضرت داؤد علیہ السلام کے آنسو

ایک طرف، تمام انسانوں میں سب سے زیادہ حضرت داوٗد علیہ السلام روئے اور حضرت داوٗد علیہ السلام سے زیادہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا روئے۔

چالیس سال یا تین سو سال تو ایسے گذرے کہ انھوں نے شرم کے مارے نیچے سے اوپر نہیں دیکھا، چالیس روز کھانا نہیں کھایا، بھوکے رہے، سو سال جماع نہیں کیا۔

(مظھری: ۱/۶۷)

اندازہ لگاوٗ! اس غلطی کا کس قدر ان پر اثر ہوگا اور آج ہم گناہ کرتے ہیں اور کوئی اثر بھی نہیں ہوتا!!

اللہ تعالیٰ نے بہت پیاری دعا سکھلائی

آخر اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ایک دعا سکھلائی، بہت پیاری دعا ہے، وہ دعا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نقل فرمائی ہے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتة وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ (الأعراف)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم نے (آپ کے حکم کے خلاف کرکے) ہماری جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر (آپ) ہم کو معاف نہ کردیں اور (آپ) ہم پر رحم نہ فرمائیں تو ہم ضرور تباہ و برباد ہوجائیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دونوں دعا کر رہے ہیں کہ: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر آپ معاف نہیں کریں گے، رحم نہیں کریں گے تو ہمارا دنیا اور آخرت میں بڑا نقصان ہوجائے گا، اے اللہ! رحم کیجیے، معاف کردیجیے۔

یہ بہت پیاری دعا ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کو سکھلائی تھی اور جو مسلمان بندہ اور بندی یہ دعا پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے روئے گا اور دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بھی معاف کر دیں گے۔

توبہ قبول؛ لیکن!

دونوں یہ دعا مانگتے گئے اور روتے گئے، اللہ تعالیٰ کے سامنے معافی مانگتے رہے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی توبہ کو قبول کرلیا اور ان دونوں کو معاف فرما دیا؛ لیکن نتیجہ اپنی جگہ باقی رہا کہ دنیا میں رہنا ہے، دنیا میں زندگی گزارنی ہے۔

نبیوں کی معصومیت پر ایمان لانا ضروری

حضرت آدم علیہ السلام اور تمام انبیا معصوم ہیں، یہ عقیدہ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام سے کوئی بڑا گناہ نہیں ہوا؛ بلکہ معمولی سی چوک ہوگئی، اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کرنے کا دل میں کوئی ارادہ نہیں تھا، شیطان کے وسوسے کی وجہ سے بھول گئے جس کو ہم اپنی زبان میں بھول کے بعد والا لفظ ''چوک ہوگئی'' سے تعبیر کرتے ہیں، یہ غلطی بال جیسی تھی؛ لیکن جب بال بھی آنکھ میں گرتا ہے تو کھٹکتا ہے، اسی طرح سے غلطی بھی کھٹکنے لگی اور معافی مانگنے کی شروعات ہوگئی۔

اب دنیا میں کیا ہوگا؟

میری دینی بہنو! حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کے حکم سے دنیا میں آگئے، اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

جنت میں بھوک نہیں لگتی تھی، دنیا میں بھوک بھی لگے گی۔

جنت میں پیاس نہیں لگتی تھی، دنیا میں پیاس بھی لگے گی۔

جنت میں گرمی نہیں لگتی تھی اور دنیا میں گرمی بھی لگے گی۔

جنت میں آپس میں محبت اور الفت تھی، دنیا میں جانے کے بعد لڑائی، جھگڑے، فتنے ہوں گے، انسانوں میں آپس میں جھگڑے ہوں گے، مرد مرد میں، عورت عورت میں، میاں بیوی میں، اولاد میں، انسان اور شیطان میں جھگڑے ہوں گے۔

یہ سب چیزیں دنیا میں پیش آئیں گی۔

دنیا میں کامیابی کا راستہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دنیا میں جاؤ، میں اپنے نبیوں کے ذریعے ہدایت اور صحیح دین بھیجوں گا، جو میری ہدایت اور صحیح دین پر چلے گا وہ دنیا میں کبھی گمراہ نہیں ہوگا اور جو میرے دین اور میرے احکام سے منہ پھرائے گا میں اس کی زندگی کو تنگ کردوں گا اور میں اس کو قیامت کے دن اندھا بنا کر اٹھاؤں گا۔

رونے والی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو بہت پیاری ہیں

میری دینی بہنو! گناہ کے معاملے میں کبھی غفلت مت کرو۔

دیکھو! حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا سے ایک چھوٹی سی غلطی ہوگئی؛ لیکن وہ دونوں اطمینان کے ساتھ نہیں بیٹھے؛ بلکہ فوراً اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا شروع کردیا۔

میری دینی بہنو! ہم انسان ہیں، کمزور ہیں، غلطی ہوجاتی ہے، گناہ ہوجاتے ہیں؛ لیکن اس کے بعد ہم ہرگز چین سے نہ بیٹھیں، اپنے اللہ کے سامنے مسلسل معافی مانگنے

والے بنیں، رونے والے بنیں، اپنے اللہ کے سامنے رونے کی اور معافی مانگنے کی پوری زندگی عادت بنائیں، کوشش کریں کہ گناہ نہ ہو؛ لیکن شیطان اگر بہکا کر گناہ کروا دیوے تو فوراً معافی مانگ لے، روزانہ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ واستغفار کی پابندی کریں۔

دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیے

دوسری خاص بات یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا دونوں نے اپنی ضرورت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، دوسری آیت میں ہے:

لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ (الأعراف)

ترجمہ: (اے اللہ!) اگر آپ ہم کو صالح (مکمل، تندرست) اولاد دیں گے تو ہم شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا نے یہ دعا مانگی تھی۔

لہذا! ہماری دینی ضرورت ہو کہ دنیوی ضرورت؛ ہر ضرورت ہم اللہ تعالیٰ سے مانگیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی ضرورت کو اِن شاء اللہ! اپنے خزانۂ غیب سے پورا فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ جو نعمتیں دیتے ہیں ان پر ہم شکر ادا کرنے والے بنیں اور ہر دعا میں دنیا وآخرت کی بھلائی ضرور مانگو!

حدیث میں ہے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی اللہ سے دعا مانگتے تھے تو یہ دعا بھی شامل فرماتے تھے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ (البقرة)

اے ہمارے اللہ! آپ ہم کو دنیا میں بھی اچھائی دیجیے اور آخرت میں بھی اچھائی دیجیے اور جہنم کی آگ سے ہم کو بچا کر کے رکھیے۔ (بخاری شریف: ۶۳۸۹، مسلم: ۲۶۹۰)

لہٰذا! اللہ تعالیٰ سے دنیا کی بھلائی بھی مانگو، آخرت بھی مانگو، دین بھی مانگو، دنیا بھی مانگو، ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنے والے بنو۔

ایک بہت ہی قیمتی بات

ایک بہت قیمتی بات جو اِس قصے کے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی:

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۲۴﴾ (الأعراف)

ترجمہ: اور تمھارے لیے زمین میں ایک مدّت تک رہنے کی جگہ اور فائدہ اٹھانا ہوگا۔

میری دینی بہنو! یہ خاص بات اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کو سنائی کہ: اے آدم اور حوا! اس دنیا میں تم کو تھوڑے دنوں کے واسطے رہنا ہے، فقط تھوڑا سا وقت دنیا میں ملا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد

تفسیری روایتوں کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے چالیس اولاد ہوئیں، ہر مرتبہ کی ولادت میں جڑوے (تَوْأَمْ) پیدا ہوئے، ہر مرتبہ میں لڑکا، لڑکی پیدا ہوتے۔ (المواهب اللدنية ۱/ ۲۵)

دنیا میں جنّتی میوہ یاد آیا

تفسیری روایتوں میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے انتقال کا وقت قریب

آیا تو جنتی میوے کی چاہت ہوئی، حضرت آدم علیہ السلام کا عام معمول تھا کہ جب بھی کوئی ضرورت پیش آتی تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے، حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ: جاؤ! اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور میوے کا سوال کرو۔

آپ کی اولاد کعبہ کی طرف جانے کے لیے روانہ ہوئی، راستے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ملاقات ہوئی، انھوں نے سوال کیا کہ: کہاں جا رہے ہو؟

بتایا: ابا کے لیے جنتی میوے کی دعا کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔

اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: میرے ساتھ واپس چلو، ہم ان کے مطلب کی چیز لائے ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دوسرے فرشتے بھی تھے، انھوں نے آکر آپ کو سلام کیا اور آپ کی روح قبض کی۔ (البداية والنهاية: ۷۸/۱)

حضرت آدم علیہ السلام کا کفن دفن اور قبر

انتقال کے بعد فرشتے جنّت کی خوشبو لائے، جنّتی کفن لائے، طاق عدد میں غسل دیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام کا جنازہ تیار کیا گیا، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد در اولاد میں سے سو افراد جنازہ اٹھا کر لے چلے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے چار تکبیر سے نماز پڑھائی، قبلہ کی طرف سے قبر میں اتارا، بغلی قبر بنائی گئی اور کوہان نما قبر بنائی گئی، ایک روایت کے مطابق منیٰ میں مسجدِ خیف کے بیچ میں آپ کی قبر ہے۔ (المواهب اللدنية: ۲۵/۱)

آخر ایک دن موت آنے والی ہے

اِس دنیا میں کسی کو ایک ہزار برس کی زندگی بھی مل جائے تو بھی آخرت کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے، ہم سے پہلی امتوں میں لوگ ایک ایک ہزار برس کی عمر کے

ہوتے تھے، آٹھ سو برس کی عمر کے ہوتے تھے؛ لیکن وہ بھی دنیا سے چلے گئے، قبر میں جا کر سو گئے، اِس امت کی عمر تو اللہ تعالیٰ نے بہت چھوٹی بنائی ہے، آج بھی جنات کی عمر بہت لمبی ہوتی ہے، آٹھ سو سال، ایک ہزار سال، بارہ سو سال کی عمر ہوتی ہے؛ لیکن ان کو بھی موت آتی ہے، وہ بھی قبرستان جا کر سو جاتے ہیں۔

تو ہماری زندگی تو بہت چھوٹی ہے، اللہ تعالیٰ یہی سمجھاتے ہیں کہ: تمھیں دنیا میں بہت تھوڑے دنوں کے واسطے رہنا ہے، دنیا سے صرف عارضی طور پر فائدہ اٹھانا ہے، دنیا بہت تھوڑی ہے، پتہ نہیں کب موت آجاوے؟

آخرت کی یاد دلانے والے بہترین اشعار

ایک اللہ کے ولی نے بہت اچھے شعر سنائے، آخرت، قبر اور موت کو سامنے رکھ کر یہ شعر سنو، ان شا اللہ! بہت فائدہ ہوگا:

آدمی کا جسم کیا ہے جس پہ شیدا ہے جہاں	ایک مٹی کی عمارت، ایک مٹی کا مکاں

کہ انسان کا جسم کیا ہے جس پر آج دنیا مرتی ہے؟ یہ جسم ایک مٹی کی عمارت ہے اور ایک مٹی کا مکان ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

خون کا گارا بنایا، اینٹ جس میں ہڈیاں	چند سانسوں پے کھڑا ہے یہ خیالی آسماں
موت کی پُرزور آندھی جس دم آکر ٹکرائے گی	یہ عمارت (ٹوٹ کر) خاک میں مل جائے گی

یعنی ایک عمارت ہے اور موت نامی ایک آندھی ہے، موت نام کا ایک طوفان آئے گا، آندھی آئے گی اور یہ جسم نام کی ہماری عمارت ٹوٹ جائے گی اور قبر میں جا کر

سو جانا پڑے گا۔

میری دینی بہنو! یہ دنیا ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے، ماں حوا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجا تھا تب ہی کہہ دیا تھا کہ: یہ دنیا ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں ہے۔

اس لیے آخرت کی فکر کرو۔

قبر کی فکر کرو۔

موت کی فکر کرو۔

جنازے کی فکر کرو۔

قیامت کی فکر کرو۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے کی فکر کرنے والیاں بنو۔

دنیا میں آنے کے بعد ماں حوا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا سلسلہ شروع ہوا اور ان کی اولاد کا قصہ بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی فکر نصیب فرمائے، اِس پورے قصے میں جو نصیحت اور عبرت کی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا واقعہ

مختصر تعارف

نام: واہلہ ۔(جلالین،سورہ تحریم)

تفسیرِ مقاتل ابن سلیمان میں حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام ''والغہ'' بتلایا گیا ہے۔(موسوعہ:التفسیر الماثور ۲۲۔۴۸)(جلالین شریف،سورۂ تحریم:۴۶۶)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہُ وَنَسْتَعِیْنُہُ وَنَسْتَغْفِرُہُ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّہٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَیَصْنَعُ الْفُلْکَ ۨ وَکُلَّمَا مَرَّ عَلَیْہِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِہٖ سَخِرُوْا مِنْہُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ کَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْہِ عَذَابٌ یُّخْزِیْہِ وَیَحِلُّ عَلَیْہِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْھَا مِنْ کُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَھْلَکَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْہِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَہٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ﴿۴۰﴾ (الھود)

ترجمہ: اور نوح (علیہ السلام) کی طرف وحی کی گئی کہ تمھاری قوم میں سے جو لوگ اب تک ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا کوئی دوسرا ہرگز ایمان نہیں لاوے گا؛ لہذا جو کام وہ لوگ کررہے ہیں اس کی وجہ سے تم غمگین مت ہوؤ ﴿۳۶﴾ اور (اے نوح!) تم ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی (یعنی حکم) سے کشتی بناؤ اور تم ہم سے ظالموں (کی نجات)

کے بارے میں بات مت کرو، یقیناً وہ (ظالم لوگ) ڈوبنے ہی والے ہیں ﴿۳۷﴾ اور نوح علیہ السلام نے کشتی بنانے کا کام شروع کر دیا اور جب بھی ان کی قوم کے کچھ سردار لوگ اس کے پاس سے گذرتے تو وہ اس پر ہنستے تھے، نوح (علیہ السلام) نے کہا: اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم بھی (ایک دن) تم پر ہنسیں گے جس طرح تم (آج) ہم پر ہنستے ہو ﴿۳۸﴾ سو عنقریب تم لوگ جان لو گے کہ کس کے پاس ایسا عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے ﴿۳۹﴾ یہاں تک کہ جب (ہمارا عذاب دینے کا) حکم آ پہنچا اور تنور (پانی سے) جوش مارنے لگا تو ہم نے حکم دیا کہ: ہر قسم کے جانوروں میں سے دو دو کے جوڑے اس (کشتی) میں سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی؛ مگر جس کے بارے میں ہمارا حکم پہلے سے جاری ہو چکا ہو، اور جو ایمان لائے ہیں ان کو بھی (کشتی میں بٹھا لو) اور نوح علیہ السلام کے ساتھ تھوڑے ہی لوگ ایمان لائے تھے ﴿۴۰﴾

یہ سورۂ ہود کی آیتیں ہیں اور اسی کے قریب کا مضمون اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ سورۂ تحریم، آیت نمبر دس (۱۰) میں بیان فرمایا ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝۱۰

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح (علیہ السلام) کی بیوی کی اور لوط (علیہ السلام) کی بیوی کی حالت بیان فرمائی ہے، یہ دونوں (بیویاں) ہمارے دو خاص نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر اِن دونوں نے ان دونوں کے ساتھ بے وفائی کی تو وہ دونوں (نیک بندے) اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں اِن دونوں (بیویوں) کو کچھ بھی

کام نہیں آسکے اور اِن عورتوں کو حکم دیا گیا کہ دوسرے (آگ میں) داخل ہوئے لوگوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبیوں میں سے ایک نبی حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اصلی نام اور نوح نام کی وجہ

کہتے ہیں کہ: حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام نوح نہیں تھا، آپ کو نوح ''نوحہ'' کی وجہ سے کہتے تھے۔ ''نوحہ'' عربی میں ''رونے'' کو کہتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے سامنے بہت روتے تھے، اس رونے کی وجہ سے ان کا نام نوح مشہور ہو گیا؛ ورنہ ان کا اصلی نام تو عبد الجبار یا عبد الغفار تھا۔ (مظہری: ۳/ ۳۹۲)

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی چند بری عادتیں:

(۱) کفر

کہتے ہیں کہ: ان کی ایک بیوی کافرہ تھی، ایمان نہیں لائی تھی اور پوری زندگی کفر پر رہی، اس کا نام ''واہلہ'' تھا۔ بعض تفسیر کی کتابوں میں ''والعہ'' لکھا ہے۔

بعض تفسیر کی کتابوں میں ''واغلہ'' لکھا ہے۔ (جلالین ص: ۴۶۶، موسوعۃ التفسیر الماثور: ۲۲/ ۴۸)

اللہ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام نے سب کو دین کی دعوت دی تو اپنی بیوی؛ وائلہ کو بھی آپ نے دین کی دعوت دی۔

کافر کے ساتھ نکاح کا حکم

پہلے زمانے میں ایسا کرنا جائز تھا کہ مسلمان کی شادی کافر کے ساتھ ہو اور کافر کی

شادی مسلمان کے ساتھ ہو؛ لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نبیِ کریم ﷺ کی امت کے واسطے یہ قانون بنا دیا کہ کوئی مسلمان کسی کافرہ عورت سے شادی نہیں کرسکتا اور کوئی مسلمان عورت کسی کافر مرد سے شادی نہیں کرسکتی، یہ قانون اللہ تعالیٰ نے ایک دم صاف صاف قرآن میں بیان فرما دیا ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ. (البقرة: ۲۲۱)

ترجمہ: اور تم (اے مسلمانو!) مشرکہ عورتوں سے اس وقت تک شادی مت کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آویں اور (یہ بات یاد رکھو کہ) ایمان والی باندی (کسی بھی) مشرکہ عورت سے بہتر ہے، چاہے وہ (مشرکہ عورت) تم کو پسند آرہی ہو اور تم (مسلمان عورتوں کا) مشرک مردوں کے ساتھ نکاح مت کراؤ جب تک کہ وہ (مشرک) ایمان نہ لے آویں اور (یہ بات سن لو کہ ایک) ایمان والا غلام (کسی بھی) مشرک مرد سے بہتر ہے؛ اگرچہ وہ (مشرک مرد) تم کو پسند آرہا ہو (تو بھی شادی مت کرو)۔

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں کافرہ عورت سے نکاح جائز تھا؛ اس لیے حضرت نوح علیہ السلام کی ایک بیوی کافرہ تھی، وہ ایمان نہیں لائی تھی۔

(۲) جاسوسی

اس میں ایک بری بات یہ بھی تھی کہ وہ جاسوسی کرتی تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کے یہاں کوئی مہمان آتا تو وہ کافروں کو خبر کر دیتی تھی کہ آج اللہ کے نبی کے پاس کوئی مہمان آیا ہے؛ چناں چہ وہ کافر لوگ آ کر حضرت نوح علیہ السلام کو

تو ستاتے ہی تھے؛ لیکن ساتھ میں مہمان کو بھی ستاتے تھے۔

کوئی آدمی ایمان لانا چاہتا، مسلمان ہونا چاہتا اور اللہ کے نبی کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لاتا تو یہ بیوی اپنی قوم کے لوگوں کو اور کافروں کو بتلادیتی تھی کہ فلاں آدمی ایمان لے آیا ہے؛ چناں چہ وہ ظالم لوگ اس ایمان لانے والے کو جا کر پریشان کرتے، ستاتے، دکھ دیتے؛ تاکہ وہ آدمی –نعوذ باللہ– ایمان کو چھوڑ دے۔ (ابن کثیر)

(۳) نفاق

اسی طرح اس عورت کی تیسری خطرناک عادت تھی کہ بہت دنوں تک یہ منافقہ بن کر نبی کے گھر میں رہی۔

منافقہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ: اوپر اوپر سے اپنے آپ کو مسلمان کہتی اور اندر سے وہ کافرہ تھی؛ یعنی نبی کو یوں کہے کہ: میں مسلمان ہوں، کلمہ پڑھ لیا ہے اور اندر سے وہ حقیقت میں ایمان نہیں لائی تھی، کافرہ ہی تھی۔

(۴) اللہ کے نبی کو پاگل کہنا

چوتھی خطرناک بات اس عورت میں یہ تھی کہ: اللہ کے نبی کو پاگل کہتی تھی؛ حالاں کہ اس کے شوہر ہیں، ان کے ساتھ نکاح کیا ہے اور شادی کر کے ان کے گھر میں آئی ہے، پھر بھی وہ اللہ کے نبی کو پاگل اور مجنون کہتی تھی۔ (تفسیر طبری)

کوئی دوسرا آدمی پاگل کہے تو وہ بھی گناہ ہے اور یہ تو گھر کا فرد، گھر کی عورت؛ بیوی! وہ اپنے شوہر کو پاگل کہے تو اس کی وجہ سے اللہ کے نبی کو کتنی تکلیف پہنچتی ہوگی؟

حضرت نوح علیہ السلام کو اس بیوی کے پاگل کہنے سے بہت تکلیف ہوتی تھی؛ لیکن

حضرت نوح علیہ السلام نے صبر کیا اور ایمان کی دعوت دیتے رہے۔

(۵) خیانت

پانچویں بری عادت خود اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ: یہ عورت خیانت کرتی تھی۔

خیانت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ: نبی کے گھر میں ایمان کے ساتھ رہنا چاہیے اور نبی کی بعض باتیں دوسروں کو بتلانا نہیں چاہیے، اس وقت کے حالات کے لحاظ سے نبی کے گھر کوئی مہمان آوے یا کوئی ایمان لاوے تو دوسروں کو بتانا نہیں چاہیے۔

لیکن یہ عورت نبی کے ساتھ رہ کر ایمان نہیں لائی، یہ بہت بڑی خیانت کی؛ کیوں کہ یہ دین پورا کا پورا اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہے، اللہ تعالیٰ خود قرآنِ پاک کی ایک آیت میں ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ﴿۷۲﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: یقین رکھو یہ امانت (یعنی شریعت) ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑ کے سامنے پیش کی تھی تو انھوں نے تو اس (کی ذمے داری) کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور ان (احکام کی ذمے داری) سے وہ لوگ ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا، یقیناً وہ (انسان) بہت بڑا ظالم، بہت بڑا جاہل ہے۔

یہ دین پورا کا پورا امانت ہے اور جو مرد اور عورت اس پر عمل نہ کرے وہ امانت میں خیانت کر رہے ہیں۔ اس عورت نے دین پر عمل نہیں کیا اور خیانت کی اور نبی کے یہاں آنے والے مہمان اور نبی کے یہاں ایمان لانے والوں کی خبریں لوگوں کو دے دیتی تھی، یہ بھی اس کی خیانت تھی۔

عورتوں کی بہترین صفت: شوہر کی ہر چیز میں امانت داری

یہاں رک کر میں آپ کو ایک اہم بات بتلاتا ہوں:

عورت کو اپنے شوہر کی باتوں کے بارے میں امانت دار ہونا چاہیے۔

شوہر کے مال میں امانت دار ہونا چاہیے۔

شوہر کی جو چیز اس کے پاس ہے اس میں امانت دار ہونا چاہیے۔

میاں بیوی آپس میں جو خفیہ (private) بات چیت کرتے ہیں، یہ بھی امانت ہے، یہ باتیں کسی اور کو نہیں بتلانا چاہیے۔

شوہر کا مال ہے، پیسے ہیں، روپیے ہیں، ڈالر ہیں، شوہر کے گھر میں سامان ہیں، یہ سب شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو نہیں دینا چاہیے، یہ بھی امانت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عورت کی ذات بھی شوہر کی امانت ہے کہ وہ اپنی ذات، اپنے جسم کو کسی دوسرے مرد کو حوالے نہ کرے، کسی سے غلط تعلق نہ رکھے، کسی پرائے مرد کے ساتھ نہ سوئے۔

یہ ایک بہت بڑی امانت داری ہے جو ہمیں بھی اپنی زندگی میں لانے کی ضرورت ہے کہ شوہر کی بات، شوہر کا مال، شوہر کی چیز اور خود اپنی ذات میں ہمیشہ امانت داری کا لحاظ کرنا چاہیے۔

لیکن یہ عورت حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی ہو کر امانت داری کا لحاظ نہیں کرتی تھی، اللہ کے نبی ایمان والے ہیں، ایمان کی دعوت دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور یہ عورت ایمان بھی نہیں لائی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی تھی اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے۔

شوہر کے دینی کاموں میں معاون بننا چاہیے

ہماری دینی بہنوں کو اپنے شوہر کا منہج، مزاج اور اپنے شوہر کا طریقہ سمجھنا چاہیے، اپنے شوہر کا دینی مزاج، دینی ذمے داری وغیرہ چیزیں سمجھنی چاہیے، اگر شوہر دین دار ہے، عالم، حافظ، قاری، مفتی ہے تو اس کی دین داری میں اس کی مدد کرنی چاہیے، وہ جو بھی دین کا کام کرے اس دین کے کام میں مدد کرنی چاہیے، رکاوٹ نہیں بننا چاہیے اور شوہر پر جو بھی دینی ذمے داری ہو، اس دینی ذمے داری کے ادا کرنے میں بھی عورت کو مدد کرنی چاہیے۔

اے کاش کہ میں بھی کوئی کتاب ہوتی!

ہمارے بزرگوں میں سے بہت سے عالموں کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ رات کو حدیث کی، مسائل کی کتابیں پڑھنے بیٹھتے تھے، آدھی آدھی رات ہوجاتی تھی کتابیں پڑھتے رہتے؛ چوں کہ صبح دوسروں کو کتاب پڑھانی ہوتی، مسائل پڑھانے ہوتے تو ان کی بیویوں کی باتیں کتابوں میں لکھی ہیں کہ ان کی بیویاں اپنی زبان سے یوں کہتی تھیں:

اِنَّ هٰذِهِ الْكُتُبَ أَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ ثَلَاثَةِ ضَرَائِرَ.

ترجمہ: یہ جو کتابیں ہیں وہ میرے لیے تین سوکن سے بھی زیادہ بھاری ہیں۔

کبھی کہتی: کاش! میں کوئی کتاب ہوتی تو میرے شوہر مجھے بھی اس قدر دیکھتے!

ایسے ایسے ہمارے اسلاف تھے، اللہ والے تھے جو رات رات بھر کتابیں پڑھتے رہتے تو ان کی بیویوں کی زبان سے ایسی بات نکلتی تھی۔

لیکن حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی نے اپنے شوہر کی دینی ذمے داری کو نہیں سمجھا اور اس دینی ذمے داری کی اس نے مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے قوم پر عذاب بھیجا اور اس بیوی کو بھی اس عذاب میں ہلاک کیا، یہ عورت اپنے شوہر اللہ کے نبی کی دشمن بن گئی تھی، جس کی وجہ سے اس نے دنیا وآخرت میں سزا پائی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ کے جو نیک بندے اور نیک بندیاں ہوتی ہیں ان سے کبھی دشمنی مت کرنا، جس نے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور نیک بندیوں سے دشمنی کی تو حدیث میں آتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے لڑائی کا اعلان ہے:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم :مَنْ عَادیٰ لِي وَلِيّاً فَقَدْ اٰذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ. (بخاری شریف، کتاب الرقاق، باب التواضع: ۶۵۰۲)

یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ کے ولی کو ستاوے گا، اللہ تعالیٰ کے نیک بندے، نیک بندی کو ستاوے گا، ان سے دشمنی رکھے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے لڑائی کا اعلان ہے۔

یہ بیوی ہو کر اللہ تعالیٰ کے نبی کی دشمن تھی اور اس نے خیانت سے کام لیا؛ بیوی کی خیانت اولاد کے مقابلے میں بہت خطرناک سمجھی جاتی ہے؛ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو خطرناک عذاب میں مبتلا فرمایا۔

نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی کافر تھا

نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا بھی کافر تھا، وہ بھی خیانت کرتا تھا، اس کی بات بھی قرآن

میں موجود ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو دعوت دی:

وَنَادٰی نُوۡحُ ۨ ابۡنَہٗ وَکَانَ فِیۡ مَعۡزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارۡکَبۡ مَّعَنَا وَلَا تَکُنۡ مَّعَ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِیۡۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعۡصِمُنِیۡ مِنَ الۡمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الۡیَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیۡنَہُمَا الۡمَوۡجُ فَکَانَ مِنَ الۡمُغۡرَقِیۡنَ ﴿۴۳﴾ (ھود)

ترجمہ: اورنوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے (یام جس کو کنعان کہتے ہیں، بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آپ کا سوتیلا بیٹا تھا) کو- جو ایک الگ جگہ پر تھا- آواز دی: اے میرے پیارے بیٹے! تو ہمارے ساتھ (کشتی میں) سوار ہو جا اور تو کافروں کے ساتھ مت رہ۔ وہ بیٹا کہنے لگا کہ: ابھی میں کسی پہاڑ پر چلا جاؤں گا جو مجھ کو پانی میں (ڈوبنے سے) بچالے گا۔ نوح (علیہ السلام) نے فرمایا: آج اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی بچانے والا نہیں ہے؛ مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم کریں اور ان دونوں (باپ بیٹے) کے درمیان ایک موج حائل ہو گئی، سو وہ (بیٹا) ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا۔

یعنی حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: اے بیٹے! ایمان لے آ اور ہمارے ساتھ کشتی میں آجا۔ جواب میں وہ بیٹا جوانی کے نشے میں کہتا ہے:

ابا! آپ جس عذاب سے مجھے ڈراتے ہیں جب پانی کا وہ عذاب آئے گا تو میں کسی پہاڑ پر چلا جاؤں گا اور اپنے آپ کو بچالوں گا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اس کو فرمایا:

آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا، صرف ایمان ہی ایسی نعمت ہے جس کی برکت سے عذاب سے بچ پاؤ گے۔

بیوی کا شوہر کے معاملے میں خیانت کرنا بڑا خطرناک ہے

بہر حال! بیٹے نے بھی خیانت کی؛ لیکن بیٹے کی خیانت کو اللہ تعالیٰ نے مثال کے طور پر بیان نہیں فرمایا، ہاں! بیوی نے جو خیانت کی اللہ تعالیٰ نے اس کو مثال کے طور پر اس آیت میں بیان فرمایا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ بیوی اگر شوہر کے معاملے میں خیانت کرے تو وہ خیانت بڑی خطرناک سمجھی جاتی ہے۔

عورت کو شوہر کے تابع رہنا چاہیے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اللہ تعالیٰ کے نبی کے نکاح میں تھی، یہاں لفظ ہے:

كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا.

''تَحْتَ'' کا لفظ ہے، اس کا میں ترجمہ کروں تو اللہ تعالیٰ یہ بتلانا چاہتے تھے کہ: یہ بیوی اپنے شوہر حضرت نوح علیہ السلام کی ماتحتی (Under) میں تھی۔

اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ عورتوں کو اپنے شوہر کے ماتحت رہ کر شریعت کے قانون کے مطابق زندگی گذارنی چاہیے اور عورتوں کا شوہر کے اوپر سوار ہونا، شوہر سے آگے ہو جانا، شوہر کی نافرمانی کرنا، شوہر کی بات نہ ماننا یہ اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے۔

بہر حال! یہ عورت ایمان نہیں لائی، اللہ کے نبی کی مخالفت کرتی رہی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر اور پوری قوم پر خطرناک عذاب بھیجا گیا۔

تنّور سے عذاب کی شروعات ہوئی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝۴۰ (هود)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ہمارا (عذاب دینے کا) حکم آپہنچا اور تنور (پانی سے) جوش مارنے لگا تو ہم نے حکم دیا کہ: ہر قسم کے جانوروں میں سے (نر اور مادہ) دو دو کے جوڑے اس (کشتی) میں سوار کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی؛ مگر جس کے بارے میں (ہمارا) حکم پہلے سے جاری ہو چکا ہو اور جو ایمان لائے ہیں ان کو بھی (کشتی میں بٹھالو) اور نوح (علیہ السلام) کے ساتھ تھوڑے ہی لوگ ایمان لائے تھے۔

تنّور کا مطلب

ایک چھوٹا سا گڑھا بناتے ہیں، کھڈے میں لکڑے وغیرہ ڈال کر آگ جلاتے ہیں اور اس میں روٹی بنتی ہے، اس کو ''تنور'' کی روٹی کہتے ہیں۔

وہاں ایک تنور تھا جس میں آگ جلتی تھی، روٹی بنائی جاتی تھی۔

تنور جنت سے ماں حوا رضی اللہ عنہا لائی تھیں

کہتے ہیں کہ: حضرت حوا رضی اللہ عنہا جنت میں سے وہ تنور لے کر آئی تھیں۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ماں حوا رضی اللہ عنہا کو دنیا میں اتارا تھا تو جنّت سے دنیا میں

آتے آتے حضرت حوا رضی اللہ عنہا اپنے ساتھ کچھ سامان لے کر آئی تھیں، ان میں ایک تنور بھی تھا۔ (طبری: ۷/۴۰، بغوی اردو: ۳/۷۶)

عورتوں کا پرانا مزاج

یہ ہماری بہنوں کا پرانا مزاج ہے کہ ماں باپ کے گھر سے سسرال جائے گی تو کچھ ضروری سامان ساتھ میں لے کر جائے گی، جیسا کہ ماں حوا رضی اللہ عنہا بھی جنت سے تنور ساتھ میں لے کر آئی تھیں۔

عذاب کی ایک نشانی: تنور میں سے پانی کا ابلنا

اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ: جب اس تنور میں سے -جس میں آگ ہے- آگ بجھ جائے اور پانی کا فوارہ نکلے تو سمجھ جانا کہ اللہ کا عذاب آرہا ہے۔ (درمنثور: ۳/ ۵۹۵)

اور ہوا بھی ایسا، حضرت نوح علیہ السلام نے نوسو پچاس (۹۵۰) سال لگا تار اپنی قوم کو دین کی دعوت دی اور قوم کے اکثر لوگ ایمان نہیں لائے تو ایک دن صبح صبح آگ بجھ گئی، اس تنور میں سے پانی کا فوارہ نکلا اور اللہ تعالیٰ کا عذاب آنا شروع ہوا، پوری دنیا میں اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا۔

عذاب کی کیفیت اور ہولناکی

دینی بہنو! اتنا بڑا عذاب آیا کہ پوری دنیا میں پانی پانی ہو گیا، آسمان سے پانی برس رہا ہے، زمین میں سے پانی نکل رہا ہے، پوری دنیا ڈوب کر ختم ہو گئی۔

بلکہ تفسیر میں لکھا ہے کہ: اس زمانے میں دنیا میں جو سب سے اونچا پہاڑ تھا، اس

کی سب سے اوپر کی چوٹی پر چالیس ہاتھ پانی تھا، اندازہ لگاؤ! کتنا بڑا عذاب ہوگا؟

کعبۃ اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان والے کشتی میں بیٹھ گئے، اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو بچالیا، حضرت نوح علیہ السلام کی پوری قوم کو غرق کر کے ختم کردیا۔

ان کا ایک بیٹا (کنعان) - جو ایمان نہیں لایا تھا وہ بھی ڈوب کر ختم ہوگیا۔

اور ان کی بیوی ''وائلہ'' کو بھی - جو ایمان نہیں لائی تھی - اللہ تعالیٰ نے ڈُبا کر ختم کردیا۔ (بغوی اردو: ۳/۷۹، طبری: ۷/۴۸)

ایمان کے بغیر نیک لوگوں کی صحبت فائدہ نہیں دیتی

میری دینی بہنو! انسان جب نیک لوگوں سے دوستی رکھتا ہے تو اس کا فائدہ ہوتا ہے؛ لیکن اس کے لیے ایمان لانا شرط ہے، اگر ایمان ہوگا تو نیک لوگوں کی دوستی فائدہ دے گی اور ایمان نہیں ہوگا تو نیک لوگوں کی دوستی فائدہ نہیں دے گی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی نبی کے نکاح میں تھی؛ لیکن ایمان نہیں تھا؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں عذاب والے پانی میں غرق کردیا اور آخرت میں اس کو جہنم کی آگ میں داخل کریں گے۔

ایمان کے بغیر رشتے داری بھی کوئی فائدہ نہیں دیتی

اسی طریقے سے کوئی آدمی نبی کے ساتھ یا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ رشتے داری رکھتا ہو، دوستی اور رشتے داری فائدہ دیتی ہے؛ لیکن اس کے لیے بھی ایمان

ہونا چاہیے، اپنے اندر کچھ نیک اعمال بھی ہونے چاہیے تو یہ دوستی اور رشتے داری اللہ تعالیٰ کے یہاں فائدہ دیتی ہے۔

ہائے بد نصیبی!

دینی بہنو! بعض لوگ اتنے بد نصیب ہوتے ہیں، اتنے برے نصیب والے ہوتے ہیں- اللہ تعالیٰ ایسا برا نصیب والا ہونے سے ہماری حفاظت فرمائے- کہ نبی کے گھر میں رہتے رہتے بھی ایمان کی توفیق نہیں ہوئی۔

لہذا کہیں ایسا نہ ہو جاوے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ آپ کے ساتھ شادی کر لیوے؛ لیکن اس کے باوجود زندگی میں نیکی نہ آئے- وہ تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو: شوہر نیک، نمازی، دین دار ہو؛ لیکن آج تک ہماری زندگی میں دین داری نہ آئی ہو- ایسا نہیں ہونا چاہیے، یہ بہت بڑی بد بختی کی بات ہے، بہت برے نصیبے کی بات ہے کہ کسی نیک آدمی کے ساتھ رہے اور اپنے اندر ایمان اور اعمالِ صالحہ کچھ نہ آوے۔

جیسے نوح علیہ السلام کی بیوی ایک نبی کے ساتھ رہی؛ لیکن اس نے نبی کے ساتھ رہ کر دین نہیں سیکھا، ایمان نہیں سیکھا، اچھے اعمال نہیں سیکھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں پانی میں ڈبو کر ختم کر دیا اور آخرت میں جہنم کی آگ میں داخل فرمائیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے لیے ’’عِبَادِنَا‘‘ کا لفظ استعمال فرمایا، اس سے ان دونوں نبیوں کی خصوصی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ یہ دونوں نبی اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ برگزیدہ اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے سمجھے جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اچھے لوگوں کے ساتھ رہنے کی اور ان سے اچھی عادتیں سیکھنے کی توفیق عطا فرماوے، اچھے لوگوں کے ساتھ رہ کر اچھی زندگی گذارنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا جو برا انجام ہوا ایسے برے انجام سے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی زوجۂ محترمہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

مختصر تعارف

نام: سارہ۔

وجہِ تسمیہ: ابنِ عساکر کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ سارہ کا نام پہلے ''یسارہ'' تھا، ایک مرتبہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کو ''سارہ'' نام سے پکارا تو انھوں نے انکار کیا کہ: میرا نام سارہ نہیں؛ یسارہ ہے۔ (یسارہ ''بانجھ'' کو کہتے ہیں، جسے اولاد نہ ہو سکے اور سارہ؛ یعنی وہ عورت جس میں جننے کی صلاحیت ہو)۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ: تو یسارہ تھی کہ حمل نہیں ٹھہر سکتا تھا، اب تو سارہ ہے؛ یعنی تجھے حمل بھی ٹھہرے گا اور تو اس بچے کو دودھ بھی پلائے گی۔ (موسوعۃ التفسیر الماثور: ۱۱/۳۴۸)

خاندان: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رشتے دار تھیں، چچا کی یا ماموں کی لڑکی تھیں۔

شکل: آپ بہت خوب صورت تھیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت حواء جیسی خوب صورت تھیں۔

نکاح: آپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھیں۔

وطن: آپ کا وطن ''بابِل'' عراق تھا۔

آپ ہی پہلی وہ خاتون ہیں جس نے عراق سے شام تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کی۔

مدفن: آپ کی قبر مقبوضہ فلسطین کے شہر: الخلیل کے ''حرم الخلیل'' میں واقع ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ (الصافات)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ومرتبہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور پیغمبروں میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت اونچا مقام اور درجہ عطا فرمایا تھا، اتنا اونچا مقام عطا فرمایا تھا کہ ایک حدیث کے مطابق اِس دنیا میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا آئے، ان میں (مرتبے کے اعتبار سے) پہلا نمبر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور دوسرا نمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے، اتنے بڑے اور اونچے درجے کے یہ نبی ہیں۔ (درمنثور:۱/۵۷۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شہر اور آپ کا قوم کو دعوت دینا

حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے ایک شہر ''بابل'' میں رہتے تھے، اُس زمانے میں ''بابل'' عراق کا بہت مشہور شہر تھا، اسی بابل شہر میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی،

یہ شہر بعد میں ویران ہو گیا، آج بھی اس شہر کے کچھ کھنڈرات ہیں، ایسا کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دین کی دعوت دینے کا حکم دیا، عراق کے لوگ آپ کے مخالف ہو گئے، وہاں کا بادشاہ خود کافر تھا اور لوگوں کے پاس کفر اور شرک کرواتا تھا، آپ کے ابا: آزر اور آپ کی امی دونوں پکے کافر تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ابا آزر بت بنانے میں بڑے ماہر تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی تو پورا عراق آپ کا مخالف ہو گیا، ماں باپ بھی آپ کے مخالف ہو گئے۔

عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ کوئی بھی دین کا داعی، دین کی بات لے کر اٹھتا ہے تو لوگ اس کے مخالف بن جاتے ہیں؛ لیکن داعی کو تکلیف اور مخالفت سے گھبرانا نہیں چاہیے؛ بلکہ دین کی دعوت جاری رکھنی چاہیے۔

قوم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ستانا

دشمنوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ستانا شروع کیا اور آپ کو ختم کر دینے کا پلان بنایا، آپ کے لیے بڑی خطرناک آگ جلائی گئی اور اس آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈالا گیا؛ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت فرمائی۔ (طبری:۹/ ۴۳)

قرآنِ مجید میں آیتِ کریمہ ہے:

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ (الأنبياء)

ترجمہ: ہم نے حکم دیا کہ: اے آگ! تو ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی (آرام) والی ہو جا۔

اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا؛ چناں چہ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت فرمائی۔

اِس آیت کا ایک فائدہ: بخار کا علاج

اگر کسی کو بخار آجائے تو اکتالیس (41) مرتبہ یہ آیتِ کریمہ؛ اول و آخر تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر پانی پر دم کر کے مریض کو پلا دو یا بیمار پر دم کر دو تو ان شاء اللہ! اس کا بخار ختم ہو جائے گا، گھر میں بچوں کو بخار آجائے، بڑوں کو بخار آجائے تو اس آیت کا یہ عمل بہت فائدے والا ہے، چند مرتبہ کرلو ان شاء اللہ! فائدہ ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استقامت

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگ سے بچ گئے؛ لیکن آپ نے عراق میں دین کی دعوت نہیں چھوڑی، بہت تکلیفیں برداشت کیں، کوئی ایمان نہیں لایا؛ بلکہ لوگ آپ کے دشمن بن گئے، صرف دو آدمی ایمان لائے، ایک مرد تھا اور ایک عورت تھی، مرد: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے یا بھانجے۔ اس بھتیجے یا بھانجے کو بھی اللہ تعالیٰ نے بعد میں نبی بنایا۔ جن کا نام حضرت لوط علیہ السلام ہے۔

ایک وفادار عورت: حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

دوسری ایک عورت ایمان لائی، وہ آپ علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا تھیں، یہ آپ کی رشتے دار تھیں، چچا کی یا ماموں کی لڑکی تھیں، ان ہی کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شادی ہوئی تھی۔ (فتح الباری: ۶/ ۴۸۳، طبری: ۷/ ۷۰)

یہ عورت بہت وفادار عورت ثابت ہوئیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان بھی لائیں اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہجرت کرنی پڑی اس وقت یہ سارہ نام کی بیوی بھی آپ کے ساتھ ہجرت کر کے گئیں۔

یہ بہت خوب صورت عورت تھیں اور اپنے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت ہی زیادہ مطیع اور فرماں بردار تھیں، ایمان بھی لائیں اور ہجرت بھی کیں۔

عورت کو دینی کاموں میں شوہر کا ساتھ دینا چاہیے

اللہ تعالیٰ ہماری دینی بہنوں کو یہ توفیق عطا فرماویں کہ دین کے کام میں وہ اپنے شوہر کی مدد کرنے والی بنیں۔ اللہ کے نبی ہجرت کر کے جا رہے ہیں تو اس عورت نے ایسا نہیں کہا کہ: میں تو یہیں رہوں گی، میرے ماں باپ یہاں رہتے ہیں؛ بلکہ وہ عورت ہجرت کر کے ساتھ میں چلی گئی۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برابر مدد کرتی رہیں۔

اِس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ ہماری بہنوں کو چاہیے کہ وہ دین کے کاموں میں اپنے شوہروں کی مدد کرنے والیاں بنیں۔

نیک کام میں دوسرے کی مدد کرنی چاہیے نہ کہ برے کام میں

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ نیکی اور بھلائی کے کام میں دوسرے مسلمان بھائی کی مدد کرے، قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۲﴾ (المائدۃ)

ترجمہ: اور تم نیکی اور تقویٰ کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کے کام میں تم ایک دوسرے کی مدد مت کیا کرو اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یقیناً اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وہ عظیم نیک خاتون ہیں جس نے پورے گندے ماحول میں اپنے شوہر کی مدد کی، خود بھی ایمان لائیں، ایمان پر مضبوط رہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدد کرتی رہیں۔ انسان کو جب گھر والوں کی طرف سے دینی کام میں مدد ملتی ہے تو بہت آسانی ہو جاتی ہے۔

گھر والوں کی اصلاح

میرے مرشدِ ثانی، شیخ الحدیث حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم فرمایا کرتے ہیں کہ: جب گھر میں بیوی بچے دینی مزاج کے ہوں گے تو آدمی گھر سے باہر پورے اطمینان کے ساتھ دین کے کام کر سکتا ہے، اگر گھر کا ماحول درست نہیں ہوتا تو پھر باہر دینی کام میں الجھنیں ہی رہتی ہیں اور دوسرے لوگوں پر بھی ہماری دعوت کا اثر کم ہوتا ہے۔

اس لیے قرآنِ مجید میں بھی ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم اپنے گھر والوں کو دین دار بنانے کی خاص فکر کریں، یہ ہماری ذمے داری ہے اور اس کی ضرورت بھی ہے؛ ورنہ آدمی گھر کے باہر دینی کاموں میں مشغول رہے اور گھر والے بے دین ہوں، نمازی نہ ہوں، حرام کام کرتے ہوں، تو یہ ہرگز ہرگز مناسب نہیں ہے، انسان کو اپنے گھر والوں کی بھی دینی فکر کرنا چاہیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنی بیوی سے محبت کی وجوہات

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی، بیوی سے محبت تو ہوتی ہی ہے، اس کے علاوہ محبت کی دوسری وجوہات بھی تھیں اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے محبت کیوں نہ ہوتی! کہ یہی وہ عورت ہے جس نے اکیلے پورے عراق میں آپ کا ساتھ دیا تھا۔

پورے عراق والے اللہ کے نبی کے دشمن، سگے ماں باپ بھی دشمن، خاندان والے بھی دشمن، حکومت اور بادشاہ بھی دشمن، ایسے خطرناک ماحول میں جس بیوی نے آپ کا ساتھ دیا ہو، آپ کی مدد کی ہو، اس بیوی سے محبت کا ہونا لازمی تقاضا تھا۔

دوسری وجہ

دوسری بات یہ تھی کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے مدد کیں اور ایمان بھی لائیں اور ایمان کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی بیوی سے محبت اور زیادہ ہوگئی۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ تھی کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا آپ کی رشتے دار تھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شادی اپنے رشتے دار میں ہوئی تھی اور رشتے داری کی وجہ سے محبت زیادہ تھی۔

رشتے داروں میں آپس میں شادیاں

آج کل بعض ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ: رشتے داروں میں شادی کرنے سے بعض خطرناک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، یہ بات سراسر غلط ہے، خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کروایا تھا۔

بہت سے ڈاکٹر حضرات کی ایک بیماری ہے کہ جب کسی بیماری کی صحیح وجہ سمجھ میں نہیں آتی تو وہ اس قسم کی باتیں بتادیتے ہیں: اس لیے رشتے داروں میں شادی کرو، اس میں کوئی تکلیف نہیں ہے، ہمارے بڑے کہا کرتے تھے: لڑکی گھر میں ہو تو شادی کے لیے محلے میں مت جاؤ، محلے میں ہو تو گاؤں میں مت جاؤ، گاؤں میں ہو تو دوسرے گاؤں مت جاؤ۔

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ کتابوں میں یہ لکھی ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حسین اور بہت خوب صورت بنایا تھا۔ (فتح الباری: ۶/۴۸۳)

بعض روایتوں میں یہ الفاظ آئے ہیں:

اِنَّہٗ نَزَلَ ھٰہُنَا رَجُلٌ مَعَہٗ اِمْرَأَۃٌ ھِيَ أَحْسَنُ النَّاسِ. (بخاری)

یہاں ایک آدمی آیا ہے اس کے ساتھ ایک عورت ہے جو لوگوں مین سب سے زیادہ خوب صورت ہے۔

وَفِيْ رِوَایَۃٍ: أَحْسَنُ النِّسَاءِ. (بخاری)

اور ایک روایت میں ہے کہ: عورتوں مین سب سے زیادہ خوب صورت ہے۔

بذل المجہود میں ہے کہ:

أُعْطِيَ یُوْسُفُ شَطْرُ الْحُسَنِ وَأُمُّہٗ شَطْرُ الْحُسْنِ؛ یَعْنِيْ سَارَۃَ. (بذل المجہود)

حضرت یوسف علیہ السلام کو آدھا حسن دیا گیا اور ان کی ماں کو آدھا حسن دیا گیا؛ یعنی حضرت سارہ کو۔

پانچویں وجہ

بڑا کمال یہ ہوا کہ اللہ کے دین کے لیے جب ہجرت کا موقع آیا تو اس عورت نے ایک بات بھی ادھر ادھر کی نہیں کی؛ بلکہ فوراً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کے لیے تیار ہو گئی۔

اِن وجوہات کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت

اب اللہ کا حکم آیا، اس کا خلاصہ یہ تھا کہ: ابراہیم! یہ عراق کے لوگ ایمان نہیں لاتے، تو تم عراق چھوڑ کر چلے جاؤ، یہاں سے ہجرت کرو۔ (طبری:۹/۴۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔

حقیقت یہ ہے کہ کفار و مشرکین کی دشمنی تو انبیا علیہم السلام سے ہمیشہ ہی ہوتی چلی آئی ہے اور عادۃ اللہ یہی رہی ہے کہ جب کسی نبی کی قوم اپنے انکار اور ضد پر جمی رہی، پیغمبر کی بات نہ مانی، ان کے معجزات دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لائی تو دو صورتوں میں سے ایک صورت کی گئی: یا تو اس قوم پر آسمانی عذاب بھیج کر سب کو ہلاک کر دیا گیا، جیسے عاد وثمود اور قومِ لوط کے ساتھ معاملہ کیا گیا۔

یا پھر یہ صورت ہوتی کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو ان کافروں اور نافرمانوں کی بستی سے ہجرت کروا کر دوسری طرف لے گئے اور وہاں ان کو طاقت وشوکت دی گئی اور ان کی دعوت لوگوں میں مقبول ہوئی، لوگ ان پر ایمان لائے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام

عراق سے ہجرت کر کے شام تشریف لے گئے، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے ہجرت کر کے علاقۂ شام میں تشریف لائے اور آخر میں خاتم الانبیاء ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینۂ طیبہ تشریف لائے، پھر مدینہ سے تشریف لا کر مکہ فتح کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے قتل کے پلان سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کا آسمان پر بلا لینا بھی درحقیقت ایک قسم کی ہجرت تھی۔

اُس دور کی ہجرت

اب ہجرت کرنا کتنا مشکل کام ہے کہ جس وطن میں پیدا ہوئے، جس وطن میں جوان ہوئے، اس وطن کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانا اور وہ بھی پرانے زمانے میں، آج تو ہزاروں میل، ہزاروں کلومیٹر کا سفر کرنا بھی آسان ہے، جب چاہے ہوائی جہاز وغیرہ سے سفر کر کے ملاقات کرنا آسان ہے؛ لیکن وہ زمانہ تو بڑا مشکل اور خطرناک زمانہ تھا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہجرت کرنے کا حکم ملا تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ایسی وفادار عورت تھیں کہ انھوں نے فوراً ہجرت کی نیت کر لی اور آپ کے ساتھ ہو گئیں، اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں اس واقعے کو بیان فرماتے ہیں:

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ۝٧٠ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۝٧١ (الأنبياء)

ترجمہ: انھوں نے ان (ابراہیم علیہ السلام) کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تھا، سو ہم نے ان کو پوری طرح ناکام کر ڈالا ﴿۷۰﴾ اور ہم ان (ابراہیم علیہ السلام) کو اور لوط (علیہ السلام) کو بچا کر اس زمین (ملکِ شام) کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہاں والوں کے لیے برکت رکھی ہے۔

ہجرت کے ساتھی

چناں چہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کے لیے نکلے تو ساتھ میں ان کی بیوی سارہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے بھانجے یا بھتیجے لوط علیہ السلام بھی تھے، تو تین آدمیوں کی جماعت تھی:

① حضرت ابراہیم علیہ السلام ② حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ③ حضرت لوط علیہ السلام۔

بعض تاریخی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔

”سنان“ بادشاہ کی بری عادت

دونوں میاں بیوی اور ساتھ میں بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام ہیں، ہجرت کے اسفار میں ایک موقع پر مصر (Egypt) سے گذرنا ہوا، پہلے زمانے میں مصر کے ہر بادشاہ کا لقب ”فرعون“ ہوا کرتا تھا اور اس زمانے کے بادشاہ کا نام:

① عمرو ابن امرء القیس ② صدوق یا صادوف، یہ اردن کا بادشاہ تھا ③ سِنان بن علوان، یہ حرّان کا بادشاہ تھا ④ مصر کا ایک ظالم بادشاہ تھا۔

یہ بادشاہ کے نام اور علاقے کے سلسلے میں مختلف اقوال ہیں۔

اس کمبخت کی عادت یہ تھی کہ جونئی عورت ملکِ مصر میں آتی وہ اس کے ساتھ زبردستی برا کام کرتا تھا، پورے ملک میں ہر طرف راستے میں اس کے جاسوس بیٹھے رہتے تھے۔ (فتح الباری: ۶/ ۴۸۴، ۴۸۳)

جب سفر کرتے کرتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جماعت وہاں پہنچی تو جاسوسوں نے بادشاہ کو خبر دے دی کہ ایک بہت خوب صورت عورت اور اس کے ساتھ دو مرد آج

ہمارے ملک میں آئے ہیں، چناں چہ اس ظالم بادشاہ کی نیت خراب ہوگئی۔

اس کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ اگر میاں بیوی سفر میں ساتھ ہوں تو شوہر کو الگ کر دیتا تھا اور بیوی کو اپنے محل میں بلا کر غلط کام کیا کرتا تھا اور اگر بھائی بہن ہوں، باپ بیٹی ہوں تو تھوڑی بہت رعایت کرتا تھا۔

جب اس کو اس کے جاسوسوں نے بتلایا تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے محل میں بلایا اور پوچھا: تم کون ہو؟ اور تمھارے ساتھ یہ عورت کون ہے؟

ضرورت کے وقت ''توریہ'' کرنا جائز ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک سچی بات بتائی، ظاہر میں ایسا لگتا تھا کہ کچھ جھوٹی بات ہے، ایسی مجبوری کے موقع پر ایسی بات کر سکتے ہیں جو حقیقت میں سچی ہو اور اوپر سے کچھ دوسری معلوم ہوتی ہو۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرے ساتھ میری بہن ہے؛ حالاں کہ بیوی تھی۔

(بخاری، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ عز و جل: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، حدیث: ۳۳۵۸، فتح الباری: ۶/۴۸۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بادشاہ کے محل سے آکر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ: دیکھ! بادشاہ پوچھے گا کہ تم دونوں کون ہو؟ تو میں نے اس کو بتلایا ہے کہ میرے ساتھ میری بہن ہے اور میں نے بہن اِس اعتبار سے کہا ہے کہ: اس پورے ملکِ مصر میں ایمان کے رشتے کے اعتبار سے ہم بھائی بہن ہیں، یہ ایمانی رشتہ ہے۔

قرآنِ مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان فرمائی ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ. (الحجرات)

ترجمہ: حقیقت تو یہ ہے کہ ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں؛ اس لیے

اپنے دو بھائیوں میں صلح (ملاپ) کرادو۔

اس کلمے کی نسبت پر ہم دونوں بھائی بہن ہیں اور ویسے ہم دونوں میاں بیوی ہیں، اگر بادشاہ تجھ سے پوچھے تو تو بھی یہی کہہ دینا کہ ”ہم دونوں بھائی بہن ہیں اور نیت یہ رکھنا کہ ایمانی بھائی بہن والا رشتہ مراد ہے“۔

بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو واپس بھیج دیا اور پھر اس ظالم نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ: سارہ کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خصوصی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ یہ بادشاہ بڑا ظالم و بدمعاش ہے،عورتوں کے ساتھ برا کام کرتا ہے؛ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت پریشان ہوئے کہ پتا نہیں یہ میری بیوی کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟

چناں چہ جب پولیس والے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو پکڑ کر لے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وضو کیا، نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا میں مشغول ہو گئے اور جب تک حضرت سارہ رضی اللہ عنہا واپس نہیں آئیں تب تک اللہ تعالیٰ کی طرف دعا میں مشغول رہے اور اللہ کے سامنے دعا میں ہاتھ اٹھا کر کہا: اے اللہ! یہ بادشاہ جو میری بیوی کے ساتھ زنا اور برے کام کا ارادہ رکھتا ہے، اے اللہ! آپ اس ظالم سے میری بیوی کی حفاظت فرمایئے۔(فتح الباری: ۶/۴۸۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل اللہ تعالیٰ نے عجیب بنایا تھا

میری دینی بہنو! ایسے موقع پر شوہر کے دل میں عجیب عجیب شک وشبہات پیدا

ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل بڑا عجیب بنایا تھا، انھوں نے تو ایمان یعنی مرنے کے بعد زندہ ہونے کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ:

اے اللہ! آپ مرنے کے بعد کیسے زندہ کریں گے؟

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ

ترجمہ: اور (وہ واقعہ سنو!) جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھایئے! آپ کس طرح (یعنی کس کیفیت سے) مُردوں کو زندہ کریں گے؟

تو اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: کیا تم کو (اس مرنے کے بعد زندہ ہونے پر) یقین نہیں ہے؟ تو انھوں نے (یعنی ابراہیم علیہ السلام نے) عرض کیا کہ: (یقین) کیوں (نہیں ہوتا)؛ لیکن (چاہت یہ ہے کہ آنکھ سے وہ کیفیت دیکھ لوں) تاکہ میرے دل کو پورا اطمینان حاصل ہوجاوے۔

یعنی اے اللہ! آپ مرنے کے بعد زندہ کریں گے اس پر تو میرا ایمان ہے؛ لیکن میں اپنے دل کے اطمینان کے لیے آنکھ سے بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ قیامت کے دن مردوں کو کیسے زندہ کریں گے؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہ دکھایا کہ کیسے وہ مردوں کو زندہ کریں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل بڑا عجیب تھا، وہ آنکھ کے ذریعے سے دیکھ کر پورا یقین – جو مشاہدے کے درجے کا ہوتا ہے – حاصل کرنا چاہتے تھے۔

شک: بہت بڑی تباہی کا ذریعہ

اب سپاہی بیوی کو پکڑ کر لے جائیں اور پتا نہیں بادشاہ کیا کیا کرے، اللہ کے نبی

کے دل میں شک آجائے اور میری دینی بہنو! اگر کسی نبی کے دل میں اپنے کسی امتی کے لیے شک آجائے تو اس امتی کے لیے بڑی بربادی ہوتی ہے۔

اسی طرح شوہر کو بھی اپنے دل میں بیوی کے متعلق کوئی شک نہیں لانا چاہیے اور بیوی کو بھی شوہر پر شک نہیں کرنا چاہیے؛ ورنہ دونوں میں محبت کم ہوجاتی ہے۔

الغرض! حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا یقیناً دونوں میاں بیوی تھے؛ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی تھے اور ماں سارہ رضی اللہ عنہا امتی تھیں؛ اس لیے نبی کے دل میں شک آجانا یہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے لیے مناسب نہیں تھا اور دونوں میں میاں بیوی کا رشتہ بھی تھا؛ اس لیے آپس میں پورا اعتماد ہونا بھی ضروری تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد

اللہ تعالیٰ نے عجیب مدد فرمائی، اس بادشاہ کے محل کی جتنی دیواریں تھیں سب کو اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے کانچ جیسا بنا دیا، شیشہ بنا دیا؛ حالاں کہ وہ بڑی بڑی پتھروں کی دیواریں ہوں گی؛ لیکن اللہ کی عجیب قدرت!

کسی کو نہیں معلوم کہ کیا ہو رہا ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس محل کے باہر بیٹھ کر سارا منظر دیکھ رہے ہیں کہ پولیس والے میری بیوی کو پکڑ کر محل میں لے گئے، پھر بادشاہ کے دربار میں لے گئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت سے سب مناظر باہر بیٹھے بیٹھے دیکھ رہے ہیں اور اللہ نے ان کے لیے یہ نظام اس لیے کر دیا تاکہ ان کے دل میں اطمینان رہے کہ میری بیوی پاک ہے، اس کے ساتھ کوئی غلط کام نہیں ہوا ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ کی یہ غیبی مدد آئی۔

چناں چہ وہ ظالم بادشاہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے حسن کو دیکھ کر دیوانہ ہو گیا، خوشی سے جوش میں آ گیا، بادشاہ نے پولیس سے کہا کہ: اس کو میرے سونے کے کمرے (Bed Room) میں پہنچادو۔

پولیس والوں نے پہنچادیا۔

وہ بادشاہ اس کمرے میں گیا اور اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ غلط کام کرنے کا ارادہ کیا، وہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف آگے بڑھنے لگا۔ اس پریشانی اور مجبوری کے موقع پر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے اٹھ کر جلدی جلدی وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر اللہ سے دعا مانگی۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا

ان کی دعا کے مبارک الفاظ بھی کتابوں میں موجود ہیں، انھوں نے دعا میں اللہ تعالیٰ سے کہا کہ: اے میرے اللہ! میں آپ پر ایمان لائی ہوں، آپ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائی ہوں۔ پھر آگے انھوں نے بڑی زبردست بات کہی کہ:

اے میرے اللہ! آپ جانتے ہیں آج تک میں نے اپنے شوہر کے علاوہ کسی کے سامنے اپنی شرم گاہ کو نہیں کھولا ہے، میں نے ہمیشہ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی ہے، اے میرے اللہ! آج اس مجبوری کے موقع پر آپ اِس ظالم بادشاہ سے میری حفاظت فرمایئے۔ (فتح الباری: ۶/ ۴۸۴-۴۸۵)

مجبوری کے وقت کیا کرنا چاہیے

میری دینی بہنو! ایسی مجبوری سے اللہ میری اور آپ سب کی حفاظت فرمائے۔

لیکن کبھی بھی مجبوری کا موقع ہو تو ہمارے لیے ایک راستہ ہے اور وہ راستہ ہے اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا کرنا، خود اللہ تعالیٰ اعلان فرماتے ہیں:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ. (النمل:۶۲)

ترجمہ: بھلا وہ کون ہے کہ جب کوئی بے قرار ہو کر اس کو پکارتا ہے تو وہ اس کی دعا قبول کرتا ہے اور تکلیف دور کر دیتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو مجبور کی دعا سن لے اور اس کی تکلیف اور پریشانی کو دور کر دے؟ مجبور کی دعا سننے والے صرف ''اللہ'' ہیں، اس کی تکلیف کو دور کرنے والے بھی صرف ''اللہ'' ہیں۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا کی برکت

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا مانگی، اس دعا کی برکت یہ ہوئی کہ اس ظالم بادشاہ کا پورا بدن جکڑ گیا، اس کی سانس پھولنے لگی، ایسا ہو گیا جیسا لقوہ ہو گیا ہو اور جو ہاتھ اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف لمبا کیا تھا وہ ہاتھ بیکار ہو گیا اور پورے محل میں زلزلہ آ گیا اور اللہ کی قدرت سے زمین پھٹی اور وہ آہستہ آہستہ زمین میں دھنسنے لگا اور گھٹنے تک زمین میں دھنس گیا۔

اس نے دیکھا کہ یہ تو مجھ پر عذاب آ گیا کہ میرا پورا بدن جکڑ گیا اور میں زمین میں دھنسا جا رہا ہوں تو اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے معافی مانگی اور کہنے لگا: اے سارہ! مجھے معاف کر دو! میں پکا وعدہ کرتا ہوں کہ اب ایسا کام نہیں کروں گا۔

چوں کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ایک نبی کی بیوی تھیں، جس طرح ایک نبی کے دل

میں اللہ کی مخلوق کے لیے شفقت، نرمی اور محبت ہوتی ہے اسی طرح حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا دل بھی بڑا نرم تھا، فوراً حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگنا شروع کی کہ:

اے اللہ! اگر یہ ظالم مر گیا اور پورا زمین میں چلا گیا تو پورے مصر میں لوگ مجھے بدنام کریں گے کہ سارہ نے بادشاہ کو قتل کر ڈالا؛ اس لیے اے اللہ! آپ اس بدنامی سے میری حفاظت فرمایئے اور اس کو آپ معاف فرما دیجیے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور اس ظالم بادشاہ کا بدن پھر سے اچھا ہو گیا اور زمین سے نکل کر اس کے اوپر آ گیا۔ (فتح الباری: ۶/۴۸۵)

گناہ کی عادت جلدی چھوٹتی نہیں ہے

لیکن آج تک جو اس نے زندگی میں بہت مرتبہ زنا کا کام کیا تھا تو گناہ کرتے کرتے اس کا پورا دل کالا پڑ چکا تھا؛ چناں چہ جب وہ اچھا ہو گیا، ایک مرتبہ اللہ کا عذاب دیکھ لیا پھر بھی اس نے عبرت حاصل نہیں کی اور دوسری مرتبہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف گناہ کرنے کی نیت سے آگے بڑھا۔

میری دینی بہنو! - اللہ ایسی بری عادت سے ہماری حفاظت فرمائے - ایک مرتبہ کھلم کھلا اللہ کا عذاب دیکھنے کے بعد بھی گناہ کی عادت نہیں چھوٹی، یہ عذاب ہم لوگوں کو سدھارنے کے لیے آتا ہے کہ ہم ذرا سنبھل جائیں، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں، گناہ چھوڑ کر اپنی عادت اچھی بنالیں؛ اس کے لیے اللہ تعالیٰ موقع مرحمت فرماتے ہیں۔

بادشاہ کی دوسری مرتبہ پکڑ

جب دوبارہ آگے بڑھا تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دوسری مرتبہ جلدی جلدی وضو

کیا، دو رکعت نماز پڑھیں، اللہ کے سامنے دعا مانگنے بیٹھ گئیں؛ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا کی برکت سے دوسری مرتبہ بھی اس ظالم کے بدن کو جکڑ دیا؛ بلکہ پہلے سے زیادہ سخت جکڑ گیا، اس کی سانس پھولنے لگی اور وہ زمین میں دھنسنے لگا، پھر سے وہ پکارتا ہے، آواز دیتا ہے، معافی مانگتا ہے، چلاتا ہے ''سارہ! معاف کردو''۔

پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اس کے لیے نرمی آ گئی، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے پھر سے اس کے لیے دعا کر دی اور اس دعا کی برکت سے وہ ظالم اچھا ہو گیا، زمین پر آ گیا۔ (فتح الباری: ۶/۴۸۵)

جب دوسری مرتبہ اچھا ہو گیا تب بھی اس ظالم کو شیطان گناہ پر ابھار رہا تھا۔

بادشاہ کی تیسری مرتبہ پکڑ

پھر تیسری مرتبہ اس ظالم نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے سامنے برا ارادہ کیا، اس تیسرے موقع پر بھی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے جلدی جلدی وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔

میری دینی بہنو! میں آپ کو یہی چیز سمجھانا چاہتا ہوں کہ نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے لینے والیاں بن جاؤ، اللہ سے مدد مانگنے والیاں بن جاؤ۔

چناں چہ تیسری مرتبہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا مانگی تو پھر اس ظالم کا بدن جکڑ گیا، زمین میں دھنسنے لگا، وہ پھر چلاتا ہے، پکارتا ہے ''سارہ! اب نہیں کروں گا، یہ آخری موقع ہے، گڑگڑا کر معافی مانگتا ہے۔

جب اس نے قسم کھا کر یہ وعدہ کر لیا کہ آخری مرتبہ مجھ کو مہلت دے دو، آخری

مرتبہ مجھ کو معاف کر دو، تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے پھر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور وہ ظالم اچھا ہو گیا اور زمین پر آ گیا۔ (فتح الباری: ۶/۴۸۵)

بعض تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب بھی اس ظالم نے برے کام کا ارادہ کیا تو ہر مرتبہ محل میں زلزلہ آیا اور وہ ظالم ایک محل کو چھوڑ کر دوسرے محل میں بھاگا تو وہاں بھی زلزلہ آ گیا، یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا۔

جب تین مرتبہ کوشش کرنے کے بعد بھی کام نہ ہو سکا تو بادشاہ نے پولس والوں کو بلا کر کہا کہ: خدا کی قسم! تم ایک شیطانہ عورت کو میرے پاس اٹھا کر لائے ہو۔

بادشاہ کا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو انعام دینا

آپ کو ایک عجیب بات بتلاؤں: اِس واقعے سے اس ظالم بادشاہ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ عورت کوئی معمولی عورت نہیں ہے؛ بلکہ کوئی بڑی نیک عورت ہے اور کوئی غیبی مدد اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے؛ چناں چہ اس ظالم نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیا اور چھوڑنے کے بعد یوں کہا کہ: اس عورت کو اس کے مرد کے پاس؛ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس بھیج دو اور جب بھیجا تو اس نے ایسے نہیں بھیجا؛ بلکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو عجیب عجیب انعامات دیے:

① بہت سارا مال دیا، سونا، چاندی، ہیرے جواہرات دیے۔

② بہت سارے جانور دیے، اس زمانے میں جانور؛ یعنی آج کل کے زمانے کے اعتبار سے کاریں دیں۔

③ بہت سارے غلام دیے کہ یہ غلام لے جاؤ، تمھاری خدمت کریں گے۔

④ چوتھا انعام بڑا عجیب دیا، بڑا زبردست انعام دیا کہ اس بادشاہ کی ایک نوجوان

لڑکی تھی، وہ لڑکی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو دی کہ: سارہ! تم میری بیٹی لے جاؤ، اب میری یہ بیٹی پوری زندگی تمھاری خدمت کرے گی۔

میری دینی بہنو! جانتے ہو یہ بیٹی کون ہے؟

یہ مصر کے بادشاہ فرعون کی بیٹی تھی، اس بیٹی کا نام تھا ''ہاجرہ''۔

بخاری شریف کی روایت میں حضرت ہاجرہ کے لیے ''وَلِيدَةٌ'' کا لفظ استعمال فرمایا کہ بادشاہ نے ''ولیدۃ'' ہدیہ میں دی اور یہ بیٹی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے؛ لیکن یہودی لوگ اللہ کے رسول کی دشمنی میں اس کو باندی سے تعبیر کرتے ہیں؛ کیوں کہ آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام یہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں تو ہمارے نبی پر عیب لگانے کے لیے کہ ان کی دادی: ہاجرہ تو ایک باندی تھی۔

بہرحال! حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اس بادشاہ کی جوان لڑکی اور دوسرے انعامات کو لے کر جب واپس آئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا: تیرے ساتھ کیا ہوا؟

حالاں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پورا منظر دیکھ رہے تھے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے نبی! اے میرے شوہر! اللہ تعالیٰ نے میری عزت کی حفاظت فرمالی اور وہ ظالم بادشاہ میرے ساتھ غلط کام نہیں کرسکا۔

پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: دیکھو! مجھے کیسے کیسے انعام ملے، نماز اور دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے پاک رکھا اور انعام میں یہ مال ملا اور بادشاہ نے اپنی بیٹی ہاجرہ بھی مجھے دے دی کہ یہ میری خدمت کرے گی، میرا کام کرے گی۔ (البخاری، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ عزوجل: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا: ۳۳۵۸، کتاب البیوع، باب شراء المملوک من الحربی: ۲۲۱۷)

مصر سے برکت والے ملکِ شام کی طرف

اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملکِ شام کی طرف ہجرت کرنی ہے، جس کو آج کل سیریا (Syria) کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①

ترجمہ: اس (اللہ تعالیٰ) کی ذات ہر عیب سے پاک ہے جو اپنے بندے (محمد ﷺ) کو رات کے وقت میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئے، جس کے اطراف میں ہم نے (ہر قسم کی) برکتیں رکھی ہیں (اس بندے محمد ﷺ کو وہاں لے جانے کا مقصد یہ تھا) تا کہ ہم ان کو ہماری (قدرت کی) کچھ نشانیاں دکھلائیں، یقینی بات ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہر بات سننے والے، ہر چیز دیکھنے والے ہیں۔

یہ ملکِ شام ایسا ملک ہے کہ اس میں تمام دنیا کے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے، بہت برکتی علاقہ ہے۔ وہاں پانی کی ندیاں اور چشمے ہیں۔ پھلوں کے باغات اور باڑیاں ہیں اور بڑی برکت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہزاروں نبی اور پیغمبر علیہم السلام ملکِ شام میں پیدا ہوئے اور ملکِ شام ہی میں ان کی قبریں بھی بنی ہوئی ہیں۔

خود ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جب معراج میں تشریف لے گئے تو پہلے مکہ سے نکل کر ملکِ شام گئے اور ملکِ شام سے پھر آسمانوں پر تشریف لے گئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی برکت سے ملکِ شام کو نوازنا چاہتے تھے اور

آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملکِ شام کی برکتوں سے نوازنا چاہتے تھے؛ اس لیے معراج مکہ سے شروع ہوئی، پھر حضرت نبیٔ کریم ﷺ بیت المقدس تشریف لے گئے، وہاں سے پھر ساتوں آسمان وغیرہ کا سفر ہوا۔

اس طرح دونوں باتیں ہوئیں، ملکِ شام جو نبیوں کی سرزمین ہے، وہاں کی برکتیں حضرت محمد ﷺ کو عطا کی گئیں اور آپ ﷺ کی برکتیں ملکِ شام کی زمین کو نصیب ہوئیں، ملکِ شام کی جس زمین پر ہزاروں نبیوں کے قدم مبارک کی برکتیں تھیں وہاں معراج میں حضور ﷺ کے قدم مبارک کی برکتیں بھی پہنچ گئیں۔

ملکِ شام کی برکت کا ایک راز

حضرت علّامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر ایک کیسیٹ میں سنی تھی، اس میں سورۂ اسراء کی تفسیر تھی، دورانِ بیان ارشاد فرمایا: ایک مرتبہ باری تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک پہاڑ پر چڑھنے کا حکم دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام چڑھے، ارشاد ہوا: آپ دور دور تک نظر دوڑائیں اور خود باری تعالیٰ نے جہاں تک چاہا وہاں تک آپ کی نظر پہنچائی، پھر ارشاد فرمایا: جہاں جہاں تمھاری نظر پڑے گی، اس پورے علاقے کو ہم برکت والا بنا دیں گے۔ اِس طرح پورا ملکِ شام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مبارک نظروں کی برکت سے برکت والا ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے اس کو برکت والا بنایا اور ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نورانی نظر کو بنایا۔

اس لیے ہمیں بھی اللہ والوں کو دیکھنا چاہیے اور اللہ والوں کی برکتی نظریں حاصل کرنی چاہیے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا قصہ

اب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا ایک دوسرا قصہ جو قرآن میں آیا ہے وہ میں آپ کو سناتا ہوں، اللہ تعالیٰ سورۂ ہود میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا
لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ
وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ
قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ
يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا
اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ
مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ
لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾

ترجمہ: اور پکی بات یہ ہے کہ ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس (انسانی شکل میں بیٹا پیدا ہونے کی) خوش خبری لے کر آئے تو ان (فرشتوں) نے آکر کہا کہ: سلام، تو (ابراہیم علیہ السلام نے بھی) جواب میں کہا: سلام، سو (ابراہیم علیہ السلام نے) دیر نہیں لگائی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

سو جب (ابراہیم علیہ السلام نے) ان آنے والوں کے ہاتھوں کو دیکھا کہ اس (بھنے ہوئے بچھڑے) کی طرف بڑھتے نہیں ہیں تو انھوں نے (ابراہیم علیہ السلام نے) ان کو اجنبی سمجھا اور وہ (ابراہیم علیہ السلام) ان کی وجہ سے دل میں ڈر گئے تو اس پر وہ (آنے والے) کہنے لگے: (ابراہیم!) تو مت گھبرا، یقیناً ہم لوگ لوط (علیہ السلام) کی قوم کی طرف

بھیجے گئے ہیں اوران (ابراہیم علیہ السلام) کی بیوی (سارہ) کھڑی ہوئی تھی، سو (ان باتوں کوسن کر) ہنس پڑی تو پھر ہم نے اس عورت کو اسحاق کی (پیدائش کی) خوش خبری دی اوراسحاق کے بعد یعقوب (پوتے کی پیدائش) کی خوش خبری دی۔

تو وہ عورت بولی: ہائے! کیا مجھ کو بچہ ہوگا؟ حالاں کہ میں تو بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بالکل بوڑھے ہو چکے ہیں، یقیناً یہ تو ایک بڑی تعجب کی چیز ہے۔تو وہ (آنے والے مہمان فرشتے) کہنے لگے: کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ اے (ابراہیم کے) گھر والو! تم پر تو (خاص) اللہ تعالیٰ کی رحمت اوراس کی برکتیں ہیں، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) تمام تعریف والے ہیں، بڑی شان والے ہیں۔

سو جب (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کی گھبراہٹ دور ہوگئی اوران کو خوش خبری مل گئی تو وہ لوط (علیہ السلام) کی قوم کے بارے میں ہم سے بحث کرنے لگے۔ یقیناً ابراہیم (علیہ السلام) تو بڑے حلیم تھے، بڑے نرم دل تھے، انابت کرنے والے تھے۔

اِن آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا قصہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

وفادار بیوی

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وہ وفادار بیوی ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کا عراق میں نکاح ہوا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب عراق والوں نے نکالا اور آپ نے ہجرت کی تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بھی ہجرت میں آپ کے ساتھ تھیں۔

مصر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے وہاں کے بادشاہ کے برے ارادے سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت فرمائی، پھر وہاں سے وہ فلسطین چلے گئے اور بیت

المقدس کے قریب ''حَبرون'' شہر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا زندگی گزارنے لگے، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ستتر (۷۷) سال کی ہوگئی تھی؛ لیکن ان کے گھر میں اولاد نہیں تھی اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اولاد ہوگئی تھیں۔

فرشتے مہمان کی شکل میں

ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں تھے کہ تین مہمان آئے۔

یہ مہمان کون تھے؟

یہ آنے والے مہمان انسان کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے:

حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام۔ حضرت میکائیل علیہ السلام۔

اس دنیا میں سب سے پہلے مہمان نوازی کرنے والے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ وہ بڑے مہمان نواز تھے، کبھی بھی مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے، کہتے ہیں کہ: اِس دنیا میں مہمان نوازی کی شروعات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی ہے۔ (قرطبی: ۲/ ٦٨)

مہمان نوازی کا عجیب قصہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھانے کا وقت ہوا، کوئی مہمان ان کے گھر نہیں تھا تو آپ مہمان کو تلاش کرنے نکلے۔

دیکھو! کیسے اللہ کے نبی تھے کہ مہمان کو تلاش کرنے کے لیے نکلتے ہیں۔

آج تو ہمارے یہاں مہمان آتے ہیں تو تمنا کرتے ہیں کہ کب جلدی جاوے۔

راستے میں ایک اجنبی بوڑھا آدمی ملا، اس کو بلایا کہ میرے گھر کھانے کے واسطے چلو، اس کو دسترخوان پر بٹھایا، جب کھانا شروع ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مہمان کو کہا کہ: ''بسم اللہ'' پڑھو اور ''بسم اللہ'' پڑھ کر کھانا کھاؤ۔

اس نے کہا کہ:

میں تو ''بسم اللہ'' جانتا نہیں ہوں، یہ اللہ کون ہیں، کیا ہے؟ میں نہیں جانتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ناراض ہوئے اور وہ دسترخوان سے کھائے بغیر چلا گیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کتنے مہربان ہیں

جب وہ مہمان اٹھ کر باہر چلا گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان سے آئے اور کہنے لگے کہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یہ آدمی جو اللہ کو جانتا نہیں ہے، اللہ کا نام پڑھنے کو تیار نہیں ہے، یہ کافر ہے، اس کے باوجود ہم آج تک کی زندگی میں اسے کھانا کھلاتے رہے، ایک لقمہ دینے میں بھی ہم نے بخیلی نہیں کی اور آج صرف ایک دن کے واسطے تم اس کو نہیں کھلا سکے؟

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ کتنے مہربان ہیں کہ ایک کافر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دسترخوان سے روانہ کرایا تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو آسمان سے بھیجا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام دوڑے اور اس بوڑھے میاں کو سمجھا بجھا کر لائے اور کھانے کے لیے بٹھایا۔

اس بوڑھے آدمی نے سوال کیا کہ: آپ تو مجھ سے ناراض ہو گئے تھے، پھر کیوں مجھے آپ بلانے آئے؟ بتلاؤ! جب آپ بتلاؤ گے تو ہی میں کھانا کھاؤں گا؛ ورنہ نہیں کھاؤں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ: جب تو کھانے سے اٹھ کر روانہ ہوگیا تو میرے اللہ نے میرے پاس فرشتے کو بھیجا اور کہا کہ: اے ابراہیم! یہ کافر بندہ ہے، پھر بھی ہم اس کو پوری زندگی کھلاتے رہے اور آج صرف ایک دن تم اس کو نہیں کھلا سکے؟ اللہ اکبر!

ایسے مہربان اللہ کا میں کیسے انکار کروں؟

وہ کہنے لگا کہ: میرے اللہ کتنے کریم ہیں؟ کہ جس نے کفر کے باوجود پوری زندگی مجھ کو کھلایا اور جب نبی نے مجھے بسم اللہ نہ پڑھنے کی وجہ سے بھوکا روانہ کردیا تو نبی کو میرے پاس بھیجا اور نبی نے مجھے بلا کر پھر کھلایا تو میں اس اللہ پر ایمان لے آؤں، چناں چہ وہ بوڑھے میاں اسی وقت مسلمان ہوگئے اور بسم اللہ پڑھ کر انھوں نے کھانا کھایا۔ (قرطبی: ۹/۴۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مہمانوں کے لیے بچھڑا ذبح کرنا

خیر! ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں تین مہمان آئے، جیسے ہی مہمان آئے حضرت ابراہیم علیہ السلام فوراً اٹھے اور مہمانوں کو اپنے ساتھ گھر لے گئے اور کھانے بٹھادیا، یہ آنے والے مہمان انسان کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے، قرآن میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جلدی جلدی ایک بچھڑا ذبح کیا، اس کو بھونا اور مہمانوں کے سامنے لاکر رکھ دیا اور مہمانوں سے کہا کہ: کھاؤ۔ (طبری: ۷/۷۱-۷۰)

عجیب مہمان

یہ مہمان عجیب تھے، کھانا نہیں کھاتے تھے، مہمان کے ہاتھ میں تیر تھے وہ تیر تو

گوشت پر لگاتے ہیں؛ لیکن کھاتے نہیں ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دل میں ڈر ہو گیا، گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔

اس زمانے کا عجیب رواج

یہ گھبراہٹ اس لیے ہوئی کہ اُس زمانے میں یہ رواج تھا کہ جب کسی کو مارنے جاتے، کسی کو تکلیف دینے جاتے تو اس کے گھر کا کھانا اور پانی پینا وہ لوگ پسند نہیں کرتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈر ہوا کہ یہ کوئی خطرناک مہمان تو نہیں ہیں۔

پہلے قیمت لے لو تو ہم کھانا کھائیں گے

بعض روایتوں میں ہے کہ ان تینوں مہمانوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اصرار کیا کہ کھانا کھالو۔

مہمان کہنے لگے کہ: ہم مفت کا کھانا نہیں کھاتے، آپ پہلے قیمت لے لیں تو ہم کھانا کھائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! اس کھانے کی ایک قیمت ہے۔

مہمان نے پوچھا کہ: کیا قیمت دینی پڑے گی؟ ہم فوراً ادا کر دیں گے۔

کھانے کی عجیب قیمت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ: اس کی قیمت یہ ہے کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے اللہ کا نام پڑھو اور کھانا کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ادا کرو۔ (طبری: ۱/۷، بغوی اردو: ۳/۹۰)

اللہ تعالیٰ کا خلیل بننے کا آسان نسخہ

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے دونوں ساتھی فرشتے: حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام سے کہا کہ: دیکھو! یہ بات ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اور دوست بنایا ہے۔

اس لیے میری دینی بہنو! کھانے سے پہلے بھی اللہ کا نام پڑھنا چاہیے، اپنے بچوں کو بھی کھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام پڑھانا چاہیے اور کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، یہ ہم کو تعلیم دی گئی ہے۔

کھانے کی دعائیں

حدیث میں کھانے کے بعد کی بہت ساری دعائیں بتلائی گئی ہیں:

کھانے سے پہلے کم سے کم ''بسم اللہ'' پڑھ لو۔

یا ''بسم اللہ وبرکۃ اللہ'' پڑھ لو۔(المعجم الأوسط، حدیث:۷۴۴۶)

یا ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھ لو۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا فِيْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلَّمَ، وَكَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا غُلَامُ، سَمِّ اللّٰهَ، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِيْ بَعْدُ.(بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام والاکل، حدیث: ۵۳۷۶)

ترجمہ: حضرت عمر بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بچہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش میں تھا، ایک مرتبہ (کھاتے وقت) میرا ہاتھ برتن میں چاروں طرف گھوم

رہا تھا؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: بچے! بسم اللہ پڑھ لیا کرو، داہنے ہاتھ سے کھایا کرو اور برتن میں وہاں سے کھایا کرو جو جگہ تم سے نزدیک (یعنی سامنے) ہو؛ چناں چہ اس کے بعد ہمیشہ اسی ہدایت کے مطابق میں کھاتا رہا۔

اور کھانے کے بعد یہ دعا پڑھو:

اَلْحَمْدُلِلهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسلِمِيْنَ. (ابو داؤد، حدیث: ۳۸۵۰)

ترجمہ: تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جنھوں نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔

''اے سی ڈی ٹی'' (ACIDITY) سے حفاظت کے لیے دعا

دوسری دعا بھی حدیث میں آئی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلهِ الَّذِيْ أَطْعَمَ وَسَقىٰ وَسَوَّغَه وَجَعَلَ لَه مَخْرَجاً.[أبوداود،ح: ۳۸۵۱]

ترجمہ: تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے کھلایا اور پلایا، اور اُسے آسانی کے ساتھ حلق کے نیچے اتروایا، اور اُس کے نکلنے کا راستہ بنایا۔

یعنی کھانا ہضم ہوجاوے، آسانی سے استنجا ہوکر پیٹ صاف ہوجاوے یہ بھی نعمت ہے۔ یہ دعا یقین کے ساتھ پڑھیں گے تو ان شاء اللہ! ''اے سی ڈی ٹی'' اور بدہضمی کی بیماریاں نہیں ہوں گی۔

تیسری دعا بھی حدیث میں آئی ہے:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْراً مِنْهُ.(ترمذی، حدیث: ۳۴۷۳)

ترجمہ: اے اللہ! ہمارے لیے اِس میں برکت عطا فرمائیے اور ہمیں اِس سے بہتر کھلائیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمیں سکھلا دیا کہ کھانے سے پہلے بھی اور کھانے کے بعد بھی ہمیں دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

جب مہمان کھا نہیں رہے تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈر لگا اور تعجب بھی ہوا، ان کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا دروازے کے پیچھے کھڑی تھی، وہ بھی مہمانوں کی خدمت کر رہی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ: آپ کیوں نہیں کھاتے ہیں؟

بڑھاپے میں اولاد کی خوش خبری

انھوں نے کہا کہ: اے ابراہیم! آپ گھبرائیے نہیں، ہم اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں اور فرشتے کھانا نہیں کھاتے ہیں، پھر کہا کہ: ہم تو آپ کے گھر ایک بہت بڑی خوش خبری لے کر آئے ہیں کہ: آپ کی یہ جو پہلی بیوی ہے، جو بوڑھی ہو چکی ہے اس سے اللہ تعالیٰ آپ کو اولاد عطا فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی عجیب شان

اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو! نئی بیوی کو پہلے اولاد ہوئی اور پرانی بیوی کو بعد میں اولاد ہوئی؛ اس لیے کہ نئی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے یہاں بیٹے: حضرت اسماعیل کی ولادت ہو چکی تھی اور اس کے تین سال یا تیرہ سال ہو چکے تھے۔

اولاد کی خوش خبری، وہ بھی بڑھاپے میں!

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سارہ رضی اللہ عنہا بہت خوش ہو گئے؛ اس لیے کہ کئی دن سے دعا مانگ رہے تھے: ﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ.﴾

ترجمہ: اے اللہ ہم کو نیک اولاد عطا فرمائیے۔

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کر لی اور ایسی دعا قبول کی میری دینی بہنو!

① ایک تو بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا کی۔

② اولاد میں بھی بیٹا عطا فرمایا اور بیٹے سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

③ بیٹے کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ اس بیٹے کا نام اسحاق رکھنا:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ. (ھود:۷۱)

ترجمہ: پھر ہم نے اس (سارہ) کو اسحاق کی (پیدائش کی) خوش خبری دی۔

④ فرشتوں نے یہ بھی بتلا دیا کہ تمھارا بیٹا لمبی عمر والا ہوگا، اس کی اتنی لمبی عمر ہوگی اس کے یہاں بھی بیٹا؛ یعنی تمھارا پوتا ہوگا۔

⑤ اور یہ بھی بتلا دیا کہ جب پوتا آوے تو اس کا نام یعقوب رکھنا:

وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ (ھود)

ترجمہ: اور اسحاق (علیہ السلام) کے بعد یعقوب (علیہ السلام) (پوتے کی پیدائش) کی (خوش خبری دی)۔

مہمان سے بھی پردہ کرنا چاہیے

جب یہ اولاد والی بات سنی تو پہلے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا دروازے کے پیچھے تھیں؛ لیکن جب پتا چل گیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں اور فرشتوں سے پردہ نہیں ہوتا تو فوراً سامنے آ گئیں۔ (طبری: ۷/۷۰)

اِس سے معلوم ہوا کہ آنے والے مہمان سے بھی ہمیں پردہ کرنا چاہیے، مہمان کے سامنے بے پردگی نہ ہو، مہمان کے ساتھ تنہائی میں نہ رہیں۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا تعجب سے ہنسنا

اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سامنے آکر ہنس پڑی، خود قرآن میں ہے:

وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ.

ترجمہ: اور ان کی بیوی (سارہ) کھڑی ہوئی تھی، سو ہنس پڑی۔

اور یہ ہنسنا اِس بات پر ہوا کہ اس بڑھاپے میں اولاد آئے گی اور تعجب کرتے ہوئے کہنے لگی:

يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾

ترجمہ: ارے ہائے ہائے! میں تو بوڑھی عورت، میرے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی بوڑھے ہو گئے پھر ہمارے گھر میں کیسے بچہ ہوگا؟ یہ تو بہت تعجب کی بات ہے!

فرشتوں نے کہا: ﴿اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: اے سارہ! تم اللہ تعالیٰ کے معاملے میں تعجب کرتی ہو؟

تم تو اللہ کے نبی کی بیوی ہو اور نبی کے گھر میں ایسی نئی نئی چیزیں اور معجزات رات دن ہوتے رہتے ہیں، اس میں کیا تعجب!!!

حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش

بس! فرشتوں نے خوش خبری سنائی اور تھوڑے ہی دن میں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے، حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر بڑی ہوئی اور ان کے ذریعے ان کے بیٹے: حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ذریعے حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے، یہ پورا نبیوں کا خاندان ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، ان سے بنواسرائیل کا خاندان چلا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں آخری نبی: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

مقدس قبریں

فلسطین میں ''حبرون'' نامی ایک شہر ہے، وہاں ایک مسجد ہے، اس کا نام ''مسجد الخلیل'' ہے، وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر ہے، اس کے پاس حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے، تھوڑا آگے حضرت اسحاق علیہ السلام کی قبر ہے، اس کے پاس حضرت اسحاق علیہ السلام کی بیوی کی قبر ہے۔ اس مسجد کی زیارت کی سعادت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حاصل ہوئی ہے اور الحمدللہ! وہاں میں نے ظہر کی نماز بھی پڑھی ہے۔

بہر حال! اِس قصے سے ہم کو ایک نصیحت یہ ملی کہ:

① مہمان جب آئے تو ان کا اکرام کرنا چاہیے۔

② مہمان کے آتے ہی گھر میں جو چیز بھی تیار ہو پہلی فرصت میں کھلا دینی چاہیے؛ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ مہمان بھوکے ہوں، سفر سے آئے ہوں، پھر بعد میں دوسری چیز تیار کر کے اپنی حیثیت کے مطابق کھلانی چاہیے۔

اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ مہمان کے لیے کھانا پکانے میں زیادہ تکلف نہیں کرنا چاہیے۔

آج مہمانوں کے کھانا پکانے کے تکلفات میں ہم اپنا اتنا وقت برباد کرتے ہیں کہ نمازیں بھی چھوٹ جاتی ہیں، تلاوت بھی کم ہو جاتی ہے، یہ چیز بھی مناسب نہیں ہے۔

میزبان کے متعلق آداب

① مہمان کی مہمان نوازی اُس کا حق سمجھ کر کریں۔

② گھر والے مہمان کی خود خدمت کریں۔

③ مہمان جب تک رہے اُس سے اچھا سلوک کریں۔

④ مہمان کو الوداع کرنے کے لیے گھر کے دروازے تک جائیں:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يَّخْرُجَ الرَّجُلُ مَعَ ضَيْفِهِ إِلٰى بَابِ الدَّارِ. [ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب الضيافة،ص:۲۴۰،ح:۳۳۵۸]

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ مسنون طریقہ ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ رخصت کرنے کے لیے (کم از کم) گھر کے دروازے تک جائے۔

مہمان سے متعلق آداب

① میزبان کی دعوت قبول کریں:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ(وَعَدَّ مِنْهُمْ:)وَإِذَا دَعَاكَ فَاَجِبْهُ. [مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، ۲: ۲۱۳، ح: ۲۱۶۲]

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں (اُن میں سے ایک یہ ہے:) جب وہ تجھے دعوت دے تو تُو قبول کر۔

② اجازت اور ملاقات کے آداب کی رعایت کریں۔

③ کھانے پینے کے آداب کی رعایت کریں۔

④ میزبان پر بوجھ نہ بنیں:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : وَلَا يَحِلُّ لَهُ اَنْ يَّثْوِيَ عِنْدَهُ حَتّٰى يُحْرِجَهُ. [بخاري، كتاب الأدب، باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه، ۲: ۹۰۶، ح: ۶۱۳۵]

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور مہمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اُس کے پاس اِتنا ٹھہرے کہ اُس کو حرج میں ڈال دے۔

⑤ میزبان کے گھر میں اپنے بچوں آزاد نہ چھوڑ دیں کہ جس سے میزبان اور اُس کے گھر والوں اور گھر کی چیزوں کو نقصان پہنچائے:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ. [بخاري، كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون، ۱: ۶، ح: ۱۰]

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: (کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کی ایذا) سے لوگ محفوظ رہے۔

⑥ مہمان نوازی پر میزبان کا شکریہ ادا کریں:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ. [ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في الشكر لمن أحسن إليك، ۲: ۱۷، ح: ۱۹۵۵]

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا اُس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر نہ کیا۔ (از: سنن وآداب)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبیوں سے ہم کو محبت عطا فرمائے اور نبیوں کے ان واقعات میں، نبیوں کی بیویوں کے واقعات میں جو نصائح اور اسباق ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سیکھنے کی اور ان پر عمل کرنے کی ہم سب کو توفیق اور سعادت نصیب فرمائے، آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری زوجۂ محترمہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا مبارک قصہ (پہلی قسط)

مختصر تعارف

نام: ہاجرہ۔ ’’آجر‘‘ بھی نام بتایا جاتا ہے۔

وجہِ تسمیہ: ’’ھاجر‘‘ یہ عربی زبان کا لفظ نہیں ہے، اس کا معنی ہوتا ہے: ایک قسم کا پھول۔ ’’مصریہ‘‘ یعنی مصر کی رہنے والی بھی کہا جاتا ہے، آپ ایک مصری بادشاہ کی بیٹی ہیں، آپ کا تعلق قبطی خاندان سے ہے۔ (فتح الباری: ۶/۴۸۵)

دوسری وجہ تسمیہ: ہاجرہ بمعنی ہجرت کرنے والی؛ چوں کہ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ملکِ شام سے مکہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔ (مرقاۃ)

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں، جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو لمبی مدت تک کوئی اولاد نہ ہوئی تو خود حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ کر دیا، اللہ کی قدرت کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام کی شکل میں بیٹا عطا ہوا۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ہی کی برکت سے انسانیت کو زمزم اور صفا مروہ کی سعی ملی۔ مکہ کی برکتیں پھل فروٹ آپ کا فیض ہے۔ سب سے بڑی عظمت کی بات یہ ہے کہ: آپ ہمارے آقا: حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی ہوتی ہیں۔

محض اللہ کے حکم کو پورا کرنے کے لیے بیابان جنگل میں شیر خوار بچے کے ساتھ رک جانا یہ آپ کی بے مثال قربانی ہے۔

مکہ میں گھر: موجودہ کعبہ کی عمارت کے پڑوس میں ۶/۵ ہاتھ تک حطیم ہے، پھر جو نصف دائرہ کی شکل میں دیوار ہے وہاں ایک درخت کے نیچے آپ کا جھونپڑا بنایا گیا تھا؛ اسی لیے اس دیوار کو ’’سدِّ اسماعیل‘‘ بھی کہتے ہیں۔

مدفن: کہتے ہیں کہ آپ وہیں مدفون ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کوئی اولاد نہیں تھی

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کر کے اپنی بیوی سارہ کو لے کر ملکِ شام پہنچے، اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر تقریباً پچاسی (۸۵) سال ہوگئی تھی اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر ستتر (۷۷) سال ہو چکی تھی؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت کہ اتنی بڑی عمر ہوگئی اور ان کے گھر میں کوئی اولاد نہیں تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مصر کے بادشاہ کی لڑکی سے نکاح

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے خود ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ:

اے اللہ کے نبی! ہماری شادی کو اتنے سال ہوگئے، کوئی اولاد نہیں ہوتی تو میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ میرے پاس خدمت کرنے کے لیے جو ایک لڑکی ہے -وہ مصر کے بادشاہ کی لڑکی ہاجرہ تھی- اس کے ساتھ آپ نکاح کر لیجیے، اللہ تعالیٰ کے یہاں مقدر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے آپ کو اولاد عطا فرمائیں گے۔

خود حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شادی کروادی۔ (قرآن میں خواتین کے واقعات، ص:۱۹۶)

شادی کے بعد میاں بیوی کو یہ دعا مانگنی چاہیے

اب نبی کے گھر میں نئی شادی ہوئی، ساتھ میں دعا بھی ہو رہی ہے:

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿١٠٠﴾ (الصفت)

ترجمہ: اے اللہ! ہم کو نیک اولاد عطا فرمائیے۔

یہ ایک نبی کی فیملی کی دعا ہے۔

میری دینی بہنو! شادی کے بعد میاں بیوی دونوں کو یہ دعا مانگنی چاہیے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ایک بادشاہ کی لڑکی تھی؛ لہذا نبی کے گھر میں کیسے رہنا چاہیے؟ تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے ان کی تربیت کی اور سکھلایا کہ نبی کے ساتھ کیسے رہنا چاہیے۔ اِس تربیت کی برکت سے دونوں کی زندگی بہت اچھے طریقے سے گذر رہی تھی۔

سوکنوں کا آپسی اختلاف پہلے سے چلا آرہا ہے

ہم جانتے ہیں کہ: دو سوکن جب جمع ہوتی ہیں تو کچھ نہ کچھ جھگڑے تو ہوتے ہی ہیں، سوکنوں کے درمیان جو کھینچا تانی ہوتی ہے وہ انسانی تقاضوں سے ہوتی ہے اور یہ کوئی خاص عیب نہیں ہے، اس میں انسانی طاقت عاجز ہو جاتی ہے۔

بہر حال! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں بھی دو سوکنوں کے جمع ہونے کی وجہ سے کچھ گرما گرمی شروع ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سوچ رہے تھے کہ اِن دونوں کے درمیان جو ناراضگی اور

اونچ نیچ ہے وہ کیسے ختم کریں؟

ان کے دل میں یہ بات آئی کہ دونوں کو الگ الگ کر دینا چاہیے، دور دور کر دینا چاہیے تو ناراضگی ختم ہو جاوے گی۔

پہلے خادمہ، اب بیوی

دوسری بات یہ تھی کہ پہلے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھیں، ان کے ماتحت تھیں اور اب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی بن گئیں؛ اس لیے ان کا درجہ اونچا ہو گیا۔

اولاد؛ عزت کا ذریعہ

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیے! حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے بہت سال ہو گئے؛ لیکن ان کے یہاں بالکل اولاد نہیں تھیں اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی تو تھوڑے ہی دنوں میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حاملہ ہو گئیں اور ان کے پیٹ میں بچہ آ گیا، جیسے ہی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو حمل ٹھہرا تو یہ بھی ان کی عزت کا ذریعہ بن گیا، اس سے ایک درجہ اونچا ہو گیا کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا پرانی بیوی ہے اور ان کے یہاں اولاد نہیں ہے اور یہ نئی بیوی ہے اور حاملہ ہو گئی؛ اس لیے بھی ان کا درجہ زیادہ اونچا ہو گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانۂ کعبہ بنانے کا حکم

اسی زمانے میں ایک تیسری بات یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا:

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَٰهِيمَ مَكَانَ ٱلْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِى شَيْـًٔا وَطَهِّرْ بَيْتِىَ

لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَالْقَآىِٕمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ (الحج)

ترجمہ: اور جب ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو گھر (کعبہ) کی جگہ بتلادی اور ہم نے یہ حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے اور (عبادت کے لیے) کھڑے رہنے والوں کے لیے اور رکوع، سجدہ کرنے والوں کے لیے (ظاہری و باطنی ناپاکی سے) پاک (صاف) رکھنا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں جب پانی کا طوفان آیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو آسمان پر اٹھالیا تھا، صرف کعبہ کی زمینی بنیاد (Foundation) باقی رہ گئی تھی اور اس پر بھی لمبا زمانہ ہونے کی وجہ سے ریت اور مٹی آ گئی تھی، وہاں ٹیلہ ہو گیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ: اے ابراہیم! میرے گھر کعبہ کی پھر سے تعمیر کرو۔

مدینۃ الخلیل

یہ سب باتیں ایک ساتھ جمع ہو گئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ چلو! بہت اچھا موقع ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم بھی آ گیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس زمانے میں ملکِ شام میں-حَبرون نام کا ایک شہر ہے وہاں- رہتے تھے جس کو آج کل ''مَدِیْنَۃُ الْخَلِیْل'' کہتے ہیں، ''خلیل'' یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ''مدینہ'' کا مطلب ''شہر'' یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مبارک شہر۔

مقام و مرتبہ آدمی کے طور و طریق کو بھی بدل دیتا ہے

اب جب یہ سب باتیں ہوئیں تو جیسا کہ میں نے ابھی آپ کو بتایا کہ حاملہ ہونے کی وجہ سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا درجہ تھوڑا اونچا ہو گیا، پہلے وہ خدمت کرنے والی

تھیں، اب بیوی ہوگئیں اور نبی کے گھر میں اولاد نہیں تھی اور نئی بیوی کے پیٹ میں بچہ آ گیا تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بات کرنے کا طور طریقہ تھوڑا بدل گیا۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دھمکی اور قسم

ایک دن حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو دھمکی دی اور کہا کہ: سیدھی سیدھی رہ؛ ورنہ میں تیرے ناک، کان کاٹ ڈالوں گی۔

اور اس پر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے قسم کھالی کہ:

اے ہاجرہ! اگر تو سیدھی سیدھی بات نہیں کرے گی تو میں تیرے جسم میں سے دو تین عضو کاٹ ڈالوں گی۔

چوں کہ پہلے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا مالکہ تھیں اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ان کے ماتحت میں تھیں؛ اس لیے اسی پرانے طرز میں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دھمکی دی اور قسم کھالی۔

جیسے بعض لوگ بچے پر غصے ہوجاتے ہیں تو کہتے ہیں: کان کاٹ ڈالوں گا۔

اور ایک بات یاد رکھو! ماتحت والا فرد کتنا ہی بڑا ہوجائے، بڑوں کے برتاؤ میں مکمل تبدیلی آنا مشکل ہوتا ہے۔

قسم پورا کرنے کا عجیب طریقہ

اب چوں کہ ناک اور کان کاٹ ڈالنے کی قسم کھالی تھی اور وہ کاٹنا تو مشکل تھا اور ادھر قسم بھی کھائی ہے، قسم پوری نہ کرے تو قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ دینا پڑے گا؛ اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ طریقہ بتایا گیا کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے کان اور ناک میں سوراخ کرو؛ تاکہ قسم پوری ہوجائے۔ (فتح الباری: ۶/ ۴۹۳)

سب سے پہلے کان اور ناک میں سوراخ کروانے والی عورت

اِس دنیا میں سب سے پہلے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے کان اور ناک میں سوراخ کیا گیا تھا، بعد میں عورتوں میں یہ سلسلہ چلا کہ کان میں سوراخ کروا کر وہاں پر بالی پہنتی ہیں اور ناک میں سوراخ کروا کر نتھنی (nose ring) پہنتی ہیں۔ (فتح الباری: ۶/ ۴۹۳)

ناک میں سوراخ کر کے نتھ (nose ring) پہننا جائز ہے

آپ کو سن کر کچھ تعجب بھی ہوا ہوگا، ''فتاویٰ محمودیہ'' میں میرے استاذ اور پیر و مرشد: حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ لکھا ہے کہ: جس طرح کان میں سوراخ کروا کر کان میں زیور پہننا جائز ہے، اسی طرح ناک میں سوراخ کروا کر اس میں بھی نتھ وغیرہ پہن سکتے ہیں۔ (فتاوی محمودیہ: ۱۹/ ۳۷۱)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش حَبرون میں

پھر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو بچہ پیدا ہوا اور اس بچے کا نام ''اسماعیل'' رکھا گیا، یہ پیدائش ملکِ شام میں حَبرون -جس کو ''مدینۃ الخلیل'' کہا جاتا ہے اس- میں ہوئی۔

ان مبارک ہستیوں کی قبروں پر حاضری کی سعادت

الحمدللہ! اس شہر میں بندے کو حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے، وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کی طرف منسوب مزارات ہیں جن کی تفصیلات آپ بندے کی کتاب ''دیکھی ہوئی دنیا، جلد: سوم'' میں پڑھ سکتے ہیں۔

بڑی عمر میں بچہ پیدا ہونا کوئی بری بات نہیں ہے

میری دینی بہنو! یہاں ایک بات سوچنے کی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں بیٹا پیدا ہوا تو اس وقت ان کی عمر پچاسی (۸۵) سے زیادہ تھی، بعض روایتوں کے مطابق ننانوے (۹۹) سال کی عمر تھی۔

اِس سے معلوم ہوا کہ بڑی عمر میں اولاد کا ہونا کوئی بری بات نہیں ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کے نبی کا طریقہ ہے۔

اگر کسی مرد اور کسی عورت کو بڑی عمر میں اولاد ہو تو اس کی وجہ سے انہیں طعنہ نہیں مارنا چاہیے، طعنہ مارنے والے گنہگار ہوں گے، یہ نبی کی سنت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑی عمر میں اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرمائی۔

افریقہ میں ''موزامبیق'' کے مپوٹو شہر میں ہمارے ایک مخلص دوست: حاجی نورانی صاحب نے پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد جب بڑی عمر میں دوسرا نکاح کیا اور ان سے اولاد ہوئی تو ہمارے علاقے کے مزاج کے اعتبار سے لوگوں نے کچھ ناپسندیدگی کے انداز میں بات کی تو حاجی صاحب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام والا واقعہ سنا کر ان اعتراض کرنے والوں کو خاموش کیا کہ یہ تو اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے۔

اسماعیل نام رکھنے کی وجہ اور اس کا معنیٰ

اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے خود بتلایا تھا کہ تمھارے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا اس کا نام اسماعیل رکھنا۔ اسماعیل یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنیٰ اردو میں ہوتا ہے: ''اے اللہ! میری دعا سن لیجیے''، چوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اولاد کے لیے دعا مانگتے

تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سن لی اور ان کو اولاد عطا فرمائی، اس نسبت سے اس بیٹے کا نام اسماعیل رکھا گیا۔ (جلالین ص: ۲۰۹)

بُراق کیا ہے؟

جب یہ بچہ پیدا ہو گیا اور اسی زمانے میں اللہ تعالیٰ کا حکم بھی آ گیا تو ایک دن حضرت جبریلِ امین علیہ السلام ''بُراق'' لے کر آئے۔

براق جنت کا ایک جانور ہے، یہ گھوڑے سے تھوڑا چھوٹا اور گدھے سے تھوڑا بڑا ہوتا ہے، گھوڑے اور گدھے کی بیچ کی سائز کا یہ جنتی جانور ہے۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کے اوپر سوار ہو کر معراج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

حَبرون سے وادیٔ غیر ذی زرع کی طرف روانگی

حضرت جبریل علیہ السلام براق لے کر آئے اور کہا کہ: اے ابراہیم! بیٹھ جاؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹھ گئے، اپنی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو بٹھایا اور دودھ پیتے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بٹھالیا۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو اس وقت کچھ پتہ نہیں تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ کیوں لے جا رہے ہیں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پرانی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ''حَبرون'' میں رکھا۔

وہ براق فلسطین کے حَبرون سے روانہ ہوا، حضرت جبریل علیہ السلام براق کی رسی ہاتھ میں پکڑ کر چلتے تھے، راستے میں چلتے چلتے کوئی شہر آتا، کوئی آبادی، کوئی بستی آتی تو

حضرت ابراہیم علیہ السلام سوال کرتے تھے کہ: ہم کو یہاں اترنا ہے؟ یہاں رہنا ہے؟

حضرت جبریل علیہ السلام فرماتے کہ: نہیں، آگے چلو، آپ کی منزل تو اور آگے ہے، آپ کو اور آگے جانا ہے۔ (بخاری شریف، کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، حدیث: ۳۳۶۴، فتح الباری: ۶/۴۹۴)

وادیٔ غیر ذی زرع

یہاں تک کہ چلتے چلتے آج جہاں مکہ مکرمہ ہے وہاں پر پہنچ گئے۔

اس زمانے میں مکہ شہر نہیں تھا، جنگل تھا، کانٹے تھے، کانٹے دار جھاڑیاں تھیں، ببول کے درخت تھے - جس کو گجراتی میں (બાવળ) کہتے ہیں- اور وہاں کعبہ کی عمارت بھی نہیں تھی، مکہ شہر بھی نہیں تھا، دور دور تک چٹیل میدان تھا، وہاں جا کر حضرت جبریل علیہ السلام نے براق کو روک دیا اور ان سب کو اتارا۔

وہاں ایک چھوٹا سا ٹیلہ تھا، اس ٹیلے کی مٹی میں ریت کے اندر کعبہ شریف کی بنیادیں تھیں، جنگل، جھاڑی، کانٹے، ریت ٹیلے، پہاڑ سب یہی چیزیں تھیں، اس جنگل میں دور دور تک انسان کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی، دور دور تک سبز گھاس کا نام ونشان تک نہیں تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ: یہی ہماری منزل ہے؟

حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: ہاں! یہی آپ کی منزل ہے۔

چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جنگل میں سے کچھ سوکھی گھاس اور کانٹے دار لکڑیاں جمع کر کے ایک چھپر بنایا۔ جیسے ہم لوگ غریبوں کے گھر دیکھتے ہیں اور چھپر میں اپنی جوان بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور دودھ پیتے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو رکھا۔

مصر کی شہزادی سنسان جنگل کے ایک چھپر میں

میری دینی بہنو! جیسا آپ سن چکیں کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا تو شہزادی تھیں، مصر کے بادشاہ کی لڑکی تھیں؛ لیکن ان کے شوہر، اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ایک گھاس اور پتوں کے چھپر میں رکھا۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا خوشی خوشی وہاں رہنے کے لیے تیار ہو گئیں، یہ نہیں سوچا کہ میں بادشاہ کی بیٹی ہوں، میں شہزادی ہوں؛ بلکہ اپنے شوہر، اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جہاں رکھا وہیں پر رہنے کے لیے وہ راضی ہو گئیں۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک تھیلی میں کھجوریں تھیں اور ایک مٹکے جیسا مشکیزہ تھا جس میں پانی تھا، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس میں سے کھاتی - پیتی اور اپنے چھوٹے بیٹے اسماعیل کو دودھ پلاتی۔

جدائی کا غمناک منظر

تھوڑا وقت گذرا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو وہاں سے چلنے لگے۔

کیا منظر ہوا ہوگا؟ ایک جنگل جہاں کوئی انسان نہیں، کوئی مکان نہیں، کھانے پینے کا سامان نہیں، ایسے سنسان جنگل میں جوان بیوی اور معصوم دودھ پیتے بچے کو اکیلا چھوڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلنے لگے۔

ہمیں کس کے حوالے چھوڑ کر جا رہے ہو؟

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پیچھے چلی اور پیچھے جا کر کہتی ہے کہ: اے اللہ کے نبی! یہاں

جنگل میں ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟

یہاں کوئی ساتھ دینے والا نہیں، کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خاموش! کچھ نہیں بولتے، چپ چاپ چلتے جا رہے ہیں۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سوال دُہرایا کہ: اے اللہ کے نبی! یہاں جنگل میں کس کے بھروسے پر ہمیں تنہا چھوڑ کر جا رہے ہو؟

کیا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہیں دیا، چلتے رہے، ایک بار، دو بار، تین بار سوال کیا، کوئی جواب نہیں ملا تو۔ چوں کہ وہ شہزادی تھیں، ہوشیار تھیں؛ اس لیے۔ خود سامنے سے سوال کرتی ہیں کہ: اے اللہ کے نبی! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیں چھوڑ کر جانے کا حکم دیا ہے؟

وہ جانتی تھیں کہ اللہ کے نبی مجھ پر ظلم نہیں کر سکتے؛ اس لیے خود سوال کیا۔

تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (ان کی طرف دیکھے بغیر) جواب دیا کہ:

ہاں! میرے اللہ کا حکم ہے کہ تم کو جنگل میں چھوڑ کر چلا جاؤں۔

تب تو وہ اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہیں کریں گے

میری دینی بہنو! جب اپنے شوہر کی زبان سے یہ جواب سنا تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے عجیب جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ پوری دنیا کی ہماری مسلمان بہنوں کو اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو ایسا پاکیزہ جذبہ عطا فرمائے، آمین۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے، ایک عورت ذات ہو کر کتنا پیارا جواب دیا!

فرمایا کہ: اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو آپ (شوق سے، خوشی خوشی) چلے جایئے، جس اللہ نے حکم دیا ہے وہ اللہ پاک ہم کو کبھی ضائع نہیں کریں گے۔ (بخاری شریف، کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، حدیث: ۳۳۶۴)

اِس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر کیسا بھروسا تھا!

اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے سے کبھی کوئی برباد نہیں ہوتا

ایک عورت یہ سمجھ رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے سے کبھی کوئی ضائع اور برباد نہیں ہوتا۔

میری دینی بہنو! اللہ امتِ محمدیہ کے ہر مسلمان مرد اور عورت کو یہ بات سمجھا دے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے سے کبھی کوئی ضائع اور برباد نہیں ہوتا ہے اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے کسی چیز کو زیادہ پیاری نہیں سمجھتے تھے، بس! اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس کو پورا کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ اپنی پرانی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس فلسطین جانے کے لیے روانہ ہو گئے، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا چھپر میں آ کر بیٹھ گئیں، معصوم بچہ گود میں ہے، اس کو دودھ پلاتی ہیں۔

’’ثنیہ‘‘ نامی جگہ پر بیوی بچے کی یاد کا ستانا

حضرت ابراہیم علیہ السلام آگے چلے، مکہ میں ایک جگہ ہے جس کا نام ’’ثنیہ‘‘ ہے۔ یہ ثنیہ جگہ پہلے ’’مروہ‘‘ پہاڑ کے بازو میں تھی، الحمد للہ! پہلے میں نے وہ جگہ دیکھی ہے، اب تو وہ سب جگہیں توڑ پھوڑ کر کے ختم کر دی گئی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب چلتے چلتے ثنیہ تک پہنچے تو بیوی اور بچے کی یاد نے ستایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے رہ گئے اور- جہاں سے بیوی اور بچہ نظر نہیں آرہے تھے وہاں کھڑے کھڑے- اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا مانگی۔(بخاری شریف، کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، حدیث: ۳۳۶۴،فتح الباری ۶/۴۹۴)

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بھی دور تک دیکھتی رہی تھی؛ لیکن جب راستہ بدل گیا، شوہر نظر آنا بند ہو گئے تو وہ آ کر بیٹھ گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہترین اور عجیب دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام آگے چلے گئے، جب ثنیّہ پر بیوی- بچہ نظر آنا بند ہو گئے تو کھڑے ہو گئے اور کعبہ کی طرف منہ کیا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں دو جگہ نقل فرمائی ہے،ایک سورۂ بقرہ میں اور دوسری سورۂ ابراہیم میں؛ سورۂ بقرہ میں یوں ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾ (البقرة)

ترجمہ: اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کیا: اے میرے رب! آپ اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجیے اور اس (مکہ) کے رہنے والوں میں سے (بھی) جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاوے ان کو (قسم قسم کے) پھلوں سے رزق (کھانے کے لیے) عطا فرمائیے، (اللہ تعالیٰ نے دعا کے جواب میں)

ارشاد فرمایا: جس نے کفر کیا اس کو بھی میں تھوڑی مدت کے لیے فائدہ اٹھانے کا موقع دوں گا، پھر میں اس (کافر) کو (زبردستی) دوزخ کے عذاب کی طرف (کھینچ کر) لے جاؤں گا اور وہ (جہنم) رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔

یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مانگی، اِس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے سامنے بہت ضروری اور بہت اہم چیزیں مانگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ عرض کر رہے تھے: اے اللہ! اِس بیابان جنگل میں اب میری بیوی اور میری اولاد کو سنبھالنے والا کوئی نہیں ہے، بس ایک آپ کی ذات ہے، اے اللہ! میں اپنی بیوی اور بچے کو آپ کے حوالے کرتا ہوں، آپ میری بیوی اور بچے کی حفاظت فرمایئے۔

بہت اہم اور بہت ہی پیاری اور بہت ہی پاکیزہ دعا ہے، اس دعا کی ایک ایک بات میں آپ کو سمجھاتا ہوں۔

اس سے یہ بھی نصیحت ملی کہ دنیوی اسباب سے زیادہ اسباب بنانے والے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنی چاہیے۔

بیوی بچوں کے ساتھ محبت یہ فطری چیز ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو دعا مانگی، یہ دعا ہم کو سکھا رہی ہے کہ اولاد اور بیوی بچے پر شفقت کرنا اور ان سے محبت کرنا انسان کا فطری اور طبعی تقاضا ہے، جو آدمی اپنی بیوی اور بچوں سے محبت نہ کرے وہ انسان کہلانے کے قابل نہیں ہے، وہ جانوروں جیسا ہے اور شریعت کا حکم بھی ہے کہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ محبت اور شفقت کا برتاؤ کرو، قرآن میں ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۞۱۹ (النساء)

ترجمہ: اور تم ان (عورتوں) کے ساتھ حسنِ سلوک سے زندگی بسر کرو، سواگر تم ان (عورتوں) کو ناپسند کرو تو ایسا ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت ساری بھلائی رکھ دیوے۔

دعا میں دین و دنیا دونوں کی بھلائی کا سوال

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا مانگی اس میں اپنی اولاد کے لیے، اپنی بیوی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دین بھی مانگا اور دنیا بھی مانگی، دونوں چیزیں مانگی۔

دوسری جگہ سورۂ ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اِس طریقے پر ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۞۳۵ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞۳۶ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۞۳۷ (الابراھیم)

ترجمہ: اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب! آپ اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجیے اور مجھ کو اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچا کر کے رکھنا۔ اے میرے رب! ان (بتوں) نے تو بہت سارے لوگوں کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے (یعنی بت گمراہی کا سبب بنے ہیں) سو جو آدمی میرے (توحید کے)

راستے پر چلے وہ میرا ہے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید والی جماعت میں شامل ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے) اور جس آدمی نے میرا کہنا نہیں مانا (اس کا معاملہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ ہدایت دے کر آپ اس کو معاف کر دیں؛ اس لیے کہ) یقیناً آپ ہی تو بہت بڑے معاف کرنے والے اور بہت زیادہ رحم والے ہیں (اس دعا میں ایمان والوں کے لیے سفارش بھی ہے)۔

اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض (ایک) اولاد کو آپ کے محترم گھر (کعبہ) کے پاس ایک ایسی وادی (میدان) میں- جہاں کسی قسم کی کوئی کھیتی نہیں ہے- لاکر کے بسایا ہے (یہ بسانے کا کام اس لیے کیا) اے ہمارے رب! تاکہ یہ نماز قائم کریں؛ لہذا بعض لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف کشش پیدا کر دیجیے۔

(اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا میں ''بعض'' کی قید نہ لگاتے تو ساری دنیا آ کر مکہ میں آباد ہو جاتی اور مکہ تنگ پڑ جاتا)

اور ان کو پھلوں کا رزق عطا فرمایئے کہ وہ لوگ شکر کرنے والے بن جائیں۔

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے۔

فائدہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بتلاتی ہے کہ اولاد کے لیے معاشی ضروریات وراحت کا انتظام حسبِ طاقت باپ کے ذمے ہے۔ (از: تیسیر القرآن)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے والے الفاظ

میری دینی بہنو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جتنی بھی دعائیں قرآن میں آئی ہیں وہ لفظ ''رب'' سے شروع ہوتی ہیں: ربنا، ربی۔

اس سے ہمیں یہ ایک بات سیکھنے کو ملی کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کریں تو: اے میرے رب! اے میرے رب! اے میرے اللہ! اے میرے اللہ! بار بار بولیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کریں، یہ اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کو متوجہ کرنے والے الفاظ ہیں۔

سورۂ بقرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو دعا ہے وہ اس زمانے کی ہے جب مکہ جنگل تھا اور سورۂ ابراہیم میں جو دعا ہے وہ اس زمانے کی ہے جب مکہ شہر بن گیا تھا؛ اِس لیے دونوں دعاؤں کے الفاظ میں تھوڑا سا فرق ہوا ہے۔

جنگل کو شہر بنا دیجیے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے اللہ! ابھی تو یہ مکہ جنگل ہے؛ لیکن اس مکہ کو آپ شہر بنا دیجیے؛ تاکہ وہاں میری بیوی اور بچوں کو گھبراہٹ نہ ہو اور ان کی تمام ضروریات آسانی سے پوری ہو سکیں۔

شہر کو امن والا بنا دیجیے

دوسری دعا مانگی: اے اللہ! اس مکہ کو امن اور اطمینان والا شہر بنا دیجیے۔

یہ دعا بھی پوری ہوئی اور آج تک کعبہ کا کوئی مخالف مکہ شہر پر غالب نہ آسکا۔

ہاتھی والوں نے مکہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی، اللہ تعالیٰ نے تمام ہاتھی والوں کو برباد کر کے ختم کر دیا جن کا قصہ سورۂ فیل میں مذکور ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں اللہ تعالیٰ سے یہ بھی کہا:

اے اللہ! اس کو امن والا حرم بنا دیجیے، یہاں قتل نہ ہو، لڑائی، جھگڑا نہ ہو، جانوروں

کو بھی امن واطمینان ملے اور ہری ہری گھاس اور درختوں کو بھی امن ملے۔

اسی لیے حرم میں جا کر ہم جانوروں کا شکار نہیں کر سکتے، ہرے ہرے پتے نہیں توڑ سکتے، یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے۔

پھلوں کا رزق عطا ہونے کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ سے کہا کہ: اے اللہ! میری بیوی اور بچوں کو پھلوں کا رزق عطا فرمایئے، فروٹ اور میوے کھلایئے۔

ملکِ شام کا ایک شہر مکہ میں

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اِس طرح قبول فرمائی کہ پورا ملکِ شام - جو بہت برکت والا ہے، وہاں پھل بھی بہت ہوتے ہیں، پانی بھی بہت ہوتا ہے، کھیتی بھی بہت ہوتی ہے وہاں - سے ایک پورا شہر اٹھا کر اللہ تعالیٰ نے مکہ کے پاس پہنچا دیا، اسی کا نام طائف ہے۔

طائف کا مطلب

طائف کا مطلب: طواف کرنے والا۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر ملکِ شام سے ایک شہر اٹھایا اور کعبہ کا طواف کروایا اور طواف کروا کے مکہ کے پاس لا کر رکھ دیا؛ اس لیے اس کو طائف کہا جاتا ہے۔ (جلالین ص: ۱۹)

آپ دیکھیں گے کہ عرب کے صحرا میں طائف ایک ایسا شہر ہے جس کی زمین اور

آب و ہوا بالکل ملکِ شام کی طرح ہے۔

طائف کی کچھ یادیں

طائف میں مفسرِ امّت حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما آرام فرما رہے ہیں اور طائف میں وہ یادگار مقامات بھی ہیں جہاں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے باغ میں تھوڑی دیر آرام فرمایا تھا، لہولہان قدم کے ساتھ جس پتھر پر بیٹھ کر دعا کی تھی اور حضرت عداس رضی اللہ عنہ نے جہاں انگور کا خوشہ پیش کیا تھا، وہ سب یادگاریں اب بھی موجود ہیں۔

اور طائف سے ہوتے ہوئے قبیلۂ بنی سعد کے علاقے میں بھی جاتے ہیں جہاں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا رہتی تھیں، جہاں حضور ﷺ نے بچپن میں قیام فرمایا تھا۔

الحمد للہ! اِن تمام مقامات کی زیارت نصیب ہوئی ہے، مزید تفصیل ''دیکھی ہوئی دنیا کی چوتھی جلد'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

طائف میں پھل فروٹ بہت ہوتے ہیں اور آج بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے پوری دنیا سے اعلیٰ قسم (Qualety) کے پھل فروٹ مکۂ مکرمہ میں ماشاءاللہ! آتے ہیں۔

مکہ میں آج بھی کھیتی نہیں ہوتی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں یہ نہیں کہا کہ: اے اللہ! مکہ میں کھیتی ہو؛ اس لیے کہ مکہ میں کھیتی ہوگی تو کہیں میری اولاد کھیتی میں لگ کر دین نہ چھوڑ دیں، دنیادار نہ بن جائیں؛ اسی لیے مکہ کو کھیتی کی جگہ نہیں بنایا؛ بلکہ دعا کی کہ پھل ملے۔

اسی لیے آج بھی مکہ میں کھیتی نہیں ہوتی ہے، مدینہ میں کھیتی باڑی اور پھل فروٹ ہوتا ہے، مکہ میں تو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے دنیا بھر کے پھل فروٹ پہنچاتے ہیں۔

ایک خاص اور اہم دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں ایک خاص بات یہ بھی کہی کہ:

اے اللہ! میں نے میری جوان بیوی اور دودھ پیتے بچے کو اس جنگل میں اِس لیے چھوڑا ہے، تاکہ کعبہ کی حفاظت ہو اور نماز کا ماحول قائم ہوجائے، فرمایا:

﴿رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ﴾

اے ہمارے رب! تاکہ نماز کا ماحول قائم ہوجائے۔

ایک موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا بھی مانگی ہے:

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ﴾

ترجمہ: اے ہمارے رب! آپ ہم کو آپ کا پورا فرماں بردار بنا دیجیے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کردیجیے جو آپ کی پوری فرماں بردار ہو۔

اِس دعا میں اسلام پر بقا، استقامت اور ترقی کی دعا بھی شامل ہے، ایک جلیل القدر نبی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا اپنی ذات کے لیے اور اپنی اولاد کے لیے مانگے تو دوسروں کو بھی اس دعا کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، خصوصاً اِس دور میں ہر ایمان والا ہمیشہ اس دعا کے مانگنے کا اہتمام کریں۔

یہ دعا مانگ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام روانہ ہوگئے۔

توشے کا ختم ہونا اور دودھ کا سوکھ جانا

حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی ماں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا دونوں وہاں رہ رہے ہیں، جو پانی تھا وہ ختم ہوگیا اور جو کھجوریں تھیں وہ بھی ختم ہوگئیں۔

اس تنہائی میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا برابر اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہتی تھیں، یہ بھی ہماری دینی بہنوں کے سمجھنے کی بات ہے کہ تنہائی میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول تھیں، ذرہ برابر بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں رہتی تھیں اور آج کل اگر تنہائی میں وقت ملتا ہے تو ہم موبائل، انٹرنیٹ پر اپنا وقت ضائع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو وقت کی قدر نصیب فرمائے، آمین۔

خیر! حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اپنے بچے کو دودھ پلاتی رہیں؛ لیکن آہستہ آہستہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو بھی بھوک لگی، پیاس لگی، اتنی بھوک اور پیاس لگی کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا دودھ اترنا بند ہوگیا اور جب دودھ آنا بند ہوگیا تو بچے کو بھی بھوک لگی، اب معصوم بچہ زمین پر تڑپ رہا ہے، بے چین ہے، ایسی حالت ہوگئی کہ ابھی مرجائے گا۔ (فتح الباری: ۶/ ۴۹۴)

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی بے چینی

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا دور، دور نظر دوڑاتی ہیں کہ کوئی انسان نظر آئے تو اس کے پاس کھانا، پانی مل جائے؛ لیکن دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آتا تھا تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ سامنے ''صفا'' پہاڑ ہے اس پر جاؤں، پہاڑ پر چڑھ کر کے دور دور تک دیکھوں، کوئی انسان نظر آجائے تو اس سے کچھ معلومات حاصل ہو اور کھانے پینے کا کوئی ذریعہ ہوجائے۔

کبھی صفا پر کبھی مروہ پر

بے چینی میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ''صفا'' پہاڑی پر چڑھ گئیں اور سامنے جو کھلا میدان تھا، اس میں نظر دوڑانے لگیں کہ شاید کوئی آدمی نظر آئے؛ لیکن کوئی نظر نہیں آیا تو ''صفا'' سے نیچے اتریں یہاں تک کہ وادی (نیچی جگہ) میں پہنچیں (اب تک تو ''صفا'' پہاڑی پر تھیں جہاں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی دیکھ سکتی تھیں؛ لیکن وہاں سے اتر کر ''مروہ'' پہاڑی پر جا رہی تھیں اور اترتے ہوئے زیادہ نیچائی پر پہنچیں، جہاں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام نظر نہیں آرہے تھے تو اس نیچے والے حصے کو دوڑ کر پار کیا۔ یہی وہ جگہ ہے جس کو ''میلین اخضرین'' کہا جاتا ہے، جہاں سعی کرتے وقت دوڑتے ہیں اور وہاں نشانی کے طور پر سبز نشان بنے ہوئے ہیں)

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کرتے کا ایک کونہ جو (نیچے تک لٹکے ہوئے ہونے کی وجہ سے) دوڑنے میں رکاوٹ بن سکتا تھا اس کو پکڑ کر اٹھایا اور ایک تھکے ہوئے آدمی کی طرح دوڑنے لگیں؛ یہاں تک کہ ''مروہ'' پر پہنچیں اور وہاں سے چاروں طرف نظر دوڑائیں کہ کوئی نظر آئے؛ لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ اس طرح سات مرتبہ کیا۔ (بخاری شریف، حدیث کے اصلاحی مضامین، ج: ۱۵، ص: ۱۶۱، ۱۶۲)

اس طرح کبھی صفا پر جاتی ہیں، کبھی مروہ پہاڑ پر جاتی ہیں، دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آیا، پہاڑ پر جاتی پھر بچہ یاد آتا تو نیچے اتر کر بچے کو دیکھنے آتیں کہ میرے بچے کا کیا حال ہے؟ دیکھتی کہ بچہ تڑپ رہا ہے، پھر جاتی، پھر بچہ یاد آتا تو دوڑ کر واپس آتی، بس اس طرح سات مرتبہ چکر پورے ہوئے اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا امتحان بھی پورا ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے ماں کا دل عجیب بنایا ہے

دینی بہنو! ایک ماں کے لیے اپنی ذات سے زیادہ پیاری بچے کی زندگی ہوتی ہے، ماں کا دل اللہ تعالیٰ نے عجیب بنایا ہے کہ ماں اپنی بھوک برداشت کرلیتی ہے؛ لیکن بچے کی بھوک ماں سے نہیں دیکھی جاتی۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بھوک سے زیادہ اپنے معصوم بچے کی بھوک کی فکر تھی، بے چین ہوکر دوڑ رہی ہے۔

حج وعمرہ میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی نقل

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہی وہ سعی ہے جو صفا ومروہ کے درمیان کی جاتی ہے۔ (بخاری شریف)

گویا حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے جیسے چکر لگائے، بعینہ یہی طریقہ صفا ومروہ کے چکر میں ہوتا ہے، عمرہ میں اور حج میں سات چکر لگاتے ہیں۔ جب صفا یا مروہ سے اتر کر نیچے آتے ہیں تو کعبہ کی طرف منہ کرکے دیکھنا بھی مستحب ہے۔

اب تو وہاں ایسی ایسی عمارتیں بن گئیں کہ کعبہ کم نظر آتا ہے؛ ورنہ مستحب یہی ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کی آمد اور زمزم کے چشمہ کا جاری ہونا

جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا مروہ پہاڑ پر تھیں تو انھوں نے ایک آواز سنی کہ کوئی انسان بول رہا ہے؛ لیکن کوئی نظر نہیں آتا کہ کون ہے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا چپ ہوگئیں اور دھیان سے سننے لگیں، پھر آواز آئی؛ لیکن کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے زور سے کہا کہ: اے بولنے والے! تو

کون ہے؟ اگر تیرے پاس مدد کا کچھ سامان ہے تو میری مدد کر! مجھے ضرورت ہے، میں پریشان ہوں۔

تھوڑی دیر میں دیکھا تو ایک فرشتہ سامنے کھڑا ہے، یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے حضرت جبریل علیہ السلام نے زمین پر اپنی ایڑی ماری اور اپنا بازو لگایا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے وہاں پر پانی جاری کر دیا۔ (بخاری، فتح الباری: ۴۹۵/۶)

زم زم (یعنی رک جا)

جب یہ پانی نکلا تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا خوش ہوگئیں اور پانی کو اپنے ہاتھ میں لیا اور مٹکے میں بھرنے لگیں، خود پینے لگیں؛ لیکن پانی بہت زور سے آرہا تھا تو جلدی جلدی ریت، مٹی اور پتھر سے چہار دیواری کا احاطہ کرنے لگیں کہ یہ پانی بہہ نہ جائے اور کہنے لگیں:

زَمْ زَمْ؛ یعنی رک جا، رک جا، ایک جگہ ٹھہر جا۔ (بخاری شریف، کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، حدیث: ۳۳۶۴)

اے کاش کہ!

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: يَرْحَمُ اللهُ أُمَّ إِسْماعِيلَ! لَوْلَا أَنَّهَا عَجِلَتْ، لَكَانَ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا. (بخاری شریف، کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، حدیث: ۳۳۶۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں؛ یعنی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائے! اگر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا زمزم کو نہ روکتی تو زمزم بہتا ہوا ایک پانی کا چشمہ ہو جاتا۔

ایک عورت ذات کی قربانی کی برکت

میری دینی بہنو! یہ زمزم حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی قربانی کی برکت ہے، قیامت تک آنے والے انسان جو زمزم کا پانی پی رہے ہیں اور پئیں گے یہ ایک عورت ذات کی قربانی ہے، ایک جوان عورت اپنے دودھ پیتے بچے کو لے کر جنگل میں رہی، اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے زمزم کا پانی انسانوں کو عطا فرمایا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

ہاجرہ! گھبراؤ مت، اللہ تعالیٰ تمھیں برباد نہیں کریں گے، یہاں اللہ تعالیٰ کا گھر کعبہ ہے، یہ جو تمھارا چھوٹا بچہ ہے وہ اور اس کے ابا حضرت ابراہیم علیہ السلام دونوں مل کر اللہ تعالیٰ کا گھر کعبہ بنائیں گے اور یہاں اللہ کا گھر آباد ہوگا، شہر بن جائے گا۔ (بخاری شریف، کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، حدیث: ۳۳۶۴)

زمزم کے پانی کی برکتیں

چناں چہ زمزم کے پانی کی برکت سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو دودھ اترنا شروع ہو گیا، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا تو کام بن گیا، پانی پیتی اور اپنے بچے کو دودھ پلاتی۔

اور اللہ تعالیٰ نے زمزم میں یہ طاقت رکھی ہے کہ جس نیت سے پیو اللہ تعالیٰ وہ نیت پوری فرماتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے:

مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ. (عن جابر، ابن ماجه، باب الشرب من زمزم، ۳۰۶۲)

یعنی زمزم کا پانی جس نیت سے پیو اللہ تعالیٰ اس نیت کو پوری فرمائیں گے۔
کسی کو بھوک لگی ہو وہ زمزم پیے اللہ تعالیٰ بھوک دور فرمائیں گے۔
بیمار یقین کے ساتھ پیے تو اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائیں گے۔

زمزم کی برکت سے شفا

متعدد حضرات نے زمزم کو شفا کے لیے بھی استعمال کیا اور بہت سوں کو فائدہ بھی ہوا، ضرورت ہے یقین کی۔

میرے بڑے بھائی صاحب کو ہاتھ میں ہتھیلی کے پیچھے چمڑی پر ایک خاص قسم کا مرض ہوتا جس میں بڑے پریشان رہتے تھے، بہت علاج معالجے ہوئے، چمڑی کے ماہر ڈاکٹروں سے بھی علاج کا سلسلہ رہا؛ لیکن خاطر خواہ افاقہ نہیں ہوتا تھا، بس عارضی طور پر کچھ فائدہ ہوجاتا، جب حج کا سفر ہوا تو کوئی روز تک خاکِ مکہ اور زمزم دونوں کو ملا کر اس کو ہاتھ پر لگایا، الحمد للہ! زمزم اور خاکِ مکہ کی برکت سے وہ مرض بالکل ہی ختم ہوگیا۔

دنیا کے بڑے بڑے ڈاکٹر اس پانی کی مختلف لیبارٹری میں جانچ کر چکے ہیں، وہ اِس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ: اس وقت دنیا میں سب سے عمدہ پانی ''زمزم'' ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اِس کی قدر نصیب فرمائے، آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

(دوسری قسط)

اقتباس

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ایک ماں، اس کا ایک ہی بچہ، جس کو جنگل میں اکیلے رہ کر بڑی قربانیوں سے پالا، اس ماں کو بچے سے کتنی محبت ہوگی؟

لیکن اس ماں نے جواب دیا کہ: اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو ضرور میرے بیٹے کو ذبح کریں، مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔

شیطان یہ سوچتا تھا کہ ہاجرہ روئے گی، چلّائے گی، جنگل کی طرف اپنے بیٹے کو بچانے دوڑے گی؛ لیکن جب اس نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب سنا تو وہ ناامید ہوگیا۔

آج ہمیں اپنے بچوں کو چالیس دن، چار مہینے جماعت میں بھیجنا بھاری پڑتا ہے، سات سال، پانچ سال عالم اور حافظ بننے کے لیے مدرسے میں بھیجنا بھاری پڑتا ہے اور وہ ماں تھی جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے بیٹے کو کٹوانے خوشی خوشی تیار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم اپنے بچوں کو دین کے لیے، حافظ اور عالم بننے کے لیے مدرسوں میں بھیجیں، یہ بچے جماعت میں جائیں گے، حافظ بنیں گے، عالم بنیں گے تو ان شاء اللہ! آپ کو آخرت میں کام آئیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہُ وَنَسْتَعِیْنُہُ وَنَسْتَغْفِرُہُ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ (الابراھیم)

ترجمہ: اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض (ایک) اولاد کو آپ کے محترم گھر (کعبہ) کے پاس ایک ایسی وادی (میدان) میں- جہاں کسی قسم کی کوئی کھیتی نہیں ہے- لا کر بسایا ہے (یہ بسانے کا کام اس لیے کیا) اے ہمارے رب! تاکہ یہ نماز قائم کریں، لہذا بعض لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف کشش پیدا کر دیجیے۔

اور ان کو پھلوں کا رزق عطا فرمایئے؛ تاکہ وہ لوگ شکر کرنے والے بن جائیں۔

گذشتہ سے جاری

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نیک بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا قصہ چل رہا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی بیوی کو لے کر مکۂ مکرمہ ہجرت کر گئے، اپنی

جوان بیوی اور دودھ پیتے بچے کو ایک جنگل میں لے جا کر اکیلا چھوڑ دیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلائے ہوئے مبارک نام

آپ کو کل ایک بات بتلائی گئی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے کا ''اسماعیل'' نام فرشتے کے بتلانے سے رکھا گیا تھا۔

کچھ مبارک نام ایسے ہیں جو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے مبارک نام ہیں، جیسے: اسحاق، یعقوب، یحیٰ، عیسیٰ، احمد، قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ.

ترجمہ: اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) نے کہا تھا کہ: اے بنی اسرائیل! میں تمھاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں کہ مجھ سے پہلے جو تورات (اتاری گئی) تھی اسے میں سچا بتاتا ہوں اور ایک ایسے رسول کی خوش خبری سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے جن کا نام احمد ہوگا۔ (سورۂ صف)

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ (الانعام)

ترجمہ: اور ہم نے اس (ابراہیم) کو اسحاق (جیسا بیٹا) اور یعقوب (جیسا پوتا)

دیا، سب کو ہم نے ہدایت دے رکھی تھی اور ہم نے نوح کو (تو ابراہیم سے) پہلے ہی ہدایت دے رکھی تھی اور اس (ابراہیم) کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو بھی (ہدایت دی تھی) اور نیک کام کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ﴿۸۴﴾ اور زکریا اور یحیٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی (ہدایت دی تھی) ہر ایک نیک لوگوں میں سے تھے ﴿۸۵﴾ اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو بھی (ہدایت دی) اور ہر ایک کو ہم نے تمام عالم (کے لوگوں) پر فضیلت دے رکھی تھی۔

یہ سب نام ہیں جو خود اللہ تعالیٰ کے رکھے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے ہیں؛ اس لیے ہمیں اپنے بچوں کے، اپنی اولاد کے ایسے نام رکھنے چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پیارے نام

حدیث میں آتا ہے کہ: ''عبداللہ، عبیداللہ، عبدالرحمن، محمد'' یہ سب نام بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں؛ لہذا ایسے اچھے اچھے نام ہمیں رکھنے چاہیے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ: عبدُ اللهِ وعبدُ الرَّحمنِ. (ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی تغییر الاسماء، حدیث: ۴۹۴۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے اچھے نام: عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں۔

باقی قصہ

کل قصہ یہاں تک پہنچا تھا کہ زمزم کا پانی نکل آیا اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اس کو احاطے میں کرلیا۔

خانۂ کعبہ کی بنیاد کی حفاظت کا عجیب وغریب خدائی نظام

اُس وقت کعبہ ایک ٹیلے کی شکل میں تھا اور اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت کہ بارش ہوتی، پانی آتا، سیلاب آتا تو آس پاس سے بہہ کر چلا جاتا اور جس ٹیلے میں کعبہ شریف تھا اس کے اوپر پانی نہیں آتا تھا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت تھی، اللہ تعالیٰ نے اس طرح کعبہ کی بنیاد کی حفاظت فرمائی تھی۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا یہاں رہنے لگی، اپنے بچے کی پرورش کرتی رہی۔

قبیلۂ جُرہم کا مکہ آنا

اتنے میں ایک خاندان جس کا نام ''جُرہم'' ہے اس کے کچھ لوگ ''کَداء'' کے راستے سے مکہ آئے۔

کداء: مکہ کے اوپر ''حجون'' والا علاقہ جہاں مکہ مکرمہ کا قبرستان ہے وہ اوپر والا حصہ (کَداء) کہلاتا ہے اور اس کے سامنے مِسفلہ والا (نیچے والا) جو حصہ پڑتا ہے اس کو ''کُدیٰ'' کہتے ہیں۔ (از: حدیث کے اصلاحی مضامین، ج:۱۵، ص:۱۶۳)

وہ لوگ کَداء کے راستے سے مکہ آئے اور مکہ میں جو نشیبی یعنی نیچان والا علاقہ ہے وہاں اترے، یہ جرہم قبیلہ کے لوگ پہلے بھی بہت سی مرتبہ مکہ آئے تھے؛ لیکن کبھی مکہ کے آس پاس پانی کے اثرات اور کوئی پرندہ نظر نہیں آیا تھا، اس مرتبہ جب جرہم کے لوگ آئے تو ان کو ایک پرندہ اڑتا ہوا نظر آیا، یہ لوگ آپس میں بات چیت کرنے لگے کہ کبھی یہاں کوئی پرندہ نظر نہیں آتا ہے، اِس مرتبہ یہ پرندہ نظر آرہا ہے تو یہاں آس پاس پانی ہونا چاہیے۔

انھوں نے اپنے ایک یا دو آدمیوں کو ڈھونڈنے کے لیے بھیجا کہ جاؤ اور جا کر جنگل میں آس پاس دیکھو کہ کہیں پر پانی ہے؟

یہ دونوں آدمی ڈھونڈنے کے لیے نکلے، انھوں نے دیکھا کہ پانی کا ایک کنواں ہے اور اس کے پاس ایک عورت اور اس کا بچہ ہے۔

ان دو آدمیوں نے جا کر اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو خبر کی کہ اب تو یہاں جنگل میں پانی ہے اور کوئی عورت اور بچہ بھی ہے۔ (فتح الباری: ۶/۴۹۶)

قبیلۂ جرہم کا حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے رہنے کی اجازت لینا

سب لوگ دیکھنے کے لیے آئے، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پانی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، جرہم قبیلے کے لوگوں نے آ کر کہا کہ: اگر آپ اجازت دو تو ہم آپ کے پاس یہاں جنگل میں رہنے لگیں اور یہاں اپنا مکان بنالیویں۔

وہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ عفت مآب عورت کوئی معمولی نہیں ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی پیاری کوئی مقبول بندی ہے جس کی خاطر ریتیلی زمین میں پانی کا چشمہ جاری ہوا ہے۔

اجازت ہے؛ لیکن پانی پر مالکی کا حق میرا رہے گا

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں! تم بھی آ کر رہو، تمھارے لیے اجازت ہے؛ لیکن یہ جو زم زم کا پانی ہے اس پر تمھارا کوئی مالکی کا حق نہیں ہوگا، تم پی سکتے ہو، استعمال کر سکتے ہو؛ لیکن تم اس کے مالک نہیں بنو گے۔

ان لوگوں نے کہا کہ: ہم پکا وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کی یہ شرط پوری کریں گے۔

جنگل میں آبادی

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ یہ لوگ یہاں آکر رہیں تو جنگل میں کچھ ساتھ دینے والے مل جائیں اور یہ جنگل میں شہر بن جاوے، آبادی ہو جاوے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی تو اسی کی دعا مانگی تھی۔

چناں چہ یہ قبیلۂ جرہم کے لوگ گئے اور اپنے پورے قبیلے کو بلا کر یہاں لے آئے اور انھوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے مکان بنالیے، اس کی وجہ سے مکہ شہر بن گیا۔

سب سے پہلے مکہ شہر کی بنیاد رکھنے والے

معلوم ہوا کہ مکہ شہر کی نئی شروعات حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوئی اور پھر جرہم قبیلے کے لوگ یہاں آکر رہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا عربی زبان سیکھنا

حضرت اسماعیل علیہ السلام آہستہ آہستہ بڑے ہو گئے، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جرہم قبیلے کے لوگوں سے عربی زبان سیکھی، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان عربی نہیں تھی؛ کیوں کہ وہ تو فلسطین سے آئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو عراق کے رہنے والے تھے۔ (بخاری، فتح الباری: ۶/۴۹۷)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نکاح

حضرت اسماعیل علیہ السلام بہت خوب صورت تھے، جیسے جیسے بڑے ہونے لگے تو پورے جرہم قبیلے کے لوگ ان سے محبت کرتے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے۔ جب

حضرت اسماعیل علیہ السلام بالغ ہو گئے تو جرہم قبیلے کے لوگوں نے اپنے قبیلے کی ایک لڑکی کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کروا دی۔ (بخاری، فتح الباری: ۴۹۸/۶)

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال اور ان کی قبر

تھوڑے دنوں میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حطیم والے حصے میں ہے۔ (فتح الباری: ۴۹۸/۶)

ایک بہت ہی اہم سبق

ابھی آگے آنے والی حدیث بخاری شریف کی حدیث ہے، اس میں ایک بہت اہم سبق ہے، اسی لیے یہ حدیث میں آپ کو سنا رہا ہوں: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اس دوسری بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے پاس ملاقات کے لیے براق پر بیٹھ کر کبھی کبھی مکہ مکرمہ تشریف لاتے تھے، پھر واپس چلے جاتے تھے۔

حلال روزی تلاش کرنا یہ انبیا کا طریقہ رہا ہے

بہت دنوں کے بعد ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آنا ہوا تو پتہ چلا کہ ان کی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا تو انتقال ہو گیا ہے اور بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہو گئی ہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام اس وقت گھر میں نہیں تھے، وہ روزی روٹی کے لیے باہر گئے ہوئے تھے؛ چوں کہ اب بیوی ہو گئی؛ لہذا اب خرچے کی فکر ہوئی۔

دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آکر دیکھا کہ گھر میں تو بہو ہے، اس سے سوال کیا کہ:

تمھارا شوہر اسماعیل کہاں ہے؟

اس نے کہا کہ: ہمارے لیے روزی کی تلاش میں گئے ہیں۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ: تمھارا گزران کیسا چل رہا ہے؟

وہ پہچانتی نہیں تھی کہ یہ میرے شوہر کے ابا: حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے شکایت کرنے لگی کہ: ہم تو بہت بری حالت میں رہتے ہیں، بہت تنگی ہے، کھانے پینے کی بھی بہت تکلیف ہے، بہت فریادیں کیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سب شکایتیں سنتے رہے، پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واپسی کا ارادہ ہوا تو فرمایا کہ:

اِذَا جَاءَ زَوْجُكِ اِقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقُوْلِي لَه: يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ.(بخاری)

ترجمہ: جب تمھارے شوہر گھر پر آجائے تو ان کو سلام کہہ دینا اور یوں کہنا کہ: اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالے۔ یہ کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے۔

نبی کی نورانیت اور خوشبو کا احساس

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو انھوں نے محسوس کیا کہ گھر میں کوئی آکر گیا ہے، حقیقت میں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خوشبو تھی؛ چوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور نبی گھر میں آکر گئے تو نبی کی برکت، نبی کی نورانیت، نبی کی خوشبو ان کو گھر میں محسوس ہوئی۔

اسماعیل علیہ السلام اور ان کی پہلی بیوی کے درمیان سوال وجواب

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فوراً اپنی بیوی سے پوچھا کہ: کوئی گھر میں آیا تھا؟

بیوی نے جواب دیا کہ: ہاں! ایک بزرگ آئے تھے، ایسی ایسی شکل اور ایسی ایسی صورت تھی، ایسا ان کا جسم تھا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ: اس بزرگ نے آکر کچھ پوچھا تھا؟

بیوی نے جواب دیا کہ: تمھارے متعلق پوچھا تھا کہ اسماعیل کہاں ہیں؟

اسماعیل: تم نے کیا جواب دیا تھا؟

بیوی: میں نے کہا کہ: وہ تو باہر گئے ہیں۔

اسماعیل: پھر کیا پوچھا؟

بیوی: تمھاری زندگی کیسی گذر رہی ہے؟

اسماعیل: تو نے کیا جواب دیا؟

بیوی: میں نے جواب دیا کہ: ہم پر بہت تکلیفیں ہیں، بہت تنگی ہے۔

اسماعیل: کوئی پیغام دیا ہے؟

بیوی: انھوں نے مجھے یوں کہا تھا کہ ''اسماعیل کو سلام کہہ دینا'' اور ساتھ میں یوں کہہ دینا کہ ''دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالے''۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اپنی بیوی کو طلاق دینا

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ: وہ آنے والے بزرگ کوئی اور نہیں تھے، وہ میرے ابا جان، اللہ تعالیٰ کے نبی: حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور انھوں نے مجھے جو ''چوکھٹ بدلنے کا'' حکم دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھ کو طلاق دے دوں؛ لہٰذا اب تجھ کو طلاق ہے، تو اپنے گھر پر چلی جا، مجھے اب تیرے ساتھ نہیں رہنا ہے۔

(بخاری شریف، کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، حدیث: ۳۳۶۴، فتح الباری ۶/۳۹۸)

ناشکری کی وجہ سے طلاق

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو طلاق دینے کا حکم دیا؛ اس لیے کہ بہو کی زبان پر ناشکری آئی تھی، اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری آئی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ چیز پسند نہ آئی کہ ایک نبی کے گھر میں رہتے ہوئے کوئی عورت ناشکری کرے۔ ایسے تو ناشکری کوئی بھی کرے اچھی چیز نہیں ہے۔

ناشکری بُری چیز ہے

میری دینی بہنو! سوچنے کا مقام ہے کہ یہ ناشکری کتنی بری عادت ہے؛ اس لیے کبھی اپنی زبان پر ناشکری مت لاؤ، اللہ تعالیٰ جو نعمت دیوے اس کا شکر ادا کر کے کھاؤ، اللہ کا شکر ادا کر کے پہنو، اللہ کا شکر ادا کر کے استعمال کرو۔

آج دنیا میں بہت سارے لوگ خیموں (کیمپوں) میں زندگی گزار رہے ہیں

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت ساری نعمتوں سے نوازا ہے، اِس وقت دنیا میں ہزاروں مسلمان بہنیں بے چاری کیمپوں میں زندگی گزار رہی ہیں، ان کے مکان اجاڑ دیے گئے، بہت مصیبت میں وہ زندگی گزار رہی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہم کو بڑی راحت میں رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی نورانیت و برکت

دوسری بات یہ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو معلوم بھی نہیں تھا کہ ابا آ کر گئے؛ لیکن

ابا جان کے آنے کی خوشبو، نورانیت اور برکت ان کو اپنے گھر میں معلوم ہوئی، لہذا انھوں نے فوراً اپنی بیوی سے پوچھا کہ؛ کوئی گھر میں آیا تھا؟

اِس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کوئی اللہ کا نیک بندہ یا بندی کسی جگہ آ کر چلے بھی جاویں تو اس کی نورانیت اور اس کی برکت گھر میں باقی رہتی ہے۔

ہمارا سلسلہ

ہم جو بیعت کرتے ہیں وہ چشتیہ سلسلہ ہے: میرے پیر حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے پیر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ (فضائلِ اعمال والے) ان کے پیر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، ان کے پیر قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے پیر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ علیہ، اور ان کے پیر حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ، یہ ہمارا سلسلہ ہے۔

چھتیس سال تک ایک جگہ بیٹھ کر قرآن سکھانا

حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے اللہ کے ولی تھے کہ بھارت میں سہارنپور، تھانہ بھون کے قریب ''لوہاری'' نام کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، وہاں حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً چھتیس (۳۶) سال ایک جگہ بیٹھ کر بچوں کو قرآن پڑھایا اور وہاں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا۔

آج بھی کمرے میں نورانیت

غالباً ۱۲۵۸ھ میں حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا

ہے اور یہ ۱۴۴۴ھ چل رہا ہے، دوسو سے اوپر سال ہو گئے؛ لیکن جہاں بیٹھ کر انھوں نے ذکر کیا تھا اور قرآن پڑھایا تھا وہاں آج بھی خوشبو محسوس ہوتی ہے، جس کو دیکھنا ہو وہ قریب ''لوہاری'' جا کر دیکھ سکتا ہے، میں نے تو وہ خوشبو سونگھی ہے، اللہ اکبر!

جہاں بھی کوئی اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ صرف آ کر گذر بھی جاتا ہے وہاں قدرتی طور پر نورانیت کا احساس ہوتا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دوسرا نکاح

بہر حال! حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس کے بعد اسی قبیلۂ جرہم کی ایک دوسری عورت سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نکاح ہو گیا، نکاح کے بعد دونوں میاں بیوی اطمینان سے رہنے لگے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دوبارہ مکہ آنا

ایک دن پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کی خبر لینے کے لیے آئے تو اس مرتبہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر موجود نہیں تھے اور گھر میں نئی بہو تھی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نئی بیوی کے اچھے اخلاق

پہلی بہو نے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعظیم اور مہمان نوازی نہیں کی تھی؛ لیکن اس نئی بہو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ: آپ سواری سے اتریئے، اندر تشریف لائیے اور کھانا تناول فرمالیجیے، یہاں رہیے۔ وہ بھی پہچانتی نہیں تھی کہ یہ ہمارے خسر ہیں؛ لیکن اس نے ایک بزرگ کو دیکھا، نورانی شکل دیکھی تو اس نے خود اکرام کیا۔

شکر گزار عورت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس نئی بہو سے پوچھا کہ: اسماعیل کہاں ہے؟

اس نے کہا کہ: وہ تو روزی روٹی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ: تمھاری زندگی کیسی گذر رہی ہے؟

وہ کہنے لگی کہ: الحمد للہ! بہت اچھی طرح ہماری زندگی گذر رہی ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

گوشت اور پانی میں برکت کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ: تم کیا کھاتے ہو؟

اس نے کہا کہ: ہم گوشت کھاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ: کیا پیتے ہو؟

اس نے کہا: یہی پانی پیتے ہیں، وہاں زمزم کا پانی تھا۔

تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں کھڑے کھڑے دعا کی کہ: اے اللہ! ان کے گوشت اور ان کے پانی میں برکت عطا فرمائیے۔

خسر کو اپنی بہو اور بیٹے کے حالات معلوم کرتے رہنا چاہیے

اس سوال اور جواب سے ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ خسر کو اپنے بیٹے اور بہو کی خیر خبر لیتے رہنا چاہیے، ان کی خیر خبر پوچھتے رہنا چاہیے کہ کیسی ان کی زندگی گذر رہی ہے اور ان کے لیے برکت کی دعا بھی کرنی چاہیے۔

مکہ کے کھانے پینے میں برکت کی وجہ

آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا پر ارشاد فرمایا: مکہ میں کھانے، پینے کی چیزوں کی جو کثرت ہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے ہے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر آئے تھے اس وقت ان کے گھر میں اناج نہیں تھا، اگر اس وقت ان کے گھر میں اناج ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں بھی برکت کی دعا فرماتے۔

(بخاری: ۳۳۶۴، ابن کثیر: ۱/۴۲۹، سورۃ البقرۃ)

روٹی اور چاول کے بغیر صرف گوشت کھالینا

بخاری کی اسی حدیث میں آگے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

فَهُمَا لَا يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ. (بخاری: ۳۳۶۴)

ترجمہ: پس صرف وہ دونوں چیزیں (گوشت اور پانی) مکّہ والوں کے علاوہ کسی علاقے والوں کی طبیعت کے موافق نہیں آتی ہیں۔

یعنی صرف گوشت کھا کر اور پانی پی کر رہنا یہ مکہ والوں کی بات ہے؛ یعنی یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے۔ باقی دنیا میں کوئی آدمی ایسا کرے کہ صرف گوشت کھائے اور پانی پیوے، ساتھ میں روٹی یا چاول نہ کھاوے تو وہ بیمار ہو جائے گا، یہ صرف مکہ والوں کی خوبی ہے کہ صرف گوشت اور پانی ان کی طبیعت کو موافق آسکتا ہے۔

دروازے کی چوکھٹ باقی رکھنا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام جانے لگے تو جاتے جاتے کہا کہ: بیٹی! تمھارے

شوہر اسماعیل آئے تو ان کو میرا اسلام کہہ دینا اور یہ کہنا کہ: اپنے دروازے کی چوکھٹ کو باقی رکھے، یہ بات کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام روانہ ہو گئے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اپنی دوسری بیوی سے سوالات

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر آئے تو اپنی بیوی سے پوچھا کہ: کیا گھر میں کوئی آیا تھا؟

بیوی نے کہا کہ: ایک بزرگ تشریف لائے تھے، پھر بیوی نے اس بزرگ کی بہت تعریف کی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ: اس آنے والے بزرگ نے میرے متعلق کچھ پوچھا تھا؟

بیوی: پوچھا تھا تو میں نے کہا کہ: وہ تو روزی روٹی ڈھونڈنے گئے ہیں۔

اسماعیل: اور کچھ پوچھا تھا؟

بیوی: ہاں! یوں پوچھا تھا کہ: تمھاری زندگی کیسی چل رہی ہے؟

تو میں نے جواب میں کہا کہ: ہم بہت اچھی حالت میں ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، ہم بہت خوش ہیں۔

اسماعیل: اس بزرگ نے کوئی وصیت یا کوئی نصیحت کی ہے؟

بیوی: ہاں! وہ آپ کو سلام کہہ گئے ہیں اور ساتھ میں یہ حکم دے گئے ہیں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھنا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ: وہ بزرگ میرے ابا جان تھے، انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تیرے ساتھ رہوں اور تجھے طلاق نہ دوں۔ (بخاری، فتح الباری: ۶/۴۹۹)

شکر کی وجہ سے طلاق دینے سے منع فرمایا

میری دینی بہنو! دوسری بیوی کو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طلاق دینے سے منع کیا اور باقی رکھنے کے لیے فرمایا؛ اس لیے کہ اس دوسری بیوی کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا شکر تھا، نعمت کی شکر گزاری تھی۔

شکر گزاری بہت بڑی نعمت ہے

میری دینی بہنو! یہ شکر گزاری کتنی بڑی نعمت ہوگی، آپ اندازہ لگائیں، یہی دوسری بیوی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ پوری زندگی رہی اور نسل چلتے چلتے آگے اسی نسل سے میرے اور آپ کے آقا، تاجدارِ مدینہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا مصر کے بادشاہ کی بیٹی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ساتھ دوسری شادی کی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری مرتبہ مکہ کی حاضری

چند دنوں کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر آئے تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر ہے اور ایک بڑے درخت کے نیچے زم زم کے قریب تیر درست کر رہے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتے دیکھا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام بہت خوش ہو گئے کہ میرے ابا جان آئے اور کھڑے ہو کر اپنے ابا جان کی ملاقات کی، گلے لگے، باپ بیٹے بڑی محبت سے ملے۔ (بخاری شریف)

خانۂ کعبہ کی تعمیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آ کر کہا کہ: بیٹا! میں ایک کام لے کر آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہم دونوں کو مل کر اللہ تعالیٰ کا گھر کعبہ بنانا ہے، چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کہنے پر حضرت اسماعیل علیہ السلام تیار ہو گئے اور باپ بیٹے دونوں نے مل کر پورا کعبہ شریف نیا تعمیر فرمایا، تیسرے سفر کے موقع پر یہ کام ہوا ہے۔(بخاری، فتح الباری: ۶/۵۰۰)

نیک کام کر کے فخر اور تکبر نہیں کرنا چاہیے

کعبہ شریف کی تعمیر ہوئی تو اس کی وجہ سے دل میں بڑائی کا خیال آسکتا تھا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے دین کا بہت بڑا کام کیا؛ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں کچھ بڑائی کا خیال نہیں آیا اور بڑے لوگوں کے لیے ان کے بڑے کام ان میں اور زیادہ تواضع پیدا ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبہ کی تعمیر کرنے کے باوجود اس کی قبولیت کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کر رہے ہیں:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: (اور دونوں حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام دعا کر رہے تھے) اے ہمارے رب! آپ ہم سے (کعبہ کی تعمیر کی خدمت کو) قبول کر لیجیے، یقیناً آپ ہی (ہر ایک کی دعا) سننے والے (اور ہر ایک کی دلی نیت کو) اچھی طرح جاننے والے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی: اے اللہ! میری نیکیوں کو اور میرے اچھے کاموں کو قبول فرمالیجیے، میں نے تو اپنی جوان بیوی اور دودھ پیتے بچے کو ہجرت کرائی ہے، جنگل میں لاکر رکھا، کعبہ شریف بنایا۔ میری اِن سب نیکیوں کو قبول فرمالیجیے۔

ہر نیک عمل کی قبولیت کی دعا کرتے رہنا چاہیے

میری دینی بہنو! میں آپ سب سے کہتا ہوں کہ: ہم نماز پڑھتے ہیں، تراویح پڑھتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں، صدقہ وخیرات کرتے ہیں، تسبیح پڑھتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں، تو ساتھ ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کریں کہ: اے اللہ! ہماری نیکیوں کو قبول فرمالیجیے۔ اس کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بہت پیاری ہے جو قرآن میں آئی ہوئی ہے:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ (البقرة)

اے اللہ! ہماری تمام نیکیوں کو، ہمارے تمام اچھے کاموں کو آپ قبول فرمالیجیے، آپ دعا کو قبول کرنے والے ہیں، آپ ہماری دعاؤں کو سنتے ہیں، ہمارے دل کی نیتوں کو جانتے ہیں۔

ذبح والا واقعہ

ایک مشہور قصہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں دوسرا بھی ہوا تھا، ابھی تو حضرت اسماعیل علیہ السلام بچے تھے، بڑے نہیں ہوئے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام آتے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے اور اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا! میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔

چھوٹے سے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: ابا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجھے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تو آپ مجھ کو ذبح کر دیجیے، میں صبر کروں گا۔

یہ بات بھی قرآن میں موجود ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۱۰۲

ترجمہ: پھر جب وہ لڑکا (یعنی اسماعیل) ان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے ساتھ چلنے پھرنے کے لائق ہو گیا تو انھوں نے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں تو تمھاری کیا رائے ہے؟ اس (بیٹے) نے کہا: اے میرے ابا! آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے اس کو کر ڈالیے، ان شاء اللہ! آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ (الصافات)

عجیب خواب

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا تھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ:

اے ابراہیم! اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرو۔

یہ ذی الحجہ کی آٹھویں (۸) تاریخ تھی، صبح سے شام تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں الگ الگ خیالات آتے رہے، کبھی وسوسہ آتا کہ یہ کوئی شیطانی خواب ہے اور کبھی یہ خیال آتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سچا خواب ہے جس پر مجھے عمل کرنا چاہیے، پورا دن شک میں گذر گیا؛ اس لیے ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو "يَوْمُ التَّرْوِيَةِ" یعنی شک کا دن کہتے ہیں، یہ ایک وجہِ تسمیہ ہے۔

دوسری وجہِ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ قدیم زمانے میں جب حاجی لوگ آٹھ ذی الحجہ کو منیٰ جاتے تھے تو وہاں پانی نہ ہونے کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوتی تھی؛ چناں چہ منیٰ کی طرف روانگی سے پہلے مکہ سے زم زم کا پانی بھر لیتے تھے اور پھر منی جاتے تھے، اور اس پانی سے منی میں وہ سیراب ہوتے تھے؛ اس لیے اس دن کا نام ''یَوْمُ التَّرْوِيَةِ'' یعنی پانی بھرنے کا دن پڑ گیا۔

پھر نویں (۹) ذی الحجہ کو وہی خواب نظر آیا اور آپ نے پہچان لیا کہ یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؛ اس لیے اس کو ''یَوْمُ الْعَرَفَةِ'' (یعنی جس دن پہچان لیا کہ یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے) کا نام دیا جاتا ہے۔

پھر دسویں کو یہ خواب تیسری مرتبہ نظر آیا اور اسی روز حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ ہوا؛ اس لیے اس کو ''یَوْمُ النَّحْرِ'' قربانی کا دن کہتے ہیں۔ (مظہری: ۸/۸۴)

بڑے کی ملاقات کے لیے

روایتوں میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ ماں کے سامنے بیٹے کو ذبح کریں، ماں کا دل کیسے برداشت کرے گا؟

لہذا حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے ہٹا کر دور کہیں جنگل میں لے جا کر ذبح کا پروگرام بنایا، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ: اپنے بیٹے اسماعیل کو تیار کر دو، میں اس کو کسی بڑے کی ملاقات کے لیے لے جاتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے بڑا کون ہوسکتا ہے؟

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ سے بڑا کون ہوسکتا ہے؟

ماں نے جلدی جلدی اپنے بیٹے کو تیار کر دیا، نئے کپڑے پہنائے اور ابا جان کے ساتھ بھیج دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے لے کر چلے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے یہ فرمایا کہ: بیٹا! چھری اور رسّی لے لو، جنگل کی طرف چلو، ظاہر ہے کہ رسی اور چھری لے کر جنگل کی طرف جانا اس لیے ہوتا ہے کہ لکڑی کاٹنے کا ارادہ ہوگا، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے گھر میں سے لمبی رسی اور تیز چھری لے لی اور چل دیے۔ (درِ منثور: ۵/۵۳۲)

منیٰ میں "مَسجِدُ الکَبشِ" تک لے گئے

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو زندگی میں بار بار مکہ مدینہ لے جاوے، آمین۔

دیکھو! حضرت اسماعیل علیہ السلام جہاں کعبہ ہے وہاں رہتے تھے، چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کے پاس سے لے کر چلے اور منیٰ تک لے گئے۔

منیٰ میں جب ہم داخل ہوتے ہیں تو جہاں شیطان کو تین جگہ کنکر مارتے ہیں وہاں مسجدِ خیف ہے، اس کے قریب ایک دوسری مسجد تھی، وہ مسجد اب نہیں رہی، اس کا نام "مسجد الکَبش" تھا۔ "کبش" ایک جانور (مینڈھا، دنبہ) کو کہتے ہیں۔ وہاں تک لے گئے اور وہاں لے جا کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کی کوشش کی تھی۔

شیطان مردود کا حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو بہکانے کی کوشش کرنا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر چلے گئے تو شیطان مردود گھر پر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: تمھارا بچہ اسماعیل کہاں ہے؟ انھوں نے کہا کہ: وہ تو اپنے ابا کے ساتھ کسی بڑے کی ملاقات کے لیے گیا ہے۔

شیطان مردود حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگا کہ: نہیں! کسی بڑے کی ملاقات کے لیے نہیں گئے ہیں؛ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو تمھارے بیٹے کو کاٹنے کے لیے اور ذبح کرنے کے لیے لے گئے ہیں۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ: کبھی کوئی باپ اپنے بیٹے کو کاٹتا ہے؟

شیطان کہنے لگا کہ: ابراہیم کو ان کے اللہ نے خواب میں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے؛ اس لیے وہ ذبح کرنے لے گئے ہیں۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا ایمان افروز جواب

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ایک ماں، اس کا ایک ہی بچہ، جس کو جنگل میں اکیلے رہ کر بڑی قربانیوں سے پالا، اس ماں کو بچے سے کتنی محبت ہوگی؟

لیکن اس ماں نے جواب دیا کہ: اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو وہ ضرور میرے بیٹے کو ذبح کریں، مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔

شیطان یہ سوچتا تھا کہ ہاجرہ روئے گی، چلّائے گی، جنگل کی طرف اپنے بیٹے کو بچانے دوڑے گی؛ لیکن جب اس نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب سنا تو وہ ناامید ہوگیا۔ (طبری: ۵۱۱/۱۰)

کیسے جذبے والی وہ مائیں ہوا کرتی تھیں!

آج ہمیں اپنے بچوں کو چالیس دن، چار مہینے جماعت میں بھیجنا بھاری پڑتا ہے، سات سال، پانچ سال عالم اور حافظ بننے کے لیے مدرسے میں بھیجنا بھاری پڑتا ہے اور وہ ماں تھی جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خوشی خوشی اپنے بیٹے کو کٹوانے تیار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم اپنے بچوں کو دین کے لیے، حافظ اور عالم بننے کے لیے مدرسوں میں بھیجیں، یہ بچے جماعت میں جائیں گے، حافظ بنیں گے، عالم بنیں گے تو ان شاء اللہ! آپ کو آخرت میں کام آئیں گے۔

شیطان کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کرنا

شیطان حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے مایوس ہو کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس پہنچا، اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے ابا جان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے چل رہے تھے، شیطان نے جا کر کہا کہ: اے لڑکے! کیا تم جانتے ہو کہ تمھارے ابا تم کو کہاں لے کر جا رہے ہیں؟

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ: گھاٹی میں گھر کے ایندھن کی لکڑی لینے جا رہے ہیں۔

شیطان نے کہا کہ: نہیں، اللہ کی قسم! تمھارے ابا کا ارادہ لکڑی جمع کرنے کا نہیں ہے؛ بلکہ وہ تو تم کو ذبح کرنا چاہتے ہیں۔

لڑکے نے کہا: کیوں؟ شیطان نے کہا: تمھارے ابا کا خیال ہے کہ ان کے رب نے ان کو حکم دیا ہے کہ وہ تم کو ذبح کر ڈالیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: اگر ایسا ہے تو ابا جان کو اپنے رب کا حکم ضرور ماننا چاہیے۔ (طبری: ۱۰/۵۱۱)

شیطان کا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کرنا

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نے شیطان کی بات نہیں مانی تو شیطان حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا: شیخ! کہاں جا رہے ہو؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ایک کام سے سامنے والی گھاٹی میں جا رہا ہوں۔

وہ ابلیس بولا: میں جانتا ہوں کہ شیطان نے خواب میں تمھیں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ شیطان ہے، ارشاد فرمایا: او دشمن! میرے پاس سے ہٹ جا، میں ضرور اپنے رب کا حکم پورا کروں گا۔

شیطان کو بہت غصہ آیا؛ اس لیے کہ اس کی تمام تدابیر ناکام ہوگئیں اور واپس چلا گیا۔ (طبری: ۱۰/۵۱۱)

کنکریوں کا مارنا

کہتے ہیں کہ: آج جہاں تین جمرات بنے ہیں، جہاں حج کے وقت شیطان کو کنکری مارنے جاتے ہیں، ان ہی جگہوں پر شیطان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے رکاوٹ ڈالنے آیا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان تینوں جگہوں پر شیطان کو سات سات کنکری ماری تھی۔

پھر قصہ بہت بڑا ہے، صرف حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے متعلق جو باتیں ہیں وہ میں آپ سے کہہ دوں، جب جنگل پہنچ گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سامنے اپنا ارادہ پورے طور پر ظاہر فرمایا، حضرت اسماعیل علیہ السلام فوری طور پر تیار ہو گئے، خود اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ

الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝١٠٥ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝١٠٦
وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝١٠٧ (الصافات)

ترجمہ: سوجس وقت (اللہ تعالیٰ کا) حکم پورا کرنے کے لیے دونوں (باپ بیٹے) تیار ہوگئے اور انھوں نے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) اپنے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لیے) پیشانی کے بل پچھاڑ دیا اور ہم نے ان کو آواز لگائی: اے ابراہیم! (شاباش) تم نے تو خواب پوری طرح سچا کر کے دکھا دیا، ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً وہ تو ایک کھلا ہوا امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا جانور ذبح کرنے کے واسطے دے کر اس (بچے) کو بچالیا۔

عظیم باپ کے عظیم بیٹے

جنگل میں جب لے کر چلے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کی تیاری کی اور زمین پر سلایا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ:

ابا جان! مجھے رسی سے باندھ دو اور چھری تیز کر کے جلدی سے گردن پر چلا دو؛ تا کہ جان کا نکلنا آسان ہو جائے اور اپنے کپڑوں کو سنبھالو، اس کو لپیٹ دو؛ اس لیے کہ میرا خون اڑے گا تو آپ کے کپڑوں پر لگ جائے گا اور خون والے کپڑے جب میری ماں دیکھے گی تو اس کا کیا حال ہوگا؟

اور زمین پر لیٹے لیٹے کہا کہ: ابا جان! آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذبح تو کر رہے ہیں، پھر آپ جب گھر جاؤ تو میری ماں کو میرا سلام کہہ دینا اور میرے بدن کا کرتہ

میری ماں کو دے دینا؛ تاکہ یہ کرتہ ماں کے لیے بیٹے کی جدائی کے بعد سکون کا ذریعہ بنے اور کرتہ ان کے پاس یادگار رہے۔

یہ باتیں سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے چہرے پر بوسہ دیا اور فرمایا: بیٹا! الحمدللہ! حق تعالیٰ کا حکم پورا کرنے میں تم میری کیسی مدد کر رہے ہو!!

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری چلادی؛ لیکن چھری نے کاٹا نہیں، پھر دو تین بار تیز کرنے پر بھی چھری نے کام نہیں کیا تب بیٹے نے درخواست کی کہ: ابا جان! مجھے منہ کے بل لٹا کر ذبح کیجیے؛ تاکہ آپ مجھے ذبح ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکیں اور میری نظر چھری پر نہ پڑے؛ تاکہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے میں رکاوٹ کا ذریعہ نہ بن سکے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور بیٹے کے دوشانوں کے درمیان کمر پر بیٹھ گئے اور زور سے ''بسم اللہ، اللہ اکبر'' کہہ کر چھری چلائی؛ لیکن چھری سے گردن کٹنا تو دور کی بات ان کی گردن کی چمڑی پر ذرہ برابر نشان بھی نہیں ہونے پایا۔ (مظہری: ۸/۸۵)

ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے

چھری کاٹنے میں، آگ جلانے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی محتاج ہے، دنیا یہ سمجھتی ہے کہ ان اسباب میں ذاتی طور پر قوت ہے، یہ بات غلط ہے، اسباب میں طاقت وقوت اللہ تعالیٰ پیدا فرماتے ہیں۔

چھری اسی وقت کاٹنے کا کام کرے گی جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا۔

آگ اسی وقت جلائے گی جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعے میں ہم نے دیکھ لیا کہ بڑی آگ اور تیز چھری اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کر سکی۔

تکبیرِ تشریق

اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبریل علیہ السلام جنّت سے ایک مینڈھا- جو سینگ والا تھا- لے کر زمین پر تشریف لائے اور حضرت جبریل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سب نے تکبیر کہی، خود مینڈھے نے بھی تکبیر کہی اور اب یہ تکبیرِ تشریق سب کے لیے ہوگئی، خاص کر ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی فجر کی نماز سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک کل تیئیس (۲۳) نمازوں کے بعد تکبیرِ تشریق پڑھنی ہے۔

عورتیں آہستہ آواز سے پڑھیں، مرد زور سے پڑھیں، چاہے اکیلے نماز پڑھیں چاہے جماعت سے پڑھیں، اگر رکعت چھوٹ گئی ہو تو سلام پھیرنے کے بعد پڑھیں۔

خلاصہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو حکم ہوا تھا انھوں نے پورا کر کے دکھایا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بجائے جنتی جانور کی قربانی ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان پورا ہوا اور وہ کامیاب ہو گئے۔

جنتی جانور

بعض تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت ہابیل رضی اللہ عنہ نے جس جانور کی قربانی کی تھی وہ جانور جنت میں اتنی صدیوں سے چر رہا تھا اور چر کر فربہ (موٹا) ہو گیا ہوگا، وہی جانور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا اور اس کی قربانی کی گئی۔ (طبری: ۵۱۵/۱۰)

اب یہ قربانی امتِ محمدیہ کے لیے بھی واجب ہوگئی۔

خیر! وہ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ پر جنت کا ایک جانور ذبح ہوا؛ لیکن ایک

بیٹے کے دل میں اپنی ماں کے بارے میں بھی کیسے کیسے جذبات ہوا کرتے تھے؟ یہ پاکیزہ قصہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں آیا ہے۔ (بخاری شریف، کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، حدیث: ۳۳۶۴)

کمر پر پٹہ باندھنے کی شروعات

اِس قصے کی اور ایک بات بتلاؤں، بخاری ہی کی حدیث میں آئی ہوئی بات ہے کہ عورتیں اپنی کمر پر پٹہ باندھتی ہیں، اس کی الگ الگ شکل ہے: بیلٹ کی شکل میں یا کوئی اور شکل میں تو کمر پر پٹہ باندھنے کی شروعات حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی ہے۔

کمر پر پٹہ باندھنے کی ایک وجہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرانی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نئی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی جب اَن بَن ہونے لگی تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے غصے سے بچنے کے لیے تیز تیز چل کر کہیں چلی جاتی تھی، اس وقت انھوں نے اپنی کمر پر پٹہ باندھا؛ تاکہ اس کی وجہ سے تیز چل سکے۔

کمر پر پٹہ باندھنے کی دوسری وجہ

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اپنی کمر پر لمبا کپڑا باندھتی تھی، ایک طرف کا حصہ کمر کے ساتھ اور دوسری طرف والا حصہ زمین پر لٹکتا رہتا تھا۔ اس زمانے میں چوں کہ پکے راستے نہیں ہوا کرتے تھے، ریت ہوتی تھیں، جب آدمی ریت اور مٹی میں چلتا ہے تو قدم کے نشان پڑ جاتے ہیں اور قدم کے نشان کے ذریعے کسی کو ڈھونڈنا اور پہچاننا بہت آسان ہوجاتا ہے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بہت ہوشیار تھی؛

چوں کہ وہ ایک بادشاہ کی بیٹی تھی؛ اس لیے انھوں نے یہ ترکیب کی؛ تاکہ کپڑے کے دوسرے حصے سے قدم کے نشانات مٹ جائیں اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ان کو تلاش نہ کر سکے۔ (فتح الباری: ۶/ ۴۹۳، بخاری شریف، کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، حدیث: ۳۳۶۴)

اس بیان کا خلاصہ

میری دینی بہنو! آپ نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا یہ قصہ سنا، آپ سب جانتی ہیں یہی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ہیں جن کی نسل سے ہمارے آقا تاج دارِ مدینہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ہیں، کتنی بڑی اللہ کی نعمت، کتنی بڑی اللہ کی مدد!

گناہ سے بچنے کی برکت

آپ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بھی سنا کہ مصر کے ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے غلط کام کرنے کی کوشش کی اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو گناہ سے بچا کر رکھا، جس وقت مصر کے ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اپنے محل میں بلایا تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو معلوم نہیں تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام باہر سے سب کچھ دیکھ رہے ہیں اور محل کی دیواریں کانچ کی بن گئی ہیں؛ لیکن پھر بھی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو پاک دامن رکھا، گناہ سے بچا کر رکھا اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کی تو اللہ تعالیٰ نے گناہ سے ان کی حفاظت فرمائی اور انعام میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا مل گئیں۔

میں آپ کو یہی نکتے سمجھانا چاہتا ہوں، ہم لوگ اپنی ذات کی حفاظت کریں، آج کے گندے اور ناپاک ماحول میں اپنے آپ کو گناہوں سے بچائیں اور اللہ سے نماز پڑھ پڑھ کر مانگنے والیاں بنیں، دعا کرنے والیاں بنیں، دیکھو! اِس خطرے کے

موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا دونوں مسلسل دعا میں مشغول رہے اور اس کا فائدہ بھی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

زم زم کا پانی

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی قربانی کی برکت سے زم زم کا پانی قیامت تک آنے والے انسانوں کو نصیب ہوا، اور ان ہی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ہی کی نسل سے اللہ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی۔

میری دینی بہنو! یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا انعام، اکرام، احسان ہوا!

اس لیے ہم بھی دعائیں مانگنے والے بنیں، ان شاء اللہ! اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کی حفاظت بھی فرمائیں گے اور ہم سب کی مدد بھی فرمائیں گے۔

اسی پاک مقصد سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا یہ عجیب واقعہ میں نے آپ کی خدمت میں سنایا، اللہ تعالیٰ اس میں جو نصیحت کی باتیں ہیں ان پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کسی کو نہ ستاؤ

اس کے بعد میں اس مجلس میں آپ کو حدیث کی کچھ اہم باتیں سنانا چاہتا ہوں:

ایک حدیث جو خاص طور پر سنانی ہے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَنَادىٰ بِصَوْتٍ رَفِيْعٍ فَقَالَ: يَامَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يُفْضِ الْاِيْمَانُ اِلٰى قَلْبِهِ! لَا تُوْذُوْا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تُعَيِّرُوْهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهُ مَنْ يَّتَّبِعْ عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ يَّتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يُفْضِحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهِ. (ترمذی، ابواب البر و الصلۃ، باب فی تعظیم المؤمن، حدیث: ۲۰۳۲)

ترجمہ: اے لوگو! جنھوں نے زبان سے ایمان کا کلمہ پڑھا، مسلمان ہوئے؛ لیکن آج تک ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا، تم مسلمانوں کو مت ستاؤ، ایمان والوں کو تکلیف مت دو۔ یہ پہلی نصیحت رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔

میری بہنو! بہت ضروری ہے کہ ہم اپنی زبان سے، اپنے عمل سے، اپنے کام سے، کسی دوسری بہن کو تکلیف نہ دیں، پریشان نہ کریں۔

کسی کو گناہ سے عار نہ دلاؤ

دوسری نصیحت آپ ﷺ نے یہ فرمائی: کسی دوسرے کو عار مت دلاؤ۔

کسی سے کوئی گناہ ہو گیا ہو، کوئی برا کام ہو گیا ہو تو اس پر شرم مت دلاؤ۔

میں نے پہلے بھی آپ کو یہ حدیث سنائی تھی:

عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ؛ يَعْنِيْ عَنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ. (مشکوۃ، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان و الغیبۃ و الشتم، ص: ۴۱۴)

یعنی ایک مسلمان مرد یا عورت کوئی گناہ کرے، گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے اور دوسرا آدمی یا دوسری عورت اس کو عار دلائے تو اس کی

موت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ وہ خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔

اس لیے کسی کو عار مت دلاؤ، شرم مت دلاؤ، طعنہ مت مارو۔

کسی مسلمان کے عیب کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے

تیسری نصیحت حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے یہ فرمائی: کسی مسلمان کے عیب کے پیچھے مت پڑو۔ یعنی کسی مسلمان کی چھپی ہوئی باتوں کے پیچھے مت پڑو، کون کیا کرتا ہے؟ کس میں کیا عیب ہے؟ کس کی خانگی (گھریلو) زندگی کیسی ہے؟ اس کے پیچھے مت پڑو۔

(ترمذی، ابواب البر و الصلة، باب فی تعظیم المؤمن، حدیث: ۲۰۳۲)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم کسی کے پیچھے پڑو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری چھپی ہوئی برائیوں کو ظاہر فرمادیں گے اور اللہ تعالیٰ تم کو ذلیل اور رسوا کر دیں گے۔

اس لیے کسی کی خانگی بات، چھپی ہوئی بات کے پیچھے مت پڑو، اگر ہم نے کسی کے پیچھے پڑ کر کسی کی برائی کو ظاہر کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ہماری برائی کو ظاہر کر کے ہمیں سب کے سامنے ذلیل اور رسوا کر دیں گے۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی نصیحت

حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ- بہت بڑے اللہ والے گذرے ہیں-فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ اپنے ایک بہت بڑے بزرگ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ ہمارا یہ بیعت کا سلسلہ ہے اس میں ''چشتیہ'' کے ساتھ ساتھ ''سہروردیہ'' سلسلہ بھی ہے، اس کے بہت بڑے بزرگ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ گذرے ہیں۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں: میں کشتی میں بیٹھ کر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

کے ساتھ سفر کر رہا تھا تو انھوں نے کشتی میں بیٹھ کر مجھ کو دو باتوں کی نصیحت فرمائی:

① اپنی خوبی اور اپنے کمال کو مت دیکھنا کہ میرے اندر کیا کیا کمالات ہیں؟ یعنی میں کتنی نماز پڑھتی ہوں؟ میں کتنی تلاوت کرتی ہوں۔

میرے پاس بہت مال، بہت کپڑے ہیں، بہت زیورات ہیں۔

اس لیے کہ تم اپنے کمال اور خوبیوں کو دیکھو گے تو دوسروں کو حقیر اور چھوٹا سمجھو گے اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

حَسْبُ اِمْرَئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔ (ابو داؤد، حدیث: ۴۸۸۲)

یعنی انسان کے برا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی یا بہن کو حقیر یا برا سمجھے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ہم کو دیا اس پر شکر ادا کرو اور دوسروں کو حقیر اور نیچا مت سمجھو۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں: مجھے دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ:

② تم دوسروں کی برائی کو مت دیکھنا اور دوسروں کی برائی کے پیچھے مت پڑنا۔

دوسروں کو دھوکا دینے سے بچو

ایک حدیث میں آتا ہے: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا أَوْ مَكَرَ بِهِ۔ (ترمذی، حدیث: ۱۹۴۱)

ترجمہ: اس شخص پر لعنت ہے (یعنی اللہ کی رحمت سے دور ہے) جو دوسرے مسلمان کو تکلیف پہنچائے اور دوسرے مسلمان کے ساتھ دھوکے کا معاملہ کرے۔

سوچو! میری دینی بہنو! حضور ﷺ لعنت فرما رہے ہیں؛ اس لیے کسی مسلمان بھائی، مسلمان بہن کو تکلیف مت دو، دھوکا مت دو، اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

اپنے بھائی کی تکلیف پر خوش نہیں ہونا چاہیے

ایک اور حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اپنے بھائی کی تکلیف پر خوش مت ہوئو۔

ہم بہت سی مرتبہ اپنے مسلمان بھائی یا بہن کی تکلیف پر خوش ہوتے ہیں، کوئی بیمار ہو گیا، کسی کو کوئی تکلیف آ گئی، پریشانی آ گئی، ہمارے دل میں خوشی ہوتی ہے، خاص کر جن کے ساتھ ہماری دشمنی اور ناراضگی ہوتی ہے جب ان کو کوئی تکلف پہنچتی ہے تو ہم دل دل میں خوش ہوتے ہیں اور یوں سوچتے ہیں بہت اچھا ہوا ایسا ہوا۔

حضرت نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيْكَ فَيَرْحَمُهُ اللهُ وَيَبْتَلِيْكَ. (ترمذی، حدیث:۲۵۰۶)

یعنی کسی مسلمان کی تکلیف پر خوشی ظاہر مت کرو، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اس تکلیف کو دور کر دے، اس پر رحم فرما دے اور تم کو اس تکلیف میں مبتلا کر دے۔

اس لیے کبھی کسی کی تکلیف پر خوش مت ہونا، ہم سب بھائی بھائی ہیں، بہن بہن ہیں، دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھو اور کبھی کسی کی تکلیف پر خوشی ظاہر مت کرو، مسلمان کبھی کسی دوسرے مسلمان کا دشمن نہیں ہوسکتا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان حدیثوں پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مومنین کا حق ادا کرنے کی ہم کو توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا عبرت ناک واقعہ

مختصر تعارف

نام: واعلہ۔

بعض مفسرین نے ''واہلہ'' نام بتلایا ہے۔

نبی کے نکاح میں ہونے کے باوجود ایمان نہیں لائی۔

اولاد: دو بیٹیاں تھیں: ایک کا نام ''ریثا'' تھا اور دوسری کا نام ''ذعرتا'' تھا۔

(جلالین ص: ۴٦٦)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ وَاَهْلِ بَيْتِهِ وَاَهْلِ طَاعَتِهِ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۝۸۰ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۝۸۱ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ۝۸۲ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڮ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ۝۸۳ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ۝۸۴ (الأعراف)

ترجمہ: اور (ہم نے) لوط (علیہ السلام) کو (رسول بنا کر بھیجا) جب لوط (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے (تمام) عالم والوں میں سے کسی نے نہیں کیا؟ ﴿۸۰﴾ یقیناً تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت پوری کرنے کے لیے آتے ہو؛ بلکہ تم تو (حد سے) آگے نکل چکے ہو ﴿۸۱﴾ اور ان (لوط علیہ السلام) کی قوم کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، بس وہ (آپس میں) یوں کہنے لگے کہ: تم ان کو اپنی بستی سے نکال دو، یقیناً یہ لوگ تو بہت ہی پاک رہنا چاہتے ہیں ﴿۸۲﴾

(یہ ایک اور بھیانک بیماری ہے کہ نیک اور پاک رہنے والوں کو ان کی نیکی پر طنز کیا جائے اور ان کو تنگ کر کے نیکی سے روکنے کی خطرناک سازش کی جائے، قومِ لوط والا یہ طرز تو آج بھی عام ہو رہا ہے)

سو ہم نے ان (لوط) کو اور ان کے متعلقین کو (عذاب سے) بچا لیا؛ مگر ان کی بیوی وہ تو (عذاب میں) پیچھے رہنے والوں میں سے تھی ﴿۸۳﴾ اور ہم نے ان پر ایک زوردار (پتھروں کی) بارش برسائی، سو تم دیکھو کہ جرم کرنے والوں کی سزا کیسی رہی!!

وَقَالَ تَعَالٰى فِيْ مَقَامٍ اٰخَرَ:

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ (الهود)

ترجمہ: ان آنے والوں (یعنی فرشتوں) نے کہا: اے لوط! یقیناً ہم تو تمھارے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں، وہ تم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے؛ لہذا تو اپنے اہل (یہاں اہل سے تمام ایمان والے مراد ہیں) کو لے کر رات کے کسی حصے میں (بستی سے) نکل جا اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے؛ مگر تمھاری بیوی ان (قوم کے لوگوں) پر جو عذاب آنے والا ہے یقیناً وہ عذاب اس پر بھی آ کر ہی رہے گا، یقیناً ان پر عذاب اترنے کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے، کیا صبح بالکل نزدیک نہیں ہے ﴿۸۱﴾ پھر جب ہمارے (عذاب کا) حکم آ گیا تو ہم نے اس (زمین کو پلٹ کر) اس کے اوپر

والے حصے کو نیچے والا حصہ کر دیا اور ہم نے اس (بستی) پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر مسلسل برسائے ﴿۸۲﴾ تمھارے رب کی طرف سے اس پر (خاص) نشان لگے ہوئے تھے (عذاب والے پتھر دوسرے عام پتھروں سے بالکل الگ تھے اور اس پر ہر مجرم کا نام لکھا ہوا تھا، جس پتھر پر جس کا نام تھا وہ اس کو آ کر لگتا تھا) اور وہ (بستیاں مکہ کے) ظالموں سے کچھ دور بھی نہیں ہیں ﴿۸۳﴾

وَقَالَ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ اٰخَرَ:

رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۷۵﴾ (الشعراء)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھ کو اور میرے گھر والوں کو جو (برے) کام وہ کر رہے ہیں اس سے نجات عطا فرمائیے ﴿۱۶۹﴾ سو ہم نے ان (لوط علیہ السلام) کو اور ان کے سب گھر والوں کو نجات دی ﴿۱۷۰﴾ مگر ایک بڑھیا جو پیچھے رہ جانے والوں میں شامل رہی (یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو ایمان نہیں لائی) ﴿۱۷۱﴾ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ہلاک کر دیا ﴿۱۷۲﴾ اور ہم نے ان پر (عجیب قسم کے پتھر کی) بارش برسائی، سو جن لوگوں کو ڈرایا گیا تھا (ان پر) بہت بری بارش تھی ﴿۱۷۳﴾ یقیناً اس میں بڑی (عبرت کی) نشانی ہے اور ان میں کے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں ﴿۱۷۴﴾ اور یقیناً آپ کے رب وہی بڑے زبردست، بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

یہ واقعہ قرآن میں آٹھ (۸) جگہ آیا ہے

اللہ تعالیٰ کے ایک نبی ہیں جن کا نام حضرت ''لوط علیہ السلام'' ہیں، ان کی بیوی کا قصہ قرآن میں تقریباً آٹھ جگہ پر آیا ہے، آپ اندازہ لگائیں کہ اس عورت کا واقعہ کتنا اہم اور کیسا نصیحت کا ہوگا!!!

کاش! یہ عورت اپنی خوش نصیبی سے فائدہ اٹھا لیتی!

یہ عورت اللہ کے نبی حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہوتی ہے، نبی اللہ کے بڑے نیک وصالح اور بہت اونچے درجے کے تقوے والے بندے ہوتے ہیں؛ لیکن ان کی بیوی اللہ تعالیٰ کے نبی کی دشمن تھی؛ حالاں کہ یہ بڑی خوش نصیب تھی کہ نبی کے ساتھ نکاح کیا، نبی کے گھر میں رہ کر اس کو اچھی زندگی گذارنی تھی، نبی سے اللہ کا دین سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے جنتی بننے کا اس کے پاس سنہرا موقع (Golden Chance) تھا اور جنت میں بھی نبی کے ساتھ رہ سکتی تھی؛ لیکن اس عورت نے اتنا اچھا موقع اپنے ہاتھ سے کھودیا، نبی کے گھر میں رہتے ہوئے وہ اللہ اور اس کے نبی پر ایمان نہیں لائی؛ چناں چہ دنیا میں بھی اس کو عذاب ہوا اور آخرت میں بھی جہنم میں جائے گی۔

کاش کہ یہ عورت اس خوش نصیبی سے فائدہ اٹھا لیتی!

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام

ایک روایت میں اس عورت کا نام ''واعلہ'' آیا ہے۔ بعض تفسیروں میں ''واہلہ'' آیا ہے۔ (جلالین ص: ۲۶۶)

حضرت لوط علیہ السلام کا کچھ تعارف

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہوتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو ہم سب جانتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بھائی تھے، جن کا نام ’’حاران‘‘ تھا، حضرت لوط علیہ السلام حاران کے بیٹے ہوتے ہیں۔ (قرطبی:۷/۱۵۵)

عراق کے ’’بابل‘‘ شہر میں رہتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب لوگوں کو دین کی دعوت دی اور عراق والے ایمان نہیں لائے تو آپ علیہ السلام نے ہجرت کی، ہجرت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کی بیوی حضرت سارہ تھیں اور ان کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام تھے، یہ تینوں ہجرت کر کے فلسطین چلے گئے اور فلسطین اور اس کے اطراف میں لوگوں کو دین کی دعوت دینے کا کام شروع کیا۔

کچھ وقت گذرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو فرمایا کہ: تم اردن کے علاقے میں چلے جاؤ، وہاں ایک قوم ہے جو اللہ کی نافرمانی کرتی ہے، کھلم کھلا بے حیائی، بے شرمی کا کام کرتی ہے، وہاں جا کر لوگوں کو ایمان کی دعوت دو، اللہ کا دین سمجھاؤ، حیا اور شرم سمجھاؤ اور ان کو گناہوں سے بچانے کی محنت کرو۔

حضرت لوط علیہ السلام سدوم شہر میں

اللہ تعالیٰ کے حکم اور اسی طرح اپنے چچا جان کے مشورے سے حضرت لوط علیہ السلام چلے گئے اور جورڈن میں ایک شہر تھا، جس کا نام ’’سدوم‘‘ تھا اور اس کے قریب میں ایک دوسرا شہر ’’عامورہ‘‘ تھا اور تیسرا ’’صبوبیم‘‘ تھا، ایسے پانچ سات چھوٹے بڑے شہر تھے، حضرت لوط علیہ السلام وہاں چلے گئے اور وہاں جا کر لوگوں کو ایمان کی دعوت دینا شروع کیا۔

سدوم والوں کی بعض بری عادتیں

’’سدوم‘‘ شہر کے لوگ بڑے خطرناک گناہوں میں پڑے ہوئے تھے، ایک اللہ پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور ان میں بے حیائی اور بے شرمی یہ بہت خطرناک چیز تھی، خود اللہ نے قرآن میں فرمایا:

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۸ (العنکبوت)

ترجمہ: جب لوط (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا کہ: حقیقت میں تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے تمام دنیا والوں میں کسی نے نہیں کیا۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جا کر ان کو ایمان کی دعوت دی، ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی، شرم وحیا، عفت و پاک دامنی والی زندگی گذارنے کی دعوت دی۔

وہاں کے لوگ راستوں پر بیٹھے رہتے اور وہاں سے گذرنے والوں کو ستاتے تھے، لوٹ لیتے تھے، کنکر و پتّھر مارتے تھے، حضرت لوط علیہ السلام نے سمجھایا کہ: تم راستوں پر سے گذرنے والوں کو کیوں پریشان کرتے ہو؟ کیوں لوٹتے ہو؟ جو راستے سے گذریں ان کی مدد کرو، ان کو راستہ بتاؤ، جو پریشان ہوں ان کی مدد کرو، خدمت کرو، حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو سمجھایا، سمجھاتے سمجھاتے کئی سال گذر گئے۔

بعض بیوی بچے دشمن ہوتے ہیں

حضرت لوط علیہ السلام جب اس علاقے میں دین کی دعوت دینے کے لیے آئے تو کنوارے تھے، وہاں آکر اسی واعلہ نامی عورت سے آکر آپ نے نکاح کیا، ہر بیوی کو

اپنے شوہر کے ساتھ وفادار بن کر رہنا چاہیے؛ لیکن یہ عورت بڑی بے وفا نکلی، قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ.

ترجمہ: اے ایمان والو! تمھاری بیویاں اور تمھاری اولاد میں سے کچھ تمھارے دشمن ہیں، سو تم ان کی (شریعت کے خلاف) بات ماننے سے بچتے رہو۔(التغابن:۱۴)

اللہ ہمارے تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو اِس آیت میں بیان فرمائی گئی، اولاد و ازواج کی دشمنی سے ہمیشہ حفاظت میں رکھے، آمین۔

جو عورت خود گناہ کے کاموں پر چلے۔

جو عورت خود اپنے شوہر کو دین کا کام نہ کرنے دے۔

جو عورت خود اپنے شوہر کو نیکی کے راستے سے ہٹا دے۔

جو عورت اپنے شوہر سے شریعت کے خلاف کام کرنے کے لیے اصرار کرے۔

جو عورت شوہر کی دین داری میں رکاوٹ بنے۔

وہ عورت حقیقت میں دشمن ہے۔

بیوی کو شوہر کے دینی کاموں میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے

اس لیے آپ کبھی بھی اپنے شوہر اور اپنی اولاد کے لیے اچھے کاموں میں رکاوٹ مت بننا، شوہر نماز پڑھنا چاہے، دین دار بننا چاہے، شریعت پر عمل کرنا چاہے، صدقہ و خیرات کرنا چاہے، اللہ کے راستے میں جماعت میں جانا چاہے، مدرسے میں جانا چاہے تو ہمیشہ اس کا ساتھ دینا، ان کی مدد کرنا!

بہر حال! سدوم کے لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام پر ظلم کرنا اور ستانا شروع کیا، اللہ کے نبی ان کو اچھی باتیں سکھاتے تو وہ اللہ کے نبی کی مخالفت کرتے اور اللہ کے نبی کو پریشان کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں دو بیٹیاں عطا فرمائی تھیں: ایک بیٹی کا نام ''ریثا'' تھا اور دوسری بیٹی کا نام ''ذعرتا'' تھا۔ (قرطبی: ۵۱/۹)

قوم کا حضرت لوط علیہ السلام پر زبردستی ایک قانون

انھوں نے حضرت لوط علیہ السلام پر زبردستی ایک قانون یہ جاری کیا تھا کہ کسی کو اپنے گھر پر مہمان نہ رکھے، کیسی ظالم قوم تھی؟

جب کوئی مہمان آتا تو حضرت لوط علیہ السلام اس کو گھر میں چھپا کر رکھتے تھے؛ لیکن ان کی بیوی بڑی ظالمہ تھی، دشمن تھی، وہ قوم کے شریر لوگوں کو خبر کر دیتی تھی۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی جاسوسی کا عجیب طریقہ

اس زمانے میں ٹیلیفون نہیں تھے؛ اس لیے اس نے خبر دینے کا عجیب طریقہ اپنا رکھا تھا کہ اگر رات میں کوئی مہمان آتا تو یہ گھر کے باڑے میں آگ جلاتی تھی، اس نے قوم کے ظالموں کو بتا رکھا تھا کہ میں آگ جلاؤں تو تم سمجھ جانا کہ ہمارے گھر کوئی مہمان آیا ہے۔

جب آگ جلتی تو لوگ دور دور سے دیکھ لیتے اور سمجھ جاتے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر مہمان آئے ہیں، پھر ظالم لوگ دوڑتے ہوئے آتے اور حضرت لوط علیہ السلام کو ستاتے اور مہمانوں کو بھی ستاتے تھے۔

اگر دن میں کوئی مہمان آتا اور حضرت لوط علیہ السلام اس کو چھپا کر رکھتے تو آپ کی یہ نافرمان بیوی گیلی اور تازی کچھ لکڑیاں اس طرح جلاتی تھی کہ دھواں نکل کر اوپر اٹھتا تو اس کی وجہ سے وہ لوگ سمجھ جاتے کہ ان کے گھر پر مہمان آئے ہیں۔ (طبری:۷/۹۰)

مہمانوں کا اکرام کرنا چاہیے

حالاں کہ حدیث میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عن أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ. (بخاری، کتاب الادب، حدث:۶۱۳۸)

ترجمہ: جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھے اس کو چاہیے کہ آنے والے مہمان کا اکرام کرے۔

گھر پر کوئی مہمان آوے تو اس کا اکرام کرنا سنت ہے۔

مسلمانوں کی ایک خوبی

دینی بہنو! اللہ نے مسلمان عورتوں کو یہ خوبی عطا فرمائی ہے کہ وہ خوشی خوشی مہمانوں کی خدمت کرتی ہیں، یہ بھی جنت میں جانے اور ثواب کمانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

ایک صحابی کی مہمان نوازی کا عجیب واقعہ

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھوکے حاضر ہوئے، آپ نے انہیں ازواجِ مطہرات کے یہاں بھیجا (تاکہ ان کو کھانا کھلا دیں) ازواجِ مطہرات نے کہلا بھیجا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: کون اِن کی مہمانی کرے گا؟ ایک انصاری صحابی بولے میں کروں گا۔ چناں چہ وہ ان کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان کی خاطر تواضع کر۔

بیوی نے کہا کہ: گھر میں بچوں کے کھانے کے سوا اور کوئی بھی چیز نہیں ہے۔

انھوں نے کہا: بچے اگر کھانا مانگتے ہیں تو انہیں بہلا کر سلا دو، اور جو کچھ بھی ہے وہ پیش کر دو اور چراغ جلا لو۔

بیوی نے اپنے بچوں کو (بھوکا) سلا دیا، کھانا نکال دیا اور چراغ جلا دیا، پھر وہ ظاہر تو یہ کر رہی تھیں جیسے چراغ درست کر رہی ہوں؛ لیکن حقیقت میں انھوں نے چراغ بجھا دیا، اس کے بعد دونوں میاں بیوی مہمان پر ظاہر کرنے لگے کہ: گویا وہ بھی ان کے ساتھ کھا رہے ہیں؛ لیکن ان دونوں نے (اپنے بچوں سمیت رات) فاقے سے گزار دی، صبح کے وقت جب وہ صحابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات کو تم دونوں میاں بیوی کے نیک عمل پر اللہ تعالیٰ ہنس دیے (یا یہ فرمایا کہ اسے پسند کیا) اور اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ⑨ (الحشر)

ترجمہ: اور وہ (انصار) ان (مہاجرین) کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں؛ چاہے وہ خود کتنے ہی فاقے (یعنی تنگی) میں ہوں اور جو شخص بھی اپنی طبیعت کی بخیلی (یعنی لالچ) سے بچا لیا گیا سو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ (مسلم، کتاب الاشربہ، حدیث: ۲۰۵۴)

ایسے صحابہ کے جذبات تھے!!!

بہر حال! قوم کے ظالم لوگ آ کر مہمانوں کو ستاتے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام کو بھی گالیاں دیتے تھے، کہتے تھے کہ: ہم نے آپ کو منع کیا تھا کہ کسی کو اپنے گھر مہمان مت رکھو، پھر کیوں آپ مہمان رکھتے ہو؟

حضرت لوط علیہ السلام ان کو بہت سمجھاتے؛ لیکن یہ ماننے کے لیے تیار نہ ہوتے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی چند بری عادتیں

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی میں چند بری عادتیں تھیں:

① اپنے شوہر کی دشمن اور بے وفا تھی۔

② اپنے شوہر اللہ کے نبی پر ایمان نہیں لائی۔

③ مہمانوں کی خبر قوم کو دے دیتی تھی۔

بڑھاپے کے باوجود گناہ نہیں چھوڑے

شادی سے لے کر بوڑھی ہوگئی وہاں تک یہ بری عادتیں اس میں رہیں۔

بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جوانی میں آدمی کسی برے کام میں مشغول ہوتا ہے؛ لیکن آہستہ آہستہ عمر زیادہ ہوجاتی ہے اور بچے ہوجاتے ہیں تو گناہ چھوٹ جاتے ہیں، توبہ کر لیتے ہیں، زندگی بدل جاتی ہے؛ لیکن حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی عجیب تھی کہ بڑھاپے کی عمر آگئی؛ لیکن اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، نبی کے گھر میں رہ کر بھی نہیں بدلی، برابر کفر، جاسوسی، غداری اور نافرمانی کرنے میں اس نے پوری زندگی گذار دی۔

گناہ کے کام میں مدد کرنا بھی گناہ ہے

حضرت لوط علیہ السلام کیا کر سکتے تھے؟ لوگوں کو سمجھاتے تو بیوی کو بھی سمجھاتے؛ لیکن

یہ بیوی بالکل سمجھنے کے لیے تیار نہیں؛ بلکہ یہ تو ظالموں کی مدد کرتی تھی، کافروں کی مدد کرتی تھی، دشمنوں کی مدد کرتی تھی؛ حالاں کہ قرآن میں اللہ نے فرمایا:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (المائدۃ:۲)

ترجمہ: اور نیکی کے کام میں مدد کرو اور گناہ کے کام میں مدد بالکل مت کرو۔

میری دینی بہنو! یاد رکھنا! کوئی غلط کام کرتا ہو اس کو سمجھاؤ، نصیحت کرو؛ مگر غلط اور گناہ کے کام میں کبھی مدد مت کرو، گناہ کے کام میں اگر تم نے مدد کی تو جب گناہ کرنے والے پر اللہ کا عذاب آئے گا تو مدد کرنے والے پر بھی اللہ کا عذاب آئے گا، میں بہت ساری تفصیلات مجمعِ عام میں بیان نہیں کرسکتا؛ لیکن ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عورت گناہ کے کام میں ہے اور دوسری بہن اس کی مدد کرتی ہے یہ تو بہت ہی برا ہے، کبھی ایسا کام مت کرو، اللہ سے توبہ کرو، اللہ ایسی بری عادت سے بچنے کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ایک خطرناک عادت جو آج عام ہو رہی ہے

حضرت لوط علیہ السلام سمجھانے جاتے تو قوم کے لوگ کیا کہتے:

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ (الأعراف)

ترجمہ: اور ان (لوط علیہ السلام) کی قوم کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، بس وہ (آپس میں) یوں کہنے لگے کہ: تم ان کو اپنی بستی سے نکال دو، یقیناً یہ لوگ تو بہت ہی پاک رہنا چاہتے ہیں۔

یہ بھی ایک بہت خطرناک عادت ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائی کہ نیک اور پاک رہنے والوں کو ان کی نیکی پر طنز کیا جائے اور ان کو تنگ کر کے نیکی سے روکنے کی خطرناک سازش کی جائے، قومِ لوط والا یہ طرز تو آج بھی عام ہو رہا ہے۔

دیکھو! آج بھی ہماری سوسائٹی، شہر میں ایسی بات دیکھنے کو ملتی ہے کہ کسی کو سمجھاؤ، نصیحت کرو تو سامنے والا بعض مرتبہ کیا جواب دیتا ہے کہ یہ تو بڑا نیک و پارسا بن کر رہنا چاہتا ہے، بہت ولی بننا چاہتا ہے، ایسے ایسے جواب لوگ دے دیتے ہیں۔

ایمان خطرے میں پڑ جانے کا اندیشہ

دینی بہنو! یاد رکھو! ایک ہے گناہ کرنا، دوسرا ہے گناہ کو ہلکا اور معمولی سمجھنا، اگر غلطی سے گناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں؛ لیکن کوئی گناہ کو ہلکا اور معمولی سمجھے اور نیکی کا راستہ سمجھانے والوں کا مذاق اڑاوے تو یہ ایسی خطرناک چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ایمان ختم ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔

بہت سی مرتبہ بعض سہیلیاں جو بچپن میں ساتھ رہیں، ساتھ بڑی ہوئیں، ساتھ میں پڑھیں اور ساتھ میں اسکول گئیں، پھر ان میں سے کسی سہیلی کو ہدایت مل گئی، وہ نیک ہو گئی، صحیح راستے پر آ گئی، اب وہ اپنی سہیلی کو سمجھائے تو دوسری سہیلیاں طعنہ مار کر ایسا جواب دیتی ہیں کہ: ہاں! تو تو بہت نیک بنتی ہے، اپنے زمانے کی ''رابعہ بصریہ'' بنتی ہے، اِس طرح کی باتیں جواب میں کہتی ہیں، بہنو! کبھی ایسا جواب نہ دینا، یہ دین کا مذاق ہے، یہ نیکی کی دعوت کا مذاق ہے اور ایسے مذاق سے ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

کوئی اگر تم کو نصیحت کرے تو دل و جان سے سن لینا اور عمل کرنا اور اگر عمل کرنے کی توفیق نہ ہو تو کم سے کم مذاق مت اڑانا۔

بعض مرتبہ چند سہیلیاں ملتی ہیں اور بات چیت کرتی ہیں تو اپنی دوسری نیک سہیلی کے بارے میں ایسی بات کرتی ہیں: اس کی بات چھوڑو، وہ تو بہت نیک بن کر رہنا چاہتی ہے۔ یہ بہت خطرناک جملے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس کا ذکر فرمایا ہے۔

ایسی باتوں سے اللہ کے نبی کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی؟

میرا ایسے غلط کاموں سے کوئی تعلق نہیں ہے

حضرت لوط علیہ السلام سمجھاتے رہے اور سمجھانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾

ترجمہ: لوط (علیہ السلام) نے فرمایا: یقیناً میں تمھارے اس (برے) کام سے سخت نفرت کرتا ہوں۔ اے میرے رب! مجھ کو اور میرے گھر والوں کو جو (برے) کام وہ کر رہے ہیں اس سے نجات عطا فرمائیے۔

پہلی بات تو یہ کہی: اے لوگو! کان کھول کر سن لو! تم بے شرمی کرتے ہو، بے حیائی کے کام کرتے ہو، لوگوں کو لوٹتے ہو، مجلس میں بیٹھ کر غلط کام کرتے ہو، میرا ایسے غلط کاموں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ایک اہم نصیحت

اِس آیت کے توسط سے میں آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں کہ: آپ کہیں بیٹھے ہوں اور کسی کی غیبت، کسی پر تہمت اور الزام لگانا شروع ہو جائے تو فوراً کہہ دو کہ: غیبت بند کرو، تہمت لگانا بند کرو، میرا ایسی غلط بات سے تعلّق نہیں، اچھی بات کرو، ایسی

غیبت اور تہمت کی بات ہم نہ سنتے ہیں، نہ بولتے ہیں، یہ شریعت کا قانون ہے، دین کا قانون ہے، دوسرے کو برا لگے کوئی بات نہیں۔

بہت سی مرتبہ آدمی سوچتا ہے کہ میں ایسا کہوں گا تو برا لگ جائے گا۔

اسی طرح نعوذ باللہ! تم بیٹھے ہو اور گھر میں کسی نے فلم شروع کر دی، موبائل پر میوزک (Music) بجانا شروع کر دیا، واٹس ایپ (Whatsapp) پر غلط غلط باتیں اور حرام چیزیں دکھانا شروع کر دیا تو فوراً کہہ دو: ﴿اِنِّیْ لِعَمَلِکُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ﴾ یہ غلط بات ہے، میرا اس سے کوئی تعلق نہیں، اسے بند کرو۔

گناہ سے توبہ کی دعا

حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دوسری دعا یہ کی کہ:

رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ﴿۱۶۹﴾

ترجمہ: اے میرے رب! مجھ کو اور میرے گھر والوں کو جو (برے) کام وہ (قوم کے لوگ) کر رہے ہیں اس سے نجات عطا فرمائیے۔

اے اللہ مجھے اور میرے گھر والوں کو ایسے غلط کام سے نجات دیجیے، اس کی سزا سے بچا کر رکھیے۔

یہ دعا بھی کرنے کی ضرورت ہے کہ جب شہر میں کوئی گناہ کا کام ہوتا ہو تو ہم بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں: اے اللہ! وہاں پر گناہ کام ہو رہا ہے، آپ میری اور میرے گھر والوں کی حفاظت کیجیے۔

آج ہمارا حال کیا ہو گیا ہے کہ کسی جگہ کوئی غلط کام ہو رہا ہے، کسی کے یہاں شادی

میں میوزک بج رہا ہے، شادی میں بے پردگی ہورہی ہے، شادی میں ناچنا کودنا ہورہا ہے یا کوئی بھی غلط کام ہوتا ہے تو ہم اس کا چرچا کرتے ہیں کہ اس کے یہاں یہ ہورہا ہے، وہ ہورہا ہے، اس کے گھر کے پاس جب بھی جاؤ تو زور زور سے میوزک کی آواز آتی ہے، ان کے گھر میں سے توٹی وی کی آواز آتی ہے۔

میری دینی بہنو! ایسی باتیں مت کرو؛ بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ: اے اللہ! جو غلط کام وہ لوگ کرتے ہیں، اس غلط اور گناہ کے کام سے میری اور میرے گھر والوں کی حفاظت فرمائیے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں یہی دعا مانگی۔

قومِ لوط پر خطرناک عذاب

بہر حال! حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا، سالہا سال تک سمجھایا؛ لیکن کوئی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوگیا کہ اب اس قوم پر عذاب بھیجنا ہے۔

میری دینی بہنو! ایسا خطرناک عذاب اللہ تعالیٰ نے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام رات کے وقت آئے، قومِ لوط کے پانچ یا سات علاقے تھے، حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے پورے علاقے کو زمین کے نیچے سے اٹھایا اور اتنے نیچے سے اٹھایا کہ نیچے سے پانی نکل آیا۔ (طبری: ۹۶/۷)

میں اس علاقے میں گیا ہوں اور میں نے وہاں خود جاکر اس کو دیکھا ہے، سمندر کے 'سی' لیول سے ۴۲۰ رمیٹر ڈاؤن وہ پورا علاقہ ہے، اندازہ لگاؤ کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کو کتنا نیچے سے اٹھایا ہوگا، حضرت جبریل علیہ السلام کیسے طاقت والے تھے، قرآن میں ہے:

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝۶ (النجم)

ترجمہ: ایک مضبوط طاقت والے (فرشتے) نے ان کو سکھلایا تھا، جو زور والا ہے، پھر وہ سامنے آگیا۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے پورے علاقے کو اپنی ایک انگلی کے پوروے پر اٹھایا اور اٹھا کر اوپر آسمان کے قریب لے گئے، روایتوں میں آتا ہے: رات کے آخری حصے میں صبح صادق کے وقت مرغے اذان دیتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسُبُّوْا الدِّيْكَ فَإِنَّهٗ يُوْقِظُ لِلصَّلٰوةِ. (ابو داؤد، باب فی الدیك والبهائم، حدیث: ۵۱۰۵)

ترجمہ: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مرغ کو برا بھلا مت کہو؛ اس لیے کہ وہ نماز کے لیے اٹھاتا ہے۔

افادات: عام طور پر تہجد کا وقت جب شروع ہوتا ہے اس وقت مرغ بولتا ہے، پھر جب صبح صادق ہوتی ہے اس وقت بھی بولتا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ تو اچھائی کے لیے بولتا ہے؛ اس لیے اس کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔

اور حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ: مرغ فرشتے کو دیکھ کر بولتا ہے اور گدھا شیاطین کو دیکھ کر چلاتا ہے؛ اس لیے جب گدھا یا کتا چلّائے تو ”أعوذ بالله من الشيطان الرجيم“ پڑھنا چاہیے اور جب مرغ کی آواز سنے تو اللہ تعالیٰ سے خیر مانگنی چاہیے۔

(حدیث کے اصلاحی مضامین: ۱۴/۲۹۴)

إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِن فَضْلِهِ، فإنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا، وإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الحِمَارِ فَتَعَوَّذُوا باللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فإنَّه رَأَى شيطَانًا.

(بخاری، کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم غنم۔۔۔، عن ابی ہریرۃ، حدیث نمبر: ۳۳۰۳)

ترجمہ: جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو اور جب گدھے کے چلانے کی آواز سنو تو ''أعوذ بالله من الشيطان الرجيم'' پڑھو؛ اس لیے کہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے۔

بہرحال! حضرت جبریل علیہ السلام نے اتنے اونچے تک اٹھایا کہ اس بستی کے مرغ کی اذان کی آواز پہلے آسمان کے فرشتوں نے سنی اور وہاں لے جا کر پانچوں شہروں کو الٹا کر دیا اور زمین پر پھینک مارا۔ (طبری: ۷/۹۶، قرطبی: ۹/۵۵)

مجرموں کے نام لکھے ہوئے پتھر

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے پتھر برسائے، ان پتھروں پر مجرمین کے نام لکھے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ (الهود)

ترجمہ: اور ہم نے اس (بستی) پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر مسلسل برسائے، اس پر تمھارے رب کی طرف سے (خاص) نشان لگے ہوئے تھے اور وہ (بستیاں مکہ کے) ظالموں سے کچھ دور بھی نہیں ہیں۔

عذاب کے اثرات

ان پتھروں پر نام بھی لکھا رہتا تھا کہ فلاں پتھر فلاں ظالم کو اور فلاں پتھر فلاں نافرمان کو لگے گا۔ (طبری: ۵/۵۴۲، قرطبی: ۷/۱۵۷)

آج تک وہ پتھر وہاں بتائے جاتے ہیں جو عذاب کے طور پر اللہ تعالیٰ نے

برسائے تھے اور پورے علاقے میں پانی کالا کالا ہوگیا، کالے پانی کا سمندر بن گیا، اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ان کی تمام بستیاں اور علاقے ختم کر دیے۔

جب میں وہاں گیا تو جمعہ کا دن تھا، موتہ میں جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے ان کی قبر کے نزدیک ایک مسجد ہے، وہاں ہم نے جمعہ کی نماز پڑھی۔

عذاب کی وجہ سے آج بھی خوف کا ماحول

نماز کے بعد اس عذاب والے علاقے میں جانا ہوا، روزے کے ساتھ ہوں، قسم کھا کر کہتا ہوں میری دینی بہنو! جب ہماری گاڑی اس علاقے میں داخل ہورہی تھی تو آج بھی عذاب کا اور گھبراہٹ کا ماحول وہاں کھلم کھلا نظر آتا ہے؛ حالاں کہ ہزاروں سال ہوگئے۔

نوٹ: سفر کے مفصل حالات ''دیکھی ہوئی دنیا جلد:۳'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو بچالیا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے نبی! ہم ایمان والوں کو اور آپ کے خاندان میں سے جو ایمان لائے ان کو عذاب سے بچائیں گے؛ لیکن آپ کی بیوی جو نافرمان ہے اس پر عذاب آئے گا:

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ (الشعراء)

ترجمہ: سو ہم نے ان (لوط علیہ السلام) کو اور ان کے سب گھر والوں کو نجات دی؛ سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں شامل رہی (یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو ایمان نہیں لائی)۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو فرمایا جس کا حاصل ہے: اے نبی! جب آدھی رات ہو جائے تو آپ اپنی لڑکیوں کو، اپنی فیملی والوں کو اور ایمان والوں کو لے کر نکل جانا، ہم صبح صبح اس قوم پر عذاب بھیجنے والے ہیں۔

نافرمان بیوی کو ہلاک کر دیا

حضرت لوط علیہ السلام آدھی رات کو نکلے، بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ساتھ چلنے سے ہی انکار کر دیا تھا کہ میں تو یہیں رہوں گی:

اِلَّا عَجُوۡزًا فِی الۡغٰبِرِیۡنَ ﴿۱۷۱﴾

قرآن کی اِس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے جانے سے ہی انکار کر دیا۔

اللہ، اللہ! کیسی بیوی کہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں گئی، ظالموں کے ساتھ رہی تو اس بیوی پر بھی عذاب آیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ: وہ بیوی اللہ کے نبی کو دکھانے کے لیے تھوڑا سا ساتھ چلی، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ سب آگے دیکھ کر چلیں، کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھیں؛ لیکن جب رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ کا عذاب شروع ہوا اور عذاب کی وجہ سے بھیانک، ڈراؤنی، خطرناک آواز آنے لگیں تو اس بیوی نے اپنی قوم کی محبت میں پیچھے مڑ کر دیکھا، اس نے کہا: ہائے میری قوم! اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر دھیان نہیں دیا، اس نے اپنی قوم اور ظالموں سے محبت ظاہر کی۔ (قرطبی: ۹/۵۴)

میری دینی بہنو! اسی وقت آسمان سے ایک پتھر آیا اور اس کے سر پر لگا اور وہیں پر وہ ہلاک ہو گئی۔

آج بھی جہاں اس قوم پر عذاب آیا تھا اس سے کچھ پہلے ایک جگہ عورت کی شکل میں پتھر کا پتلا بنا ہوا ہے، جب ہم وہاں پہنچے تو ایک عربی بولنے والا گائڈ ہمارے ساتھ تھا، میں نے اس سے پوچھا تو اس نے وہاں پر گاڑی رکوائی اور کہنے لگا: دیکھو! یہ پتھر کا جو مجسمہ بنا ہوا ہے یہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا بتلایا جاتا ہے کہ وہ نافرمان بیوی کا پتلا ہے جس نے نبی کے ساتھ غداری کی، نبی کے ساتھ چلی؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے پیچھے دیکھنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے اسی جگہ اس پر پتھر بھیجا اور اس کو ہلاک کر کے ختم کر دیا۔

میری دینی بہنو! ہمیشہ نیک کام میں مدد کرو، کبھی برے کام میں مدد مت کرو؛ ورنہ ظالموں پر جو عذاب آتا ہے وہ عذاب ظالم کی مدد کرنے والوں پر بھی آتا ہے۔

نبی کے ساتھ رہنے کی قدر نہ کی تو عذاب نے آ پکڑا

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝۱۰ (التحریم)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح (علیہ السلام) کی بیوی اور لوط (علیہ السلام) کی بیوی کی حالت بیان فرمائی ہے، یہ دونوں (بیویاں) ہمارے دو خاص نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر ان دونوں نے ان دونوں (شوہروں) کے ساتھ بے وفائی کی تو وہ دونوں (نیک بندے) اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں ان دونوں (بیویوں) کو کچھ بھی کام نہیں آسکے اور ان عورتوں کو حکم دیا گیا کہ دوسرے (آگ میں) داخل ہوئے لوگوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی دونوں نے اللہ کے نبی کے ساتھ نکاح کی قدر نہیں کی اور نبی کے گھر میں رہ کر کفر کیا اور گناہ پر مدد کی تو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی ان کو عذاب دیا اور قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ ان کو جہنم میں داخل کریں گے؛ حالاں کہ نبی کی بیوی تھی، پھر بھی جہنم میں جائے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ آیت میں خاص لفظ استعمال ہوا: ''فخانتاھما'' دونوں نبی کی بیویوں نے خیانت کی؛ یعنی نبی کی خفیہ باتیں لوگوں کے سامنے ظاہر کردیں۔

اِس جگہ رُک کر میں آپ کو ایک مسئلہ سمجھا دوں کہ میاں بیوی کے بیچ میں جو خفیہ باتیں ہوتی ہیں اس کو دوسروں کے سامنے بتلانا حرام ہے، کبھی اس گناہ میں مت پڑنا، بیڈروم کی باتیں باہر بتائی نہیں جاتیں۔

جو نصیحت نہیں مانتا اس کے دل پر زنگ لگ جاتا ہے

یہ بات بھی یاد رہے کہ انسان جب گناہ کرتا ہے اور لوگ اس کو سمجھائیں، نصیحت کریں اور وہ توبہ کرلیوے، تو اللہ تعالیٰ گناہ کو معاف کردیتے ہیں؛ لیکن نہ سمجھے اور گناہ نہ چھوڑے تو پھر گناہ کی عادت پڑجاتی ہے اور گناہ کی عادت ایسی پڑجاتی ہے کہ ایک لمبے وقت کے بعد دل پر زنگ لگ جاتا ہے اور پھر کوئی نصیحت اس کے دل میں اترتی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (المطففین)

ترجمہ: ہرگز نہیں؛ بلکہ ان کے دلوں پر جو اعمال وہ کرتے ہیں اس نے زنگ چڑھا دیا ہے۔

یعنی گناہ کرتے کرتے ان کے دل پر ایسا زنگ لگ گیا ہے کہ کوئی نصیحت دل میں نہیں اترتی، اللہ تعالیٰ ایسی بری حالت سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

نصیحت مان لیا کرو؛ اس لیے کہ نہیں مانوگے تو گناہ کرتے کرتے بعض مرتبہ دل پتھر جیسا بن جاتا ہے، پھر توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ایسی بری حالت سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

ایک خاص حدیث

اس مضمون کے ختم پر ایک خاص بات آپ کے سامنے عرض کردوں، حدیث میں آتا ہے، مسلم شریف میں یہ روایت موجود ہے:

ثَلاثَةٌ لایُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَومَ القِيامَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ، قَالَ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ: وَلَا یَنْظُرُ إِلَیْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ.

(مسلم شریف، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم اسبال الازار، عن ابی ھریرۃ، حدیث:۱۰۷)

یعنی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تین طرح کے انسان ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے ساتھ بات بھی نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کو (سزا دے کر) گناہوں سے پاک بھی نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھیں گے، یہ تین لوگ یہ ہیں:

① جو بوڑھا مرد (یا بوڑھی عورت) گناہ کے کام کرے، خاص طور پر حدیث میں زنا کا لفظ آیا ہے۔

بعض مرتبہ ایسا ہوجاتا ہے کہ بڑھاپے کی عمر میں بھی گناہ نہیں چھٹتے ہیں، یہ چیز

بڑی خطرناک ہے، بعض ہماری دینی بہنیں بڑی عمر کی ہوگئیں؛ لیکن غیبت، حسد، طعنہ وتشنیع کرنا اوراسی طرح دوسروں کوستانا، پریشان کرنا، چاہے بہوکو پریشان کرنا ہو یا دوسرے کسی اپنے رشتے دار کو پریشان کرنا ہو، بڑھاپا آنے کے بعد بھی عادت نہیں چھٹتی ہے۔ یادرکھو! بڑھاپے میں تو بڑے سے بڑے گناہ چھوڑ کرآخرت کی تیاری کرنی ہوتی ہے، بڑھاپا اور گناہ یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔

② بادشاہ ہو کر جھوٹ بولے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو بڑے لیڈر ہو کر جھوٹ بولیں، آج بڑے بڑے دین دار کہلانے والے خاندان کے ذمے دار مرد، دین دار کہلانے والی عورتیں بھی دھڑلے سے جھوٹ بولتی ہیں۔

③ ایسا فقیر جو تکبر کرے۔ فقیری ہے، غریبی ہے پھر بھی تکبر کرے۔

اِن تین لوگوں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہیں کریں گے، رحمت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے، سزا دے کر ان کو پاک نہیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی دنیا اور آخرت میں اپنے عذاب سے حفاظت فرمائے، آمین۔

وأخر دعوان ان الحمد لله رب العالمين

حضرت یوسف علیہ السلام کی والدۂ محترمہ کا پاکیزہ قصہ

مختصر تعارف

نام: راحیل ذکر کیا گیا ہے۔

آپ کو پوری دنیا کا ایک تہائی حسن دیا گیا تھا۔

یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ: مصر میں داخلہ کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ جو عورت تھیں وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ تھیں، ان کا نام ''لیّا'' تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا انتقال ''بنیامین'' کی ولادت کے وقت ہو گیا تھا۔

لیکن قرآن کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت حضرت یوسف علیہ السلام کی سگی ماں ہی تھیں؛ یعنی اس وقت وہ زندہ ہی تھیں۔

تفسیرِ قرطبی میں ہے کہ: حضرت یعقوب علیہ السلام جب خاندان کے ساتھ مصر تشریف لے گئے تب اللہ تعالیٰ نے حضرت راحیل کو ان کی قبر سے اٹھا کر زندہ کیا، پھر انھوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا؛ تا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا دیکھا ہوا پورا خواب سچا ہو جائے۔ (قرطبی: ۱۷۲/۹)

مصر میں داخلے کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین کے ساتھ ساتھ پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں بھی مصر میں داخل ہوئے۔ (قرطبی: ۸۱/۹، روح المعانی: ۳۷۲/۶، معارف القرآن: ۳۰/۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ۝۴

ترجمہ: (وہ واقعہ سنو) جب کہ یوسف (علیہ السلام) نے اپنے ابا سے کہا کہ: اے میرے ابا! یقیناً میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند کو (خواب میں) دیکھا ہے، میں نے ان کو دیکھا کہ وہ میرے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔

وقال تعالیٰ: فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ۝۹۹ وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا۔

ترجمہ: پھر جب وہ سب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے، تو یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور (یوسف علیہ السلام نے) کہا کہ: تم سب مصر میں داخل ہو جاؤ، ان شاء اللہ! ہر طرح امن وامان (یعنی چین و اطمینان) کے ساتھ رہو گے ﴿۹۹﴾ اور یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو (اونچے) تخت پر بٹھا دیا اور وہ سب (یعنی والدین اور گیارہ بھائی) یوسف (علیہ السلام) کے سامنے سجدے میں گرے۔

یہ قرآنِ کریم کی سورۂ یوسف کی آیتیں ہیں، اِن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کی والدہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے تقریباً سات سال کی عمر میں ایک خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے سورج، چاند اور گیارہ ستارے زمین پر اترے اور انھوں نے آپ کے

سامنے سجدہ کیا۔(روح المعانی: ۳۷۲/۶)

دوسری تفسیری روایت کے مطابق بارہ سال کی عمر میں خواب دیکھا تھا۔(روح المعانی: ۳۷۶/۶، قرطبی: ۸۴/۹)

اولاد کی کثرت نبیوں کا طریقہ ہے

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کل بارہ بھائی تھے،معلوم ہوا کہ گھر میں زیادہ اولاد ہونا یہ اللہ کے نبیوں کا طریقہ رہا ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر میں پورے بارہ بیٹے تھے،آج کل تو لوگ بارہ اولاد سن کر ہی سہم جاتے ہیں اور ڈر جاتے ہیں۔

زیادہ اولاد کی ترغیب

خود ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ اولاد کی ترغیب دی، ارشاد فرمایا:

تَزَوَّجُوْا الوَدُوْدَ الوَلُوْدَ فَاِنِّي مُكاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيامَةِ.(ابن حبان حدیث:۱۹۸)

ترجمہ: حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:تم بہت زیادہ محبت کرنے والی اور بہت زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو؛اس لیے کہ قیامت کے دن میں تمھاری کثرت (زیادہ تعداد) کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

اس کو ایک مثال سے سمجھیے! جیسے الیکشن کا زمانہ ہوتا ہے، ہر امیدوار یہ چاہتا ہے کہ اس کے جلسے اور ریلی میں زیادہ سے زیادہ افراد ہوں، روڈ شو(Road show) کیے جاتے ہیں اور اس میں زیادہ تعداد دکھانے کو فخر وعزت کا باعث اور بڑا ہونے کی نشانی سمجھا جاتا ہے، یہ سب چیزیں فخر کی ہوتی ہیں، قیامت کے دن تمام انبیا میدانِ

محشر میں ہوں گے اور ان کے ساتھ ان کی امت بھی ہوگی؛ چناں چہ ہر نبی کے ساتھ جتنی بڑی امت ہوگی وہ دوسرے نبیوں پر فخر کریں گے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نکاح کر کے امّت کی تعداد بڑھاؤ، میری امت کی تعداد زیادہ ہوگی تو میں قیامت کے دن دوسرے نبیوں کے سامنے اپنی امت کی تعداد زیادہ ہونے پر فخر کروں گا؛ اس لیے زیادہ اولاد کا ہونا ہمارے دین میں پسندیدہ چیز ہے۔

شیخ المشائخ حضرت مولانا رضا اجمیریؒ کی میرے نکاح کے موقع پر ایک جامع دعا

میرے اکابر کی ایک جماعت جس میں میرے مشفق حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ اور دوسرے حضرات موجود تھے، ان اکابرین کی موجودگی میں حضرت شیخ اجمیری صاحبؒ نے میرا نکاح پڑھایا، نکاح کے بعد ایک بہت ہی جامع دعائیہ جملہ ارشاد فرمایا:

جَعَلَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَإِيَّاكُمْ مِمَّنْ يُّبَاهِيْ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو ان لوگوں میں سے بنائے جن پر رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن فخر کریں۔

اللہ تعالیٰ اس دعا کا واقعی مصداق بنادے، آمین۔

اِس دعا میں اس حدیث شریف کی طرف بھی اشارہ ہوگیا۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں کثرتِ اولاد

خود ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے یہاں کئی اولاد ہوئیں، حضرت

خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے دو صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں پیدا ہوئیں، صاحب زادوں کے نام یہ ہیں: (۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ۔ (۲) حضرت طاہر رضی اللہ عنہ۔

قاسم کے نام سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ''ابوالقاسم'' کی مشہور تھی اور طاہر کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام عبداللہ تھا۔

زادالمعاد میں ہے کہ: آپ رضی اللہ عنہ کا اصلی نام عبداللہ تھا، اور طیب اور طاہر دونوں آپ کے لقب تھے۔ (از سیرتِ خاتم الانبیاء)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ صاحب زادے بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔

اور صاحب زادیوں کے نام یہ ہیں: (۱) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ (۲) حضرت زینب رضی اللہ عنہا۔ (۳) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ (۴) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا۔

اِن کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحب زادے اور تھے، جن کا نام حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تھے۔

سورج اور چاند سے مراد کون؟

حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا واقعہ شروع ہوا تھا، آیت یہ تھی:

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝۴

ترجمہ: (وہ واقعہ سنو) جب کہ یوسف (علیہ السلام) نے اپنے ابا سے کہا کہ: اے میرے ابا! یقیناً میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند کو (خواب میں) دیکھا ہے، میں نے ان کو دیکھا کہ وہ میرے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اس خواب میں گیارہ ستاروں

سے حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی مراد ہیں اور سورج سے آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام اور چاند سے آپ کی والدہ مراد ہیں۔(قرطبی: ۸۱/۹، طبری:۱۴۹/۷)

بعض کے نزدیک: سورج سے والدہ اور چاند سے والد صاحب مراد ہیں۔(روح المعانی:۳۷۲/۶، طبری:۱۴۹/۷)

ایسے بھی اگر انسان غور کرے تو اس دنیا میں سورج کی روشنی سے دن جگمگاتا ہے اور چاند کی روشنی سے رات جگمگاتی ہے، انسان کی زندگی کے رات اور دن ماں باپ کی نگرانی میں ہونے والی اسلامی تعلیم اور تربیت سے جگمگا اٹھتے ہیں؛ اس لیے والدین کو بھی چاہیے کہ اولاد کے لیے سورج اور چاند کی طرح روشنی دینے والے بنیں۔

بعض تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ راحیل کو پوری دنیا کے حسن کا ایک تہائی حصہ دیا گیا تھا، ظاہر ہے کہ ماں اتنی حسین اور خوب صورت ہو تو اولاد میں بھی حسن کا آنا ایک لازمی اور فطری چیز ہے۔

گویا خواب میں یہ اشارہ تھا کہ کسی موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام کے والد اور والدہ حضرت یوسف علیہ السلام کو (اکرام میں) سجدہ کریں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کے متعلق مختلف اقوال

① حضرت یعقوب علیہ السلام کے ماموں کا نام ''لابان'' تھا، جس زمانے میں حضرت یعقوب علیہ السلام ماموں کے یہاں رہتے تھے اس زمانے میں اپنے ماموں کی بڑی لڑکی لئیہ (لیا) سے پہلے نکاح ہوا، پھر بعد میں ماموں کی دوسری بیٹی راحیل سے نکاح ہوا، اس زمانے میں دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا جائز تھا، ہماری شریعت میں ایک ساتھ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ.(النساء)

ترجمہ: اور یہ بھی (حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ (نکاح میں) جمع کرو؛ مگر جو کچھ پہلے (یعنی آیت کے اترنے سے پہلے) ہو چکا (وہ معاف ہے)۔

یہاں تک کہ اگر اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو عدت کے زمانے میں بھی اس کی بہن کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔ عدت کے بعد نکاح ہو سکتا ہے۔

② بعض مفسّرین فرماتے ہیں کہ: بنیامین کی ولادت کے زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا؛ اس لیے جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا اس وقت ان کی والدہ زندہ نہیں تھیں، حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ سے بھی نکاح کیا تھا، ان کا نام لئیہ (لیا) تھا اور خالہ بھی ماں کے درجہ میں ہوتی ہے؛ اور عرف اور محاورے میں باپ کی دوسری بیوی کو بھی ''ماں'' ہی کہتے ہیں؛ اس لیے ان کو ''ماں والی'' تعبیر دی گئی۔

③ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ حیات تھیں، اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر آئی تھیں؛ اس لیے سجدۂ شکر و اکرام کے ذریعہ خواب پورا ہونے کا واقعہ یہ اپنی حقیقی ماں کے ساتھ ہوا ہے۔ (طبری: ۳۰۲/۷، قرطبی: ۱۷۲/۹، روح المعانی ۵۴/۷)

④ تفسیرِ قرطبی میں ہے کہ: حضرت یعقوب علیہ السلام جب خاندان کے ساتھ مصر تشریف لے گئے اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ زندہ نہیں تھیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ کو ان کی قبر سے اٹھا کر زندہ کیا، پھر انھوں نے حضرت یعقوب

علیہ السلام کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا؛ تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا دیکھا ہوا خواب پورا سچا ہو جائے۔ (قرطبی: ۹/ ۱۷۲)

حضرت یوسف علیہ السلام کی پیدائش اور وطن

''فدان آرام'' نامی ایک جگہ پر حضرت یوسف علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ (التفسیر المنیر: ۶/ ۵۱۷) امام طبریؒ نے نقل کیا ہے کہ: حضرت یوسف علیہ السلام کا وطن فلسطین کے جنوب میں ''وادیٔ عربہ'' تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام دیہات کے رہنے والے اور اونٹوں اور بکریوں کے مالک تھے۔

وطن سے دور بھی گھر والوں کی خیر خواہی

حضرت یوسف علیہ السلام تو تقدیرِ الٰہی سے وطن سے دور مصر پہنچ گئے، ظاہری تکلیف تو ہوئی؛ لیکن اسی تکلیف کی برکت سے مصر کی حکومت نصیب ہوئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی قحط کے زمانے میں غلّہ لانے کے لیے جب تیسری مرتبہ مصر پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے دو سو اونٹ پر ضروری سامان خاندان والوں کے لیے بھیجا اور اپنے پورے خاندان کو مصر آنے کی دعوت دی، چناں چہ آپ علیہ السلام کے والدین اور پورا گھرانہ- جس میں بہتر (۷۲) یا ترانوے (۹۳) افراد تھے- مصر کے لیے روانہ ہو گیا۔ (معارف القرآن: ۵/ ۱۴۴)

معلوم ہوا کہ انسان کو اگر کسی وجہ سے وطن سے دور قیام کرنے کا موقع آئے تب بھی والدین، بھائی، بہن اور رشتے داروں کی خیر خواہی اور ان کی خیر خبر رکھنا چاہیے۔

اِس لیے میں بیرون (foreign) میں بسنے والے تمام بھائی اور بہنوں سے

عرض کروں گا کہ: وطن میں رہنے والے رشتے دار، ماں باپ، اور بھائی بہن سے تعلق رکھیں، ان کے اخراجات کی فکر رکھیں، وطن سے جسمانی دوری کے باوجود قلبی، اخلاقی اور دینی تعلق باقی رکھیں۔

دیہاتی زندگی سے شہری زندگی

حضرت یوسف علیہ السلام کے والد اور والدہ کنعان کے دیہات میں زندگی گزار رہے تھے، ایک طرف دیہاتی زندگی کی زحمت اور دوسری طرف بیٹے یوسف کی جدائی کی زحمت، والدین دو طرح کی زحمتوں کی زندگی گزار رہے تھے، اب اپنے یوسف کی دعوت پر مصر جیسے ترقّی یافتہ اور تہذیب والے شہر میں پہنچ گئے، پہلے زندگی گزارنے کا سامان بھی بہت تنگ تھا، اب یہاں شہر میں بہت وسعت اور راحت والی زندگی نصیب ہوئی، اسی کو قرآن میں ایک مستقل نعمت کے طور پر بیان کیا گیا:

وَقَدْ أَحْسَنَ بِيٓ إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ مِنۢ بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَٰنُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِيٓ.

ترجمہ: اور میرے رب نے (اس وقت) مجھ پر بڑا احسان کیا کہ مجھ کو جیل سے نکالا اور (یہ بھی احسان ہوا کہ) شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا کروادیا تھا (اللہ تعالیٰ نے جدائی ختم کردی) پھر میرے رب گاؤں سے تم کو میرے پاس (مصر) لے آئے۔

ماں کی قربانیوں کی برکت اولاد کو ملتی ہے

ویسے گھریلو زندگی میں تنگی کا احساس عورتوں کو زیادہ ہوتا ہے اور حضرت یعقوب

علیہ السلام کے یہاں ویسے بھی قحط کی وجہ سے بڑی تنگی تھی، مصر آکر جب بڑی راحت والی زندگی ملی تو سب سے زیادہ راحت شاید حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کو ملی ہوگی۔

گویا والدہ نے بڑی تکلیف اٹھائی تھی، پھر مصر آکر راحت نصیب ہوگئی اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ بہت سی مرتبہ والدین کو پہلے بہت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، جس کی برکت سے اولاد کو بعد میں بڑی راحت نصیب ہوتی ہے، کاش کہ! اولاد والدین کی ان قربانیوں کی قدر کریں اور سوچیں کہ ہمارے والدین نے ہم کو کتنی محنت ومشقت سے بڑا کیا اور والدین کی صحیح قدر وخدمت کریں۔

دیہات کے رہنے والوں کی سخت مزاجی

دیہات کے رہنے والے لوگوں میں بہت سارے لوگ قدرتی طور پر سخت مزاج ہوتے ہیں، حدیث شریف میں ہے:

مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا. (ترمذی، حدیث: ۲۲۵۴، ابو داؤد، حدیث: ۵۸۵۹)

ترجمہ: جس نے دیہات میں رہائش اختیار کی وہ سخت (مزاج) ہوگیا۔

ایک دیہات کے رہنے والے صاحب نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو پیار کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں نے کبھی اپنی اولاد کو پیار نہیں کیا، اس پر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں کیا کروں اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے اپنی رحمت کو نکال لیا ہے۔

جلالین شریف کے حاشیہ میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يَّنْقُلْهُ مِنَ الْبَادِيَةِ إِلَى الْحَاضِرِ. (جلالین ص: ۱۹۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دیہات سے

شہر کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔

ویسے بھی بہت سی جگہوں پر تجربہ اور مشاہدہ ہوا کہ گاؤں کے رہنے والوں میں گاؤں کی آبادی جس طرح محدود اور کم ہوتی ہے اسی طرح ان کی سوچ بھی محدود اور تنگ ہی ہوتی ہے، سوچ کی تنگی اور اخلاق کی کمی، آداب میں اور زندگی گزارنے کے طور طریقے میں محسوس ہوتی ہے، اس کی بہ نسبت بہت سے شہریوں میں بڑی دلی وسعت دیکھنے کو ملتی ہے، گرچہ یہ قاعدۂ کلیہ نہیں ہے۔

غرض! حضرت یوسف علیہ السلام کے والد اور والدہ کو گاؤں والی زندگی سے چھٹکارا ملا اور شہر والی زندگی ملی، یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت تھی۔

شرافت کا تقاضہ: بیٹا؛ بیٹا بن کر رہے

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اطلاع ہوئی کہ والد اور والدہ پورے قافلے کے ساتھ مصر پہنچ رہے ہیں تو آپ نے ایک بڑا استقبالیہ خیمہ بنوایا، اس کو مزین کیا گیا، حضرت یوسف علیہ السلام اور مصر کے لوگ اور چار ہزار سپاہی استقبالیہ سلامی پیش کرنے کے لیے نکلے، خود مصر کا بادشاہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ استقبال کے لیے گیا، حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد اور والدہ کو اپنے پاس رُکوایا اور اپنے شاہی تخت پر بٹھایا۔(روح المعانی:۵۵/۷، معارف القرآن:۵/۱۴۴)

اِس میں ایک بہت بڑا سبق یہ ہے کہ بادشاہت جیسا اونچا مقام مل گیا، پھر بھی آپ علیہ السلام نے اپنے والدین کا اکرام نہیں چھوڑا، ایک بیٹا ہونے کے ناطے اپنے اونچے مقام کو بھول کر آپ نے اپنے والدین کا پورا استقبال اور اکرام کیا، اور بیٹا بیٹا ہی بن کر والدین کے ساتھ رہے یہی شرافت کا تقاضا ہے۔

جدائی کی مدّت

حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے والدین کے درمیان کتنے عرصے تک جدائی رہی اِس سلسلے میں تفسیروں میں الگ الگ باتیں لکھی ہیں: ۸۰، ۸۳، ۵۰، ۴۰، اور ۱۸ رسال یہ مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ (روح المعانی: ۳۹/۷، قرطبی: ۱۷۲/۹)

مصر میں امن وسکون

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے والد اور والدہ مصر پہنچ گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾

ترجمہ: پھر جب وہ سب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے، تو یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور (یوسف علیہ السلام نے) کہا کہ: تم سب مصر میں داخل ہوجاؤ، ان شاء اللہ! ہر طرح امن وامان (یعنی چین واطمینان) کے ساتھ رہو گے۔

یعنی ایک پردیسی مسافر کو دوسرے ملک میں جن خطرات و پریشانیوں کا اندیشہ ہوتا ہے ایسا کوئی خطرہ اور تکلیف نہیں ہوگی۔

بچپن کے خواب کی تعبیر پوری ہوئی

اس کے بعد سب نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا:

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۔

ترجمہ: اور یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو (اونچے) تخت پر بٹھا دیا اور وہ

سب (یعنی والدین اور گیارہ بھائی) یوسف (علیہ السلام) کے سامنے سجدے میں گرے۔

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی عزّت اور اونچا مرتبہ دیکھ کر والدین اور سب گھر والوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے شکر کا سجدہ ادا کیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کے سامنے شکر کا یہ سجدہ کیا گیا۔ عبادت کا سجدہ تو ہر شریعت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے جائز تھا؛ البتہ کسی کی تعظیم کے لیے سجدہ کرنا پچھلی شریعتوں میں جائز تھا؛ لیکن وہ شرک کا ذریعہ بن سکتا ہے؛ اس لیے اِس امت میں وہ ناجائز قرار دیا گیا۔ (طبری: ۷/۳۰۴/۳۰۳)

اولاد کی ترقّی دیکھ کر والدین کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے

اِس آیت سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ اپنی اولاد کو کوئی دینی اعتبار سے ترقی نصیب ہو یا دنیوی اعتبار سے جائز طریقے سے کوئی مناسب نعمت یا مقام ملے تو والدین کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدۂ شکر اور شکرانے کی نماز بھی پڑھنی چاہیے اور دل وزبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے، کبھی فخر اور غرور نہ کرے اور دوسروں کی اولاد کو حقیر نہ سمجھے۔

اولاد والدین کی تکلیف دور کرنے کا ذریعہ بنے

حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت سے ان کے والدین کی تکلیف دور ہوگئی، غریبی اور تنگی کی زندگی کے بجائے اب راحت والی زندگی نصیب ہوئی، اسی طرح اولاد کو والدین کی تکلیف دور کرنے کا ذریعہ بننا چاہیے۔

بالآخر حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا بھی انتقال ہوگیا اور وہ غالباً فلسطین میں مدفون ہوئیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت یوسف علیہ السلام اور عزیزِ مصر کی بیوی ''زلیخا'' حیرت انگیز واقعہ

مختصر تعارف

نام: زلیخا مشہور ہے۔

بعض لوگوں نے اس کا نام ''راعیل'' بھی لکھا ہے۔ (طبری:۷/۱۷۳، ۱۷۲)

اس عورت کا شوہر مصر کے بادشاہ کا وزیر تھا، جس کا لقب ''عزیز'' اور نام ''قطفیر'' تھا، ''اطفیر'' بھی اس کا نام بتلایا گیا ہے۔

آیت کے نتیجے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جوان اور مضبوط عورت تھیں، تب ہی تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دامن اس کے کھینچنے سے پھٹ گیا۔ عزیزِ مصر کے انتقال کے بعد مصر کے بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی شادی زلیخا کے ساتھ کرادی تھی، اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ: کیا یہ صورت اس سے بہتر نہیں ہے جو تم چاہتی تھیں؟ یعنی غلط طریقے سے تعلق کے بجائے نکاح کے ذریعے جائز و حلال تعلق کتنا اچھا ہے!!

زلیخا نے اپنے قصور کا اقرار کیا اور اپنا عذر بیان کیا۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بڑی عزت وشان کے ساتھ ان کی مراد پوری فرمائی، اور عیش و نشاط کے ساتھ زندگی گزری۔

تورات اور اہلِ کتاب کی تاریخ میں ہے کہ ان سے حضرت یوسف علیہ السلام کے دو لڑکے ''افرائیم'' اور ''منشا'' اور ایک لڑکی ''رحمت بنت یوسف'' پیدا ہوئیں۔

رحمت کا نکاح حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔

افرائیم کی اولاد میں سے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام پیدا ہوئے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رفیق تھے۔ (معارف القرآن:۵/۸۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَهْلِ طَاعَتِهٖ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓي اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۱

ترجمہ: (قافلے والے یوسف علیہ السلام کو مصر لے گئے اور بیچ دیا) اور مصر کے جس آدمی نے اس (یوسف علیہ السلام) کو خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ: تو اس (غلام یوسف) کو عزت سے رکھنا، شاید یہ (یوسف) ہم کو کام آجائے یا ہم اس (یوسف) کو (اپنا) بیٹا ہی بنالیں، اور (جس طرح کنویں سے ہم نے یوسف علیہ السلام کو نکالا) اسی طرح ہم نے یوسف (علیہ السلام) کو (مصر کی) زمین میں عزت کی جگہ دی اور اس واسطے کہ ہم اس (یوسف علیہ السلام) کو باتوں کا صحیح مطلب نکالنا سکھا دیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنے کام میں پوری طاقت ہے؛ لیکن اکثر لوگ اس بات کو جانتے نہیں ہیں۔

یہ قرآنِ مجید کے بارھویں پارے میں سورۂ یوسف کی آیت ہے۔

اِس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے قصے کو بیان کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو۔جن کا واقعہ پیچھے تفصیل سے گذر چکا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی عمر میں ایک بیٹا عطا فرمایا تھا، جن کا نام اسحاق تھا، پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا، ان کا نام یعقوب تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے یہاں جو بیٹا پیدا ہوا ان کا نام یوسف تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ترتیب سے بیان کرنے کی حکمت

قرآنِ مجید کوئی قصہ کہانی کی کتاب نہیں ہے؛ لیکن جو واقعات بھی قرآن میں بیان ہوئے وہ عبرت اور نصیحت کے طور پر بیان ہوئے؛ اس لیے جہاں جو نصیحت اور عبرت کا مقام ہوتا ہے وہاں اس واقعہ کا وہ حصہ بیان ہوتا ہے؛ اس لیے قرآن میں واقعات عام طور پر ترتیب سے بیان نہیں ہوئے۔

لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ پوری ترتیب سے بیان ہوا، اس کی حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ: اِس سے تاریخ مرتّب کرنی کا فن سیکھنے کو ملے گا، تاریخ جب جمع کی جائے تو واقعات ترتیب سے آنا چاہیے۔

نیز یہ ہدایت بھی دینی ہے کہ کسی واقعے کو بیان کرو تو اتنا مختصر نہ ہو کہ بات پوری سمجھ میں نہ آوے، جیسے اعلان ہوتا ہے اس طرح بیان نہ کرو اور اتنا لمبا بھی نہ ہو کہ یاد رکھنا مشکل ہو جائے اور اس میں بے فائدہ باتیں شامل نہیں ہونی چاہیے، بہت سے لوگ واقعات کے بیان کرتے وقت ایسی غیر ضروری تفصیلات بیان کرتے ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہوا کرتا۔

عجیب خواب! چاند ستارے گر پڑے قدموں میں

حضرت یوسف علیہ السلام نے تقریباً سات سال کی عمر میں ایک خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے سورج، چاند اور گیارہ ستارے زمین پر اترے اور انھوں نے میرے سامنے سجدہ کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ابا جان کو خواب بتلایا تو ابا جان نے فرمایا: بیٹا! اپنا خواب اپنے بھائیوں کو مت بتلانا؛ ورنہ وہ تیرے خلاف کوئی سازش کریں گے اور شیطان انسان کا کھلّم کھلاّ دشمن ہے۔

اِس خواب کی تعبیر کچھ اس طرح تھی کہ مستقبل میں اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کو عزّت کا ایسا اونچا مقام عطا فرمانے والے ہیں کہ والدین اور دوسرے سب بھائی ان کی عزت کریں گے۔

چھوٹے بھائی کو ایسا اونچا مرتبہ مل جائے تو بعض مرتبہ بڑے بھائیوں کو یہ بات پسند نہیں آتی۔

حضرت یوسف علیہ السلام ابھی تو بچے ہیں، سات سال کی عمر ہے؛ لیکن مستقبل میں بڑے ہو کر اللہ کے نبی بنائے جانے والے ہیں؛ اسی لیے ماں باپ کو ان سے زیادہ محبت تھی، نیز بھائیوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب اور اس کی تعبیر بھی معلوم ہوگئی، اس کی وجہ سے بھائیوں کے دل میں جلن اور حسد پیدا ہوا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کو قتل کرنے کی پلاننگ کی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے باتیں بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو جنگل میں لے

گئے، وہاں ان کا کرتہ نکالا، ایک جانور مارا اور اس جانور کا خون حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے پر لگا دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو دھوکے سے کنویں میں ڈال دیا، اب ابا کے پاس آکر جھوٹا روتے ہوئے بہانے بنانے لگے کہ: ہمارے بھائی کو جنگل کا بھیڑیا کھا گیا۔

عقل مند بھیڑیا

ابّا جان حضرت یعقوب علیہ السلام کو اندازہ تو ہو ہی گیا تھا کہ میرے بیٹے جھوٹ بول رہے ہیں؛ اس لیے کہ انھوں نے کہا تھا: یوسف کو بھیڑیا کھا گیا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے کرتہ دیکھ کر فرمایا کہ:

بھیڑیا کتنا عقل مند اور ہوشیار تھا کہ اس نے پہلے میرے بیٹے کا کرتہ نکالا، پھر اس کو کھایا؛ اس لیے کہ اس کرتے پر تو صرف خون لگا ہوا تھا، کرتہ کہیں سے بھی پھٹا ہوا نہیں تھا، بالکل صحیح وسالم تھا؛ کیوں کہ وہ خون تو بھائیوں کا لگایا ہوا تھا، اگر بھیڑیا کھاتا تو کرتہ ضرور پھٹ جاتا؛ لیکن نہ بھیڑیے نے کھایا، نہ کرتہ پھٹا۔ (طبری: ۷/۱۶۰)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾

ترجمہ: پس میرے لیے تو صبر کرنا ہی بہتر ہے اور جو بات تم ظاہر کرتے ہو (یا جو بات تم بتاتے ہو) اس کے بارے میں، میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے!!!

بہر حال! بھائیوں کے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال دینے کے بعد اللہ

تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی حفاظت فرمائی اور ان کو مصر پہنچا دیا، اور پھر وہاں بھی مصر کے وزیرِ مالیات (Finance Minister) کے گھر میں رہنا نصیب فرمایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی صحیح قیمت پہچاننے والا

مصر کے وزیرِ مالیات کا نام ''قطفیر'' یا ''اطفیر'' تھا جس کو ''عزیزِ مصر'' کہا جاتا تھا اور اس زمانے کے بادشاہ کا نام ''ریان بن اسید'' تھا، وزیرِ خزانہ نے اپنی بیوی کو۔جس کا نام ''راحیل'' یا ''زلیخا'' تھا۔کہہ دیا کہ: یوسف کو اچھی طرح رکھنا، عام غلام کی طرح مت رکھنا، اس کی ضروریات کا اچھا انتظام کرنا، رہنے کے لیے اچھا ٹھکانا دینا۔ (طبری: ۷/۱۷۲، قرطبی: ۹/۱۰۴)

چوں کہ رہنا کھانا وغیرہ گھریلو کام ہے جو عام طور پر زیادہ تر عورتوں سے متعلق ہوتے ہیں، ہماری شریعت نے ہم کو یہ مبارک تعلیم دی ہے کہ خادم، غلام، باندی اور کام کرنے والوں سے ہم اچھا سلوک کریں۔ قرآن میں ارشاد فرمایا:

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا۔

ترجمہ: اور مصر کے جس آدمی نے یوسف علیہ السلام کو خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ: تو اس (غلام یوسف) کو عزت سے رکھنا شاید یہ (یوسف) ہم کو کام آجائے یا ہم اس (یوسف) کو اپنا بیٹا بنالیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام ''عزیزِ مصر'' کے محل میں زندگی گزارنے لگے، جب چالیس برس کی عمر کو پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو باقاعدہ نبی بنایا۔

زلیخا کے دل میں یوسف علیہ السلام کی محبت کے کچھ ظاہری اسباب

بعض مفسّرین نے یہ بات لکھی ہے کہ: عزیزِ مصر نامرد اور جسمانی اعتبار سے کمزور تھے اور بیوی کی ضرورت پوری نہیں کر سکتے تھے، وہ صبح آفس چلے جاتے اور رات کو لوٹ کر آتے تھے، اور یوسف علیہ السلام رات دن گھر میں رہتے تھے۔ (معجم اعلام النساء فی القرآن الکریم ص:۱۴۶)

اب ایک طرف حضرت یوسف علیہ السلام کا خوب صورت چہرہ، جوانی، آئندہ جو نبوت ملنے والی ہے اس کی نورانیت اور معصومیت، اور دوسری طرف اس عورت زلیخا کا شوہر نامرد، یہ کچھ ظاہری اسباب جمع ہو گئے جس کی وجہ سے زلیخا کے دل میں حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت بیٹھ گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو معلوم نہیں تھا کہ یہ مجھ سے محبت کر رہی ہے، وہ اپنے دل ہی دل میں یوسف کے لیے محبت کے خیال پکا رہی تھی، یہ ایک طرف کی محبت تھی اور اس میں زلیخا آگے بڑھ گئی اور جب بہت آگے بڑھ گئی تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھنسانے کے لیے بہت ناپاک چال چلی، وہ اتنی زوردار چال تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد نہ ہوتی تو حضرت یوسف علیہ السلام پھنس جاتے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بچالیا۔

یک طرفہ محبت (One Side Love)

اس دور میں جن فتنوں سے ہمارے نوجوان بھائی بہنوں کو سابقہ پڑتا ہے ان میں ایک خطرناک فتنہ یک طرفہ محبت کا بھی ہے، کوئی لڑکا کسی لڑکی کی ناجائز محبت میں دیوانہ بنا ہوا ہے اور سامنے وہ لڑکی اس کی محبت کو چاہتی ہی نہیں ہے اور بعض مرتبہ اس کو

پتا تک نہیں ہوتا۔

اسی طرح بعض لڑکیاں بعض لڑکوں کی محبت میں دیوانی ہوتی ہیں اور وہ لڑکا اس لڑکی کو چاہتا نہیں ہے، بہت سی مرتبہ اس لڑکے کو پتا تک نہیں ہوتا ہے، پھر اس سلسلے میں بہت سے عجیب وغریب قتل کے اور جسمانی نقصان پہنچانے کے اور خودکشی کے واقعات بھی پیش آتے رہتے ہیں۔

ایک دل ہلا دینے والا واقعہ

ابھی تازہ اس ہفتے ہمارے گجراتی اخبار میں ایک واقعہ شائع ہوا: ایک لڑکا ایک لڑکی کی محبت میں دیوانہ تھا اور وہ لڑکی اس لڑکے کو بالکل نہیں چاہتی تھی، وہ لڑکا یک طرفہ محبت میں مبتلا تھا، اس نے پینتیس (35) مرتبہ اس لڑکی کے سامنے اپنے عشق کی پیش کش کی؛ لیکن اس نے ہر مرتبہ رد کر دیا، بالآخر اس لڑکے نے خنجر کے پینتیس زخم مار کر اس لڑکی کو قتل کر ڈالا۔ یہ ہے یک طرفہ محبت کا جنون اور انجام، جانبین کا ناجائز معاشقہ تو ہے ہی برا؛ لیکن یہ یک طرفہ محبت کا جنون بھی بہت خطرناک ہے، اللہ تعالیٰ نوجوان بھائی بہنوں کی اس سے حفاظت فرماوے، آمین۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کی خطرناک سازش

اب وہ کیا چال تھی؟ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ.

ترجمہ: اور وہ (یوسف علیہ السلام) جس عورت کے گھر میں رہتے تھے اس نے اس (یوسف) کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے پھسلانے کی کوشش کی اور اس عورت نے

(اپنے مکان کے تمام) دروازے بند کر دیے۔

جب زلیخا کا شوہر صبح آفس چلا گیا تو اس نے اپنا بیڈروم پہلے سے تیار کر رکھا تھا، اس کا روم اس کے محل کے بالکل اندر تھا، اس روم سے پہلے اور بہت سارے کمرے تھے، اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کسی کام کے بہانے اپنے کمرے میں بھیجا، حضرت یوسف علیہ السلام اندر تشریف لے گئے، زلیخا پیچھے پیچھے ناپاک ارادے سے آئی اور اس نے ایک کام یہ کیا کہ جتنے کمروں سے گذر کر اندر گئی تمام کمروں کے دروازے اندر سے بند کرتے ہوئے گئی، پھر اخیر میں اپنے کمرے میں پہنچی۔

وہاں پہنچنے کے بعد اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی گندی چال میں پھنسانے کی کوشش شروع کی، ایک دم سے تو ہمت نہیں ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دے؛ بلکہ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو للچانا شروع کیا اور کتنے خطرناک طریقے سے للچایا وہ بھی ایک عبرت کی چیز ہے۔

جانور صرف کھانے سے موٹا ہوتا ہے اور انسان اپنی تعریف سے موٹا ہوتا ہے

ایک نکتے کی بات یہ ہے کہ: جانور صرف منہ کے راستے سے کھا-پی کر موٹا ہوتا ہے، جب کہ انسان جس طرح منہ کے راستے سے کھا-پی کر موٹا ہوتا ہے، اسی طرح کان سے اپنی تعریف سن سن کر اور آنکھ سے اپنی تعریف میں لکھے ہوئے کلمات پڑھ کر بھی موٹا ہوتا ہے، اس کو ہمارے یہاں گجراتی میں (ફૂલણશી કાગડો) کہتے ہیں؛ یعنی جو تعریف سن سن کر پھول گیا ہو۔

زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام کی تعریف کرنا

زلیخا نے بھی یہی ہتھیار اپنایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی تعریف شروع کی، کہنے لگی: یوسف! تمھارے بال کتنے خوب صورت ہے!

بال کی تعریف کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی؛ لیکن یہاں تو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے تھے، ہمارا تمھارا معاملہ تو تھا نہیں کہ کوئی تعریف کردے تو ہوا میں اڑنے لگے، یہ تو اللہ کے نبی تھے، ان پر آخرت کی فکر اور اللہ کا ڈر غالب تھا؛ اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو بہت پیارا جواب دیا کہ: اے زلیخا! تو میرے بالوں کی تعریف کرتی ہے، یاد رکھ! جب میری موت ہو جائے گی اور لوگ مجھے قبر میں رکھ کر اوپر سے مٹی ڈال کر میری قبر کو بند کر دیں گے تو قبر میں سب سے پہلے میرے بال ہی میری کھوپڑی سے جدا ہوں گے۔ (معارف القرآن، ص: ۵/۶۴، طبری: ۷/۱۸۱)

اس لیے کہ قبر میں گرمی ہوتی ہے، اس کی وجہ سے جسم پر اثر ہوتا ہے اور سب سے پہلے یہ بال کھوپڑی سے الگ ہوتے ہیں۔

بال رکھنے کا سنت طریقہ

ہمیں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے بال رکھنے کا جو طریقہ بتلایا اس کے مطابق بال رکھنے چاہیے، آپ ﷺ کس طرح بال رکھتے تھے، کبھی کان کی لَو تک ہوتے تھے اور کبھی اَور لمبے ہوتے تھے اور سفر وغیرہ کا موقع ہوا اور کٹوانے کا موقع نہ ملے تو اور زیادہ لمبے ہو جاتے تھے؛ لیکن سب بال برابر ہوتے تھے، ایسا نہیں ہوتا تھا کہ ایک طرف سے بال لمبے اور دوسری طرف سے چھوٹے، یہ حضور ﷺ کا طریقہ نہیں ہے، جیسے آج کل

رواج ہے کہ نئی نئی فیشن کے بال، کہیں کچھ حصہ منڈوا دیا، کسی جگہ سے بڑے رکھ چھوڑے، یہ نامناسب طریقہ ہے، یہ حضور ﷺ کی سنت کے سراسر خلاف ہے، یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے؛ بلکہ یہود و نصاریٰ کا اور اسلام کے دشمنوں کا طریقہ ہے۔

آخرت کی فکر ہی گناہ سے بچا سکتی ہے

زلیخا نے جب دیکھا کہ میرا پہلا تیر نشانے پر نہیں لگا تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھنسانے کے لیے دوسرا تیر پھینکا، کہنے لگی:

یوسف! تمھاری آنکھیں کتنی حسین ہیں!

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: موت کے بعد قبر میں یہ سب پیپ اور پانی ہو کر میرے چہرے پر بہہ جائیں گی۔

پھر زلیخا نے کہا: یوسف! تمھارا چہرا کتنا خوب صورت ہے!!!

حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: قبر کی مٹی ان سب کو کھا جائے گی۔

گویا اللہ تعالیٰ نے آخرت کی فکر آپ کو ایسی عطا فرمائی تھی کہ اللہ کی توفیق سے جوانی کی حالت میں بھی تمام گناہوں سے اپنے آپ کو بچا رہے تھے، صحیح بات یہ ہے کہ آخرت کی فکر ہی وہ چیز ہے جو انسان کو ہر جگہ ہر شر سے اور ہر گناہ سے بچا سکتی ہے۔

زلیخا کے دل و دماغ میں خواہش کا نشہ چڑھا ہوا تھا

زلیخا پر شہوت کا بھوت سوار تھا، دل و دماغ میں خواہش کا نشہ چڑھا ہوا تھا اور یہ بہت خطرناک چیز ہے، جب یہ شہوت کا بھوت سوار ہوتا ہے تو پھر آدمی دوستوں کی بات نہیں سنتا، ماں باپ کی بات نہیں سنتا، اللہ والوں کی بات نہیں سنتا، بس! اس کے دماغ

میں ایک شہوت کا بھوت سوار ہو جاتا ہے، پھر وہ گناہ میں پڑ جاتا ہے، یہ بہت خطرناک چیز ہے، اللہ بچائے! آمین۔

زلیخا کے دل ودماغ پر بھی شہوت کا نشہ چڑھا ہوا تھا، کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ہر طرح سے پھنسانے کی کوشش کی؛ لیکن جب کامیاب نہیں ہوئی تو آخر میں صاف لفظوں میں دعوت دے دی، کہا:

﴿وَقَالَتۡ هَيۡتَ لَكَ﴾

ترجمہ: اور وہ عورت (یوسف علیہ السلام سے) کہنے لگی: جلدی سے آجاؤ۔

یعنی اس نے سامنے سے خود گناہ کی دعوت (Offer) دی۔

گناہ سے بچنے کا مضبوط ذریعہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اپنے آپ کو سب طرف سے گھیراؤ میں پایا تو گناہ سے حفاظت کے لیے صرف اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، محض اپنے عزم وارادے پر بھروسہ نہیں کیا اور جس کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت مل جائے اس کو کوئی بڑے سے بڑا شیطان بھی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور ساتھ میں اس وقت گناہ کی دعوت دینے والی زلیخا کو نصیحت کرنا بھی شروع کر دیا کہ وہ بھی اللہ سے ڈرے اور وہ بھی گناہ کے ارادے کو چھوڑ دے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا گناہ سے بچنے کا بہت ہی مؤثر ذریعہ ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا: ﴿قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: اس (یوسف علیہ السلام) نے کہا: (جس برے کام زنا کے لیے تو مجھے بلاتی ہے اس سے میں) اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں (حفاظت چاہتا ہوں)۔

نفس کا دھوکا خطرناک ہوتا ہے

یہ سیکھنے کی چیز ہے، کوئی بھی انسان اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر گناہ سے بچ نہیں سکتا، صاف بات ہے، آگے آیت آرہی ہے:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۳﴾

ترجمہ: اور (یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ) میں یہ دعویٰ نہیں کرتا ہوں کہ میرا نفس بالکل پاک ہے، یقیناً نفس تو بُرائی سکھاتا ہے، ہاں! میرے رب جس پر رحم فرمادیویں (تو اس پر نفس کا داؤ نہیں چلتا) یقیناً میرے رب تو بہت معاف کرنے والے، بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

ہمارے اس نفس کا دھوکا اتنا خطرناک ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے بغیر کوئی بچ نہیں سکتا، ہمارے چشتیہ سلسلے کے ایک بہت بڑے پیر حضرت خواجہ حسن بصریؒ ہیں، حضرت رابعہ بصریہؒ ان کے زمانے میں ایک بہت نیک عورت تھیں، تقریروں میں ہم سنتے ہیں کہ شیطان نے چیلنج کیا تھا کہ: اگر حسن بصری اور رابعہ بصریہ بھی ایک جگہ تنہائی میں جمع ہو جائیں تو میں ان کو بھی ہلا دوں گا۔ پھر شیطان کے سامنے میرا اور آپ کا تو کیا شمار؟

اس لیے جہاں تنہائی اور گناہ کا موقع ہو وہاں جانے سے اپنے آپ کو بچائیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں کہ: پیارے اللہ! گناہ سے بچا دیجیے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے احسان کو پہچانا اور یاد رکھا

پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو کیا سمجھایا؟ فرمایا:

اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ یا عزیزِ مصر) تو میرا مالک ہے جس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے، یقیناً ظلم کرنے والوں کو فلاح حاصل نہیں ہوتی۔

اِس آیت کا ایک مطلب یہ ہے کہ: تیرا شوہر جو میرا مالک ہے میں تو اس کا غلام ہوں، اس نے میرے ساتھ کتنا اکرام کیا! کتنا احسان کیا! مجھے ایک مارکیٹ سے خرید کر لایا، اچھی طرح گھر میں رکھا، اچھا کھلایا، اچھا پلایا، جو آدمی مجھ پر احسان کرے میں اس کی بیوی کے ساتھ غلط کام کروں یہ نہیں ہوسکتا! جس نے ایسی غداری کی وہ بڑا ظالم ہے اور ایسے ظالم لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔

آیتِ کریمہ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ: وہ اللہ میرے رب ہیں، میرے مالک ہیں، جس نے اتنے احسانات کیے کہ کنویں سے نکال کر مصر کے محل میں پہنچایا، میں اس مالک کی نافرمانی نہیں کرسکتا، اگر کروں تو میں بڑا ظالم بنوں گا اور ظالم کو اللہ کامیاب نہیں کرتے۔ (مظہری: ۲۲/۵)

بہر حال! حضرت یوسف علیہ السلام نے صاف منع کردیا کہ: یہ کام نہیں ہوسکتا۔

تفسیرِ قرآن کا ایک بہت نازک مرحلہ

اب آگے والی آیت بہت نازک مرحلہ ہے، قرآن میں دو تین جگہیں بہت نازک ہیں، اس کو سمجھنے سے پہلے ایک بات سمجھ لو! اللہ تعالیٰ میرے لیے سمجھانا اور آپ کے لیے سمجھنا ان شاء اللہ! آسان کردیں گے:

اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں کو ہم معصوم مانتے ہیں، یہ ہمارا ایمان ہے۔

دوسری بات: حدیث میں آتا ہے کہ: انسان کو غیر اختیاری طور پر کسی گناہ کا وسوسہ اور خیال آجائے تو اس پر اللہ تعالیٰ پکڑ نہیں کریں گے، اس کو معاف کردیں گے:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّ اللهَ تَجاوَزَ لِأُمَّتِيْ عَمَّا وَسْوَسَتْ، أَوْ حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا، مَالَمْ تَعْمَلْ بِهِ أَوْ تَكَلَّمْ. (بخاری، کتاب الایمان و النذور، باب اذا حنث ناسیا فی الایمان، حدیث: ۶۶۶۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے ان خیالات اور وسوسوں کو معاف کردیا جو ان کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں جب تک ان پر عمل نہ کرلیں یا زبان سے ادا نہ کردیں۔

جیسے گرمی کے موسم میں رمضان ہو اور دوپہر کی سخت گرمی میں کوئی گھر سے چل کر مسجد میں پہنچے اور دیکھے کہ سامنے ''کُلر'' میں ٹھنڈا پانی ہے اور دل میں خیال آئے کہ پانی پی لیں؛ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے نہ پیوے، تو اس خیال پر نہ تو گناہ ہوگا اور نہ روزہ ٹوٹے گا۔

اب دیکھو! یہاں ایک طرف کمرے میں تنہائی، دوسری طرف حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا دونوں جوان، تیسری طرف حضرت یوسف علیہ السلام بڑے خوب صورت اور زلیخا بھی خوب صورت، یہ سب گناہوں کے اسباب جمع ہوگئے: تنہائی، جوانی، اور خوب صورتی، اِس موقع پر زلیخا کا ارادہ تو بالکل گناہ کا تھا، اس کے لیے تو اس نے یہ ساری چال چلی تھی؛ لیکن وسوسے کے طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں بھی ذرا سا خیال آیا، اور وہ گناہ کے درجے کا نہیں تھا، یہ محض ایک غیر اختیاری وسوسہ تھا جو گناہ نہیں کہا

جا سکتا، پھر اس گناہ کے وسوسے کے خلاف عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا درجہ اور زیادہ اونچا ہو گیا۔

فرشتے حیرت میں

حدیث میں ہے کہ ایک عجیب واقعہ ہو رہا ہے: اِدھر اللہ کے نبی، اُدھر وہ عورت، آسمان پر اللہ کے فرشتے اللہ سے کہہ رہے ہیں کہ: اے اللہ! آپ کا ایک مخلص بندہ یعنی یوسف گناہ کے خیال میں ہے؛ حالاں کہ وہ اس گناہ کے وبال کو خوب جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: انتظار کرو! آگے کیا ہوتا ہے؟ اگر میرا بندہ گناہ کرے تو جیسا کیا وہ گناہ لکھنا اور اگر وہ میرے ڈر سے گناہ سے دور ہو جائے تو اس کے اعمال نامے میں نیکی لکھ دینا؛ اس لیے کہ گناہ کا موقع ہے، پھر بھی وہ اللہ کے ڈر سے گناہ سے بچ کر دور ہو گیا۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب اذا ھم العبد بحسنة، حدیث: ۱۲۹)

ثواب کمانا بہت آسان ہے

دیکھو! نیکی کمانا کتنا آسان ہے، اللہ تعالیٰ کتنے مہربان ہیں، حدیث شریف میں یہ مضمون ہے کہ:

عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الحَسَنَاتِ والسَّيِّئاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلٰى سَبْعِ مِأَةِ ضِعْفٍ إِلٰى أَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً. (بخاری، حدیث: ٦٤٩١)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھی ہیں، پھر ان کی تفصیل بتلائی کہ آدمی نے صرف نیکی کا ارادہ کیا اور وہ نیکی نہیں کی تو اس کے اعمال نامے میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے، اور اگر نیکی کا ارادہ کیا پھر وہ نیک کام کر بھی لیا تو ایک نیک عمل پر (کم از کم) دس نیکی (اور اس کے علاوہ جیسا اخلاص اس کے مطابق) سات سو یا اس سے زیادہ نیکی لکھی جاتی ہے اور (گناہ کا معاملہ یہ ہے کہ) جب آدمی نے گناہ کا ارادہ کیا اور (اللہ کے ڈر سے) گناہ نہیں کیا تو ایک نیکی لکھتے ہیں اور اگر اس نے گناہ کا ارادہ کیا اور وہ گناہ کر بھی لیا تو صرف ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔

گویا گناہ کا ارادہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کے ڈر سے چھوڑ دیا اس پر بھی ثواب ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا﴾

ترجمہ: اور اس عورت (زلیخا) نے اس (یوسف علیہ السلام) کے ساتھ (برے کام کا) پکا ارادہ کر ہی لیا تھا اور یوسف کے دل میں بھی عورت کا تھوڑا سا خیال آیا۔

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں بشری تقاضے سے جو شانِ نبوت کے منافی نہیں ذرا سا خیال آیا اور زلیخا نے تو گناہ کا پکا ارادہ کر لیا؛ اسی لیے دو الگ الگ فعل آئے ہیں۔ اگر دونوں کا خیال اور ارادہ ایک ہی درجے کا ہوتا تو قرآن میں تثنیہ کا صیغہ ''هَمَّا'' ہوتا؛ حالاں کہ دونوں کے لیے الگ الگ صیغے استعمال ہوئے۔

حفاظت کا غیبی انتظام

﴿لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ﴾

ترجمہ: اور اگر وہ (یوسف علیہ السلام) اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے تو اس (یوسف علیہ السلام) کے دل میں بھی عورت کا خیال آتا (یعنی اس عورت کی طرف میلان کے بڑھنے کا اندیشہ تھا)

اس کمرے میں- جہاں کوئی نہیں تھا- اچانک قدرتی طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کی نظر چھت پر گئی تو چھت پر انھوں نے اپنے ابا جان حضرت یعقوب علیہ السلام کی تصویر دیکھی جو اپنے منہ میں انگلی دبائے کھڑے ہیں؛ گویا اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے ہیں کہ: بیٹا! گناہ سے خود کو بچاؤ، گناہ کے قریب مت جاؤ، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی غیبی حفاظت کا سامان ہوا۔ (طبری:۷/۱۸۷-۱۸۵)

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ: وہاں عزیزِ مصر؛ یعنی زلیخا کا شوہر قدرتی طور پر آپ کو نظر آیا؛ حالاں کہ وہ وہاں نہیں تھا، حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے کہا کہ: دیکھ! یہ تیرا شوہر ہے، کیا تو اس کے سامنے یہ غلط کام کر رہی ہے! (طبری:۷/۱۸۸)

بعض روایتوں میں ہے کہ: قدرتی طور پر چھت پر ایک آیت نظر آئی؛ حالاں کہ اس زمانے میں قرآن دنیا میں نہیں تھا۔ (طبری:۷/۱۸۸)

وہ آیت یہ تھی:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

ترجمہ: اور تم زنا کے پاس بھی مت جاؤ، یقینی بات ہے کہ وہ (زنا) تو بڑی بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی ''دلیل اور برہان'' دیکھنے کی برکت سے غیر اختیاری گناہ کا خیال اور وسوسہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے دل سے نکل گیا۔

عرش کا سایہ نصیب ہوگا

ایک حدیث میں آتا ہے کہ: جس انسان کو کسی اچھی لڑکی نے سامنے سے گناہ کے لیے بلایا اور وہ بھی تنہائی میں جہاں کوئی نہیں دیکھتا؛ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے یوں کہہ دے: اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ.

میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، میرے مالک سے ڈرتا ہوں۔

جس نے اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے گناہ چھوڑ دیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے جہاں اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہیں ہوگا۔ (بخاری، کتاب المحاربین، باب فضل من ترک الفواحش، حدیث: ۶۸۰۶)

اس لیے اپنے آپ کو گناہ سے بچاؤ! ایسے مواقع پر جب کوئی حسین لڑکی سامنے سے گناہ کے لیے دعوت دے اس کو اپنے لیے سنہرا موقع ہرگز نہ سمجھیں، آج کل ہمارے بعض نوجوان اس کو ''گولڈن چانس'' سمجھتے ہیں اور دوسرے نوجوان بھی اس کو مبارک باد دیتے ہیں کہ تو بہت خوش قسمت ہے کہ تجھے ایسی لڑکی نے سامنے سے دعوت دی؛ لیکن یہ ہرگز گولڈن چانس نہیں ہے؛ بلکہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، ایسے وقت میں اپنے آپ کو گناہ سے بچا لو، اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے۔

تین چیزوں کی پابندی گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ

اِس موقع پر ایک بات سمجھ لیجیے! آج کل گناہوں کا ماحول بہت عام ہے، بہت سے بھائی بہن یہ سمجھتے ہیں کہ گناہ سے بچنا بڑا مشکل ہے؛ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ: انسان کے لیے گناہ سے بچنا بڑا آسان ہے، اگر ہم نے تین چیزوں کی پابندی کر لی تو اللہ تعالیٰ

گناہ سے حفاظت فرمالیں گے:

① ہم گناہ سے بچنے کا پکا ارادہ رکھیں، اگر انسان دل سے پکی نیت اور پکا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں۔

دیکھو! اس قصے میں حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اور نبی معصوم ہوتے ہیں، پھر بھی گناہ سے بچنے کا پکّا ارادہ اور پکّی نیت وہ رکھتے تھے۔

② گناہ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنا ہے: اے اللہ! میں تیرا کمزور بندہ ہوں، یہ نفس، شیطان اور برا ماحول میرے دشمن ہیں، آپ اپنی مہربانی سے میری حفاظت فرمالیجیے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خود اللہ تعالیٰ سے دعا کی: ''معاذ اللہ'' میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت چاہتا ہوں۔

③ گناہ سے بچنے کی پوری کوشش اور محنت کریں، جب انسان پوری پوری محنت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ گناہ سے بچنے میں اس کی مدد کرتے ہیں۔

اخلاص کی برکت سے گناہ سے بچنے میں اللہ کی مدد

حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ سے بچنے کی جو کوشش کی اس کو اللہ تعالیٰ آگے آیت میں بیان فرمارہے ہیں:

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: اسی طرح (یعنی اللہ نے دلیل دکھلا کر اور نبوی عفت کی برکت سے یوسف کو پاک دامنی پر ثابت قدم رکھا) تا کہ ہم یوسف سے برائی اور بے حیائی کو ہٹا دیں،

یقیناً وہ (یوسف) تو ہمارے چُنے ہوئے بندوں میں سے تھے۔

جن بندوں کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی اصلاح کے کام کے لیے چُن لیتے ہیں ان کی گناہوں سے حفاظت فرماتے ہیں۔

اس آیت میں امام ''ابنِ کثیر مکی'' اور ''عبد اللہ ابنِ عامر شامی'' کی قرأت میں مخلصین-لام کے زیر کے ساتھ- ہے۔''مُخْلِص'' کا معنی یہ ہوتا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت اخلاص کے ساتھ کرے، اس میں کوئی غلط نیت نہ ہو وہ مخلص ہے۔ (معارف القرآن: ۵/۵۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جو مرد و عورت اپنے نیک اعمال اور عبادات میں اخلاص والے ہوں گے اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچنے میں ان کی مدد فرمائیں گے۔

اسی طرح آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے اونچے مقام کا بیان ہے کہ: ''ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) نے یوسف سے برائی کو ہٹایا''۔ حضرت یوسف علیہ السلام تو خود گناہ سے ہٹے ہوئے ہی تھے، بس برائی اور بے حیائی خود سامنے سے آئی اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دور فرما دیا۔

رمضان میں ٹی وی پر کپڑا ڈالنا

جس کمرے میں زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دی تھی کہتے ہیں کہ: وہاں ایک بت رکھا ہوا تھا، زلیخا نے پہلے سے اس بت پر پردہ ڈال دیا تھا، حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا: یہاں پردہ کیوں ڈالا؟ (در منثور: ۴/۲۲)

جیسے مسلمان رمضان میں ٹی وی پر کپڑا ڈال دیتا ہے؛ تاکہ رمضان میں ٹی وی

ہم کو نہ دیکھے، سال بھر تو اس کو دیکھیں، رمضان میں وہ ہم کو نہ دیکھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ ”ٹی وی“ کی برائیوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔

ٹی وی یعنی سانپوں کا پٹارہ

ایک مرتبہ محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ ہمارے جامعہ ڈابھیل تشریف لائے، تو آپ نے بیان میں ارشاد فرمایا کہ: ”ٹی، وی“ یعنی سانپوں کا پٹارہ؛ یعنی اس میں جہنم اور قبر کے عذاب کے سانپ بھرے ہوئے ہیں، اس پر کپڑا ڈال لینے سے کام نہیں چلتا، اس کو گھر سے نکالنے ہی میں ایمان واخلاق کی خیریت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے حیا کرنی چاہیے

بہرحال! زلیخا نے کہا: یہ میرا معبود ہے، اس کے سامنے گناہ کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میرے معبود اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ حیا کے مستحق ہیں، کسی طرح کا پردہ میرے اللہ کی نظر کو روک نہیں سکتا۔

دینی ودنیوی عزت کا مقام گناہ سے روکنے والا ہونا چاہیے

اگر اللہ تعالیٰ انسان کو کوئی دینی اعتبار سے اونچا مقام عطا فرمائے یا دنیوی اعتبار سے کوئی اونچا مقام عطا فرمائے تو اس مقام کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس کی خصوصی رعایت کرتے ہوئے اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کا خاص اہتمام کریں۔ گناہ گناہ ہے، برائی برائی ہے، کوئی بھی کرے وہ خطرناک ہے؛ لیکن جس کو اللہ نے کسی مقام ومرتبے سے نوازا ہو تو وہ خصوصیت کے ساتھ اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کا اہتمام کرے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا، یہ دینی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا بہت اونچا مقام ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت ومعرفت عطا فرمائی تو بس! اس دینی اہم مقام کی برکت اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے گناہ سے آپ کی حفاظت ہوگئی۔

آج تو بہت سے لوگوں نے دنیوی مقام ومرتبے کو گناہ کرنے کا ذریعہ ہی بنالیا ہے، اور افسوس تو اس بات پر ہے کہ بہت سے دینی منصب کے حاملین بھی منصب کے تقاضے کو پورا نہیں کرتے اور دینی منصب کی آڑ میں گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرمائے آمین۔

گناہ کی جگہ کو چھوڑ دینا چاہیے

جس کمرے میں زلیخا آپ کو گناہ کی دعوت دے رہی تھی اس پر تالے پڑے ہوئے تھے، اس کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام نے اس جگہ کو چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ کی عجیب شان! جب حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ سے بچنے کی پوری کوشش کی اور دروازے کی طرف دوڑے تو اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد آئی، جیسے ہی دروازے پر پہنچے قدرتی طور پر تالا ٹوٹ گیا اور دروازہ کھل گیا، حضرت یوسف علیہ السلام اسی طرح دوڑتے گئے اور ایک کے بعد ایک قدرتی طور پر تالے بھی ٹوٹتے گئے۔ (روح المعانی:۶/۴۰۸)

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِن دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ

ترجمہ: اور وہ دونوں (یوسف علیہ السلام اور زلیخا) آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑے اور (اس دوڑ بھاگ کے دوران) عورت نے اس (یوسف) کا کُرتہ پیچھے سے (کھینچ کر) پھاڑ ڈالا اور (اسی وقت) دونوں نے (زلیخا کے) شوہر کو دروازے کے پاس (کھڑا ہوا) پایا۔

معلوم ہوا جس جگہ گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو اس جگہ ہی کو چھوڑ دینا چاہیے، جب کہ آج کل لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ گناہ کی جگہوں پر جان بوجھ کر جائیں گے اور جہاں گناہ ہو رہے ہیں وہاں ٹھہر جائیں گے، پھر کہتے ہیں کہ: گناہ سے حفاظت نہیں ہوتی؛ اس لیے جس جگہ بھی گناہ کا امکان ہو اور جو گناہ کے اسباب ہیں ان سے اپنے آپ کو دور رکھو تو ان شاء اللہ! گناہ سے حفاظت ہوگی۔

جمعہ کی نماز کے متعلق حضرت شیخ الہندؒ کا جیل والا واقعہ

جمعہ کے دن نماز کے لیے سعی (کوشش) کرنے کا حکم قرآن میں آیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۹ (الجمعة)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دے دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف فوراً چل پڑو اور خرید نا بیچنا چھوڑ دیا کرو، یہ تمھارے لیے اچھی بات ہے اگر تم سمجھو۔

غالباً حضرت شیخ الہندؒ ہی کا واقعہ ہے کہ مالٹا کی قید کے زمانے میں جب جمعہ کا دن آتا تو اپنی طاقت کے مطابق غسل کرتے، اپنے کپڑے دھو لیتے اور پہنتے، پھر جمعہ کے لیے تیار ہو کر جیل خانے کے دروازے تک جاتے، وہاں پہنچ کر دعا کرتے: یا اللہ! میری طاقت میں اتنا ہی تھا کہ میں جیل کے دروازے تک حاضر ہوں، آگے معاملہ آپ کے اختیار میں ہے۔ اگرچہ جیل کا دروازہ نہیں کھُلا؛ مگر اس کے باوجود آپ ہر جمعہ کو مسلسل یہ عمل کرتے رہے۔

معلوم ہوا کہ ہمیں مسلسل کوشش کرنی ہے، نتیجہ ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔اس واقعے پر حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے عجیب جملہ لکھا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ کی رحمتِ عامّہ سے کچھ بعید نہ تھا کہ ان کی کرامت سے جیل کا دروازہ کھل جاتا اور یہ (باہر کسی مسجد میں جا کر) نمازِ جمعہ ادا کرتے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے اس بزرگ کو وہ مقامِ عالی عطا فرمایا جس پر ہزاروں کرامتیں قربان ہیں''۔

بہرحال! زلیخا نے جب دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام (خود کو گناہ سے بچانے کے لیے) بھاگ رہے ہیں تو وہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے پیچھے دوڑی، دوڑتے دوڑتے زلیخا نے پیچھے سے حضرت یوسف علیہ السلام کو ہاتھ مارا تو حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیچھے سے پھٹ گیا، جب بھاگتے بھاگتے آخری دروازے پر پہنچے تو وہاں اچانک زلیخا کا شوہر کھڑا تھا۔(مظہری:۵/۲۵)

نبی کسی کی برائی ظاہر نہیں کرتے

نبی کی شان یہ ہے کہ کسی کی برائی کو دیکھا تو اس کو لوگوں کے سامنے کھولتے نہیں؛ بلکہ اس کو چھپاتے ہیں، یہ تو ہمارے مزاج بگڑے ہوئے ہیں کہ ذرا سی کوئی بات دیکھی تو پورے محلے میں چرچا کر ڈالتے ہیں، گناہ اور بے حیائی کا چرچا اور اس کو پھیلانے کی کوشش کرنا بھی گناہِ کبیرہ ہے، اور یاد رکھو! آج کسی کا گناہ اور عیب ظاہر کروگے اور پھیلاؤگے تو کل کوئی آدمی ایسا نکلے گا جو لوگوں کے سامنے تمھارے عیب کو بھی کھولے گا، یہ اللہ تعالیٰ کا غیبی نظام ہے، جیسی کرنی ویسی بھرنی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.(البخاری، کتاب المظالم ،باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلم، عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حدیث ۲۴۴۲)

ترجمہ: جو شخص کسی مسلمان کا عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب چھپائیں گے۔

جلالین شریف کے حاشیہ میں ایک عجیب جملہ لکھا ہوا ہے:

قَالَ الْعَارِفُوْنَ: مِنْ أَسْبَابِ سُوْءِ الْخَاتِمَةِ عِنْدَ الْمَوْتِ "اَلْخَوْضُ فِي أَعْرَاضِ الْمُؤْمِنِيْنَ". (جلالین: ۴۵۳)

ترجمہ: موت کے وقت سوئے خاتمہ کے اسباب میں سے ایک سبب مؤمنین کی عزتوں سے کھلواڑ کرنا بھی ہے۔

زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگانا

حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی تھے، آپ میں نبوی شرافت تھی، شاید آپ زلیخا کے قصور کو چھپانا چاہتے تھے؛ لیکن شروعات زلیخا نے کی، اس نے دیکھا کہ میرا شوہر مجھ سے ناراض ہو جائے گا؛ اس لیے اس نے سیدھا الزام حضرت یوسف علیہ السلام پر ڈال دیا، کیسی ناپاک چال چلی؟ کہنے لگی:

مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: جو (غلام) تمھاری بیوی سے بُرے کام کرنے کا ارادہ کرے اس کی سزا یہی ہے کہ اس کو جیل میں ڈال دیا جائے یا (اس کو) کوئی دردناک سزا دی جائے۔

غلط تہمت پر صفائی دینا نبیوں کا طریقہ ہے

جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت آئی تو آپ چپ نہیں رہے، اِس سے معلوم ہوا کہ جب غلط تہمت آئے تو اس پر صفائی دینی چاہیے، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

﴿قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي﴾

ترجمہ: وہ (یوسف علیہ السلام) کہنے لگے کہ: یہ عورت خود اپنی طرف مجھے مائل کرنے کے لیے پھسلاتی تھی۔

معلوم ہوا کہ کسی پر کوئی غلط تہمت لگائی جائے تو اس کی صفائی پیش کر دینا یہ نبیوں کا طریقہ ہے، ایسے موقع پر خاموش رہنا ایسا ہے کہ کوئی آدمی خود اپنے آپ کو مجرم قرار دیوے۔

عزیزِ مصر کی پریشانی اور سنجیدگی

یہاں دو باتیں الگ الگ ہو گئیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ: زلیخا مجھے پھنسا رہی تھی اور زلیخا کہہ رہی ہے کہ: یوسف مجھے پھنسا رہا تھا، اب زلیخا کا شوہر پریشان کہ کس کی بات مانے؟

ایسے موقع پر آدمی بھڑک جاتا ہے، یہ آدمی کی بہت بڑی کمزوری ہے، ایک طرفہ بات سن کر بھڑک جانا، یا اپنوں کی بات سن کر بغیر تحقیق کیے اس کو صحیح مان کر کوئی فیصلہ کر دینا ہرگز صحیح نہیں ہے، پوری تحقیق دونوں طرف سے کرو، نہ غصّہ ہونا ہے نہ بھڑکنا ہے، ٹھنڈے دماغ سے فیصلہ کرو گے تو ان شاء اللہ! صحیح فیصلہ کرو گے۔

ایسے موقع پر دوسری غلطی آدمی یہ کرتا ہے کہ اپنے گھر والوں کی بات سنتا ہے اور دوسروں کو جھٹلاتا ہے، یہ موقع تھا کہ عزیزِ مصر اپنی بیوی کی بات مان کر غصہ ہو جاتے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو بچانا تھا؛ اس لیے وہ غصہ نہیں ہوئے؛ بلکہ ٹھنڈے دماغ سے انھوں نے بات سوچی کہ: ایک میری بیوی کی بات ہے اور ایک یوسف کی بات ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں وہ جانتے تھے کہ یہ کوئی

معمولی آدمی نہیں ہے؛ اسی لیے تو اس نے کہا تھا کہ:

﴿أَكْرِمِي مَثْوٰىهُ﴾ کہ یوسف کو اچھی طرح رکھنا۔

گویا زلیخا کے شوہر کا غصے سے مشتعل نہ ہونا، نہ بھڑکنا، نہ گالی گلوچ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مدد ہے۔

شوہر کے لیے ایک اہم نصیحت

بہت سے لوگ آج کے دور میں بے غیرت ہوتے ہیں کہ بیوی، بیٹی غلط کام کرے، ناجائز تعلق رکھے، پھر بھی وہ چلا لیتے ہیں، یہ بڑی بے غیرتی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ ایسی بے غیرتی سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

بہر حال! اب زلیخا کے شوہر کے لیے فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ یوسف سچے ہیں یا میری بیوی سچی ہے۔

ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ کی اپنے نیک بندوں کی مدد

اللہ تعالیٰ ایسے مشکل مواقع پر اپنے نیک بندوں کی غیب سے مدد فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ایک غیبی مدد آئی۔

جہاں یہ قصہ ہوا وہاں کوئی نہیں تھا، صرف زلیخا تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام تھے؛ لیکن ایک چھوٹا دودھ پیتا بچہ گہوارے میں سویا ہوا تھا۔

چھوٹے بچوں کے سامنے احتیاط کرنا چاہیے

یہاں ایک بات یاد رکھو! ہمارے گھروں میں بھی چھوٹے چھوٹے بچے ہوتے

ہیں، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو بہت چھوٹا بچہ ہے یہ کیا سمجھتا ہے؟ یہ کیا سنتا ہے؟ یہ ہماری بہت بڑی غلطی ہے، بچپن میں اس کی آنکھ دیکھنے کا کام کر رہی ہے، جو کچھ وہ دیکھتا اور سنتا ہے وہ اس کے دماغ میں محفوظ ہو جاتا ہے، پھر جب اس کی عمر تین یا چار سال کی ہوتی ہے تب وہ بولنا شروع کرتا ہے اور وہی باتیں بولتا ہے جو اس کے دماغ میں پہلے سے محفوظ ہوتی ہیں، بچوں کی حالت ریکارڈر (Recorder) کی طرح ہے، یہ ٹیپ ریکارڈر جب ریکارڈ کرتا ہے تو کچھ نہیں بولتا، صرف سنتا ہے، جب اس کا ٹائم پورا ہو جاتا ہے تو پھر بولنا شروع کرتا ہے اور وہ وہی بات بولے گا جو اس کے اندر ریکارڈ ہوئی ہے۔

اس لیے کتابوں میں ایک بات لکھی ہے کہ: ماں باپ کو اپنے چھوٹے بچوں کے سامنے غلط باتیں نہیں بولنی چاہیے، چاہے دودھ پیتا بچہ ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح جہاں چھوٹے بچے ہوں وہاں ہمیں اپنی ضروریات: جماع اور جماع سے پہلے کے کام بھی نہیں کرنے چاہیے، جیسے ہم بیڈ روم میں سوتے ہیں اور چھوٹے بچے کو بھی وہیں سلاتے ہیں تو اگر معلوم ہو کہ یہ بچہ جاگ رہا ہے تو ایسی حالت میں جماع بھی نہیں کرنا چاہیے۔

غرض یہ کہ بچوں کے سامنے اس طرح کے کام ان کے اخلاق پر برے اثرات ڈالتے ہیں۔

دودھ پیتے بچے کی عجیب گواہی

بہر حال! اللہ تعالیٰ نے اپنے معصوم نبی کی حفاظت کے لیے معصوم اور دودھ پیتے بچے کو تیار فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اس کو زبان عطا فرمائی اور وہ بولنے لگا جس میں دو معجزے ہیں: ایک تو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف داری میں معصوم بچے کا بولنا اور دوسری ایسی

بات بولنا کہ بڑے بڑے عقل مند لوگ ایسی بات نہیں بول سکتے۔

یہ معصوم بچہ یوں بھی بول دیتا کہ: زلیخا گنہگار ہے، یوسف معصوم ہے تو بھی حضرت یوسف علیہ السلام کامیاب ہوجاتے؛ لیکن وہ بچہ ایسی دوٹوک بات بولا کہ دنیا کے بڑے بڑے عقل منداور ہوشیار لوگوں کی عقلیں حیران رہ جائے اور انصاف کرنے والا بھی انصاف کرنے پر مجبور ہوجائے، فرمایا:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٢٦﴾ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٧﴾

ترجمہ: اور اس (عورت) کے خاندان والوں میں سے ایک (چھوٹے بچے) نے گواہی دی، اگر اس (یوسف) کا کرتہ آگے کی طرف سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور وہ (یوسف) جھوٹوں میں سے ہے ﴿۲۶﴾ اور اگر اس (یوسف) کا کرتہ پیچھے کی طرف سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور وہ (یوسف) سچوں میں سے ہے۔

یعنی یوسف کا کرتہ دیکھو کہ کہاں سے وہ پھٹا ہے، اگر یوسف کا کرتہ آگے سے پھٹا ہو تو سمجھ لینا کہ یوسف نے زلیخا پر زبردستی کی ہے، زلیخا بے قصور ہے اور اگر پیچھے سے پھٹا ہوا ہو تو یہ سمجھ لینا کہ زلیخا جھوٹی ہے، یوسف سچے ہیں۔ (طبری: ۷/۱۹۱-۱۹۴)

اس لیے کہ یوسف تو زلیخا سے دور رہنا چاہتے تھے، زلیخا نے ہی زبردستی کی، پیچھے سے کھینچا اور برے کام کی طرف بلایا۔

زلیخا کا شوہر تو منسٹر تھا، ہوشیار آدمی تھا، اس نے کہا کہ: واقعی بات تو صحیح ہے، جب اس نے کرتہ دیکھا:

﴿فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ﴾

ترجمہ: سو جب اس (عزیز) نے (سچائی کا فیصلہ کرنے کے لیے) اس (یوسف) کے کرتے کو دیکھا تو وہ پیچھے سے پھٹا ہوا تھا۔

زلیخا کے شوہر نے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ دیکھا تو وہ تو پیچھے سے پھٹا ہوا تھا، سو بات ثابت ہوگئی کہ زلیخا جھوٹی ہے، وہی پھنسانا چاہتی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام بے گناہ اور سچے آدمی ہے۔

آگے سے پھٹا ہوا ہونا یہ مجرموں کی علامت

دیکھو! ایک نکتہ (لطیفہ) بتاتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے میں جو فیصلے کی بات آئی اس میں یہ کہا گیا کہ: اگر پہنا ہوا کپڑا آگے سے پھٹا ہوا ہو تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ مرد نے قصور کیا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ تو پیچھے سے پھٹا ہوا تھا، اور آپ حقیقت میں بے قصور تھے؛ لیکن اس سے یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ: آج کل کے نوجوان لڑکے، لڑکیوں میں چین والی پینٹ پہننے کا عام رواج ہے اور یہ چین بے موقع بھی کھلتی رہتی ہے، تو یہ بھی آگے سے پھٹا ہوا ہونے ہی کی ایک شکل ہے، اس پر غور کرنا چاہیے کہ اس سے وہ کہیں خود کو مجرم تو ثابت نہیں کر رہے ہیں؟

لہذا اس طرح چین والی پینٹ پہننے کے بجائے اسلامی کامل لباس اختیار کرنے میں پاک دامنی اور حیا ہے؛ اس لیے اسلامی لباس اختیار کرنے چاہیے۔

بچپن میں بولنے والے چار بچے

حدیث میں ہے: بچپن میں چار بچوں کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کی طاقت عطا فرمائی:

① ایک یہی بچہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگی تو اس موقع پر گواہی دی۔

② اللہ تعالیٰ کی نیک بندی حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر جب لوگوں نے زنا کی تہمت لگائی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دودھ پینے کی حالت میں بولنے لگے۔

③ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام آیا تو فرعون کی بیوی کو جو عورت کنگھی کرتی تھی اس کنگھی کرنے والی عورت کے بچے نے بولنا شروع کر دیا۔

④ بنی اسرائیل کے زمانے میں ایک اللہ کے ولی حضرت جریج رحمہ اللہ پر جب تہمت لگی تھی تو ایک دودھ پیتا ہوا بچہ بولنے لگا تھا۔ (عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، مسند احمد، حدیث: ۲۸۲۱)

خاموش گواہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت کا اعلان اللہ تعالیٰ کی طرف سے گھوارے میں سوئے ہوئے ایک بے زبان بچے کو زبان عطا فرما کر کروا دیا گیا، اِس سے ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ آج بہت ساری چیزوں کو ہم بے زبان اور بے جان سمجھتے ہیں؛ لیکن وہ تمام کی تمام چیزیں ایک روز اللہ تعالیٰ کے یہاں گواہی دیں گی۔

جس جگہ آدمی گناہ کرے تو وہ جگہ، یا کمرے کے در و دیوار اور جو چیزیں گناہ کی جگہ پر رکھی ہوئی ہیں وہ تمام چیزیں گناہ پر گواہ بن سکتی ہیں، خود انسان کا بدن بھی گناہ پر گواہی دے گا، یہ تمام چیزیں اگرچہ خاموش اور بے شعور ہیں؛ لیکن یہ تمام چیزیں گواہ بنیں گی؛ اس لیے کسی جگہ بھی گناہ کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ڈر دل میں رہے تو گناہ سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

عورتوں کا مکر

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ زلیخا جھوٹی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام سچے ہیں تو زلیخا کا شوہر کہنے لگا:

﴿اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ﴾

ترجمہ: یقیناً تم عورتوں کی مکاری تو بڑی ہی ہوتی ہے۔

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ کچھ عورتوں کی سازش، حیلے، کسی کو پھسلانے کی پلاننگ بڑی بھاری ہوا کرتی ہے؛ یعنی جو عورتیں مکر کرنے میں حیلوں، بہانوں میں اور گندی سازشوں میں لگی رہتی ہیں ان کے حیلے شیطان سے بھی زیادہ خطرناک ہیں؛ اس لیے کہ عورتوں کا ظاہر نرم و نازک اور پرکشش ہوتا ہے؛ اس لیے دیکھنے والوں اور سننے والوں کو جلدی یقین آجاتا ہے۔

اور شیطان کے حیلے کے متعلق قرآن میں ارشاد ہے:

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿٧٦﴾ (النسا)

ترجمہ: یقیناً شیطان کا مکر کمزور ہوتا ہے۔

حدیث میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کی بات ارشاد فرمائی ہے کہ:

إِنَّ كَيْدَ النِّسَاءِ أَعْظَمُ مِنْ كَيْدِ الشَّيْطَانِ. (تقریب التہذیب: ۲۱۰/۲، قرطبی: ۱۱۵/۹)

ترجمہ: عورتوں کا مکر شیطان کے مکر سے زیادہ ہوتا ہے۔

گویا قرآن و حدیث دونوں میں شیطان کے مکر کو کمزور اور عورتوں کے مکر کو بہت بڑا کہا گیا؛ اگرچہ تمام عورتیں ایسی نہیں ہوتیں۔

شیطان کا جال، عورتوں کی چال

جب ابلیس کو اللہ تعالیٰ کے دربار سے نکالا گیا تو اس نے قسم کھائی:

فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ (ص)

اے اللہ! آپ کی عزت اور جلال کی قسم! میں ان تمام انسانوں کو گمراہ کروں گا؛ مگر ان میں سے تیرے چنے ہوئے بندے (وہ محفوظ رہیں گے)

اس کے بعد ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ: مجھے انسان کا شکار کرنے اور گناہوں میں پھنسانے کے لیے ایک مضبوط جال کی ضرورت ہے جس میں پھنسنے کے بعد وہ نکل نہ سکے، اللہ تعالیٰ نے شیطان کے سامنے مختلف جالیں پیش فرمائیں:

① اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے شیطان کے سامنے سونے، چاندی اور گھوڑوں کی جال پیش فرمائی کہ تو ان چیزوں کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کر سکتا ہے؛ لیکن شیطان کہنے لگا: یہ جال ہے تو اچھا؛ لیکن جیسا چاہیے ویسا نہیں ہے اور اس نے اپنا منہ چڑھا لیا۔

② پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے سامنے کانوں (معادن) میں سے نکلنے والے قیمتی جواہرات پیش کیے۔

شیطان نے کہا: مجھے اس سے بہتر کوئی جال چاہیے۔

③ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو میٹھے تیل، چربی دار کھانے، مہنگی شراب، قیمتی ریشمی کپڑے دکھائے کہ اس جال کو پسند کر لے۔

شیطان نے کہا: میں اس سے بھی مضبوط جال چاہتا ہوں جس سے انسان کو ایسی مضبوط رسی میں باندھوں کہ وہ توڑ کر تیرے دروازے کی طرف دوڑ نہ سکے۔

④ پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے سامنے شراب اور (باطل) جنگ کے سامان دکھلائے۔

ان سامان کو دیکھ کر شیطان آدھا خوش ہوا، کچھ مسکرایا اور کچھ سمجھا کہ یہ جال پہلے جالوں سے بہتر ہے؛ یعنی لوگوں کو لڑوا کر جھگڑوا کر، ظالموں سے بے قصوروں کا قتل کروا کر میرا کچھ کام چلے گا؛ مگر ان چیزوں سے شیطان آدھا ہی خوش ہوا، پورا خوش نہ ہوا، شیطان اس سے بھی بڑی کوئی بھاری چیز چاہتا تھا۔ شیطان کی نئی درخواست یہ تھی کہ: اللہ! مجھے کوئی ایسا مضبوط جال دیجیے جس سے لوگوں کا (نیکی کا) معاملہ ختم ہی ہو جائے اور میں لوگوں کے منہ میں ایسی لگام لگا دوں کہ ان کو جدھر چاہوں اُدھر کھینچتا پھروں اور وہ اس سے اپنا سر اِدھر اُدھر پھرا بھی نہ سکیں۔

⑤ اخیر میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کو عورتوں کا حسن و جمال دکھایا جو مردوں کی عقل اور صبر کو ختم کر دیتا ہے۔

جب شیطان کو عورتوں کا حسن و جمال دکھایا گیا تو ناچنے لگا، چٹکیاں بجانے لگا اور شیطان سمجھ گیا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا، عرض کرنے لگا: اللہ! یہ جال مجھے جلدی دے دیجیے؛ اس لیے کہ شیطان نے دیکھ لیا تھا کہ:

عورت کی آنکھیں ایسی خمار سے بھری ہوتی ہیں کہ انسان کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے، انسان عورت کے نشے میں اندھا ہو جاتا ہے۔

اور عورت کے گالوں کی صفائی اور خوب صورتی دلوں کو جھلسا کر رکھ دیتی ہے جس طرح حرمل آگ میں جلائی جاتی ہے (حرمل کو عود کی طرح جلایا جاتا ہے)

اور شیطان نے یہ دیکھا کہ ان کا چہرا، ان کی چمڑی، ان کی بھنویں اور عقیق جیسے

لال لال ہونٹ اس طرح چمک رہے ہیں جیسے سورج باریک پردے کے پیچھے سے چمک رہا ہو۔

اور عورت کا جسم ایسا ہے جیسے کہ ''سرو'' کا درخت چمن میں جھوم رہا ہو۔

اور چہرہ یاسمین اور نسترن کے پھول کی طرح ہے۔

جب شیطان نے یہ چیز دیکھی تو اچھل پڑا اور کہنے لگا کہ: بس بس! یہ میرے لیے کافی وشافی ہے۔

گویا جب شیطان کو گمراہ کرنے کے لیے عورت ملی تو بہت خوش ہوا۔

یہ واقعہ علامہ رومیؒ نے مثنوی میں اور مثنوی سے حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ نے ''سیرتِ مصطفیٰ'' میں نقل فرمایا ہے۔ (سیرت مصطفی جلد: ۳، ص: ۲۳۶-۲۳۹)

عزیزِ مصر کی یوسف علیہ السلام سے معاف کرنے کی اور زلیخا سے معافی مانگنے کی درخواست

خلاصہ یہ ہے کہ عزیزِ مصر سمجھ گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بے قصور ہیں اور اس کی بیوی ہی قصوروار ہے؛ اس لیے وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے درخواست کرتا ہے کہ:

يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا.

ترجمہ: (عزیز نے کہا) یوسف! اس بات کا چرچا اب جانے دو (یعنی بند کرو)

یوسف! میں منسٹر آدمی ہوں، اگر شہر میں لوگوں کو پتا چل گیا کہ میری بیوی نے ایسا کام کیا تو میری بے عزتی ہوگی؛ اس لیے تو اس بات کو بھول جا اور یہ بات باہر کسی کو مت کہنا۔ پھر اپنی بیوی سے کہا:

وَاسۡتَغۡفِرِیۡ لِذَنۡۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنۡتِ مِنَ الۡخٰطِـِٕيۡنَ ۝۲۹

ترجمہ: اور اے عورت! تو اپنے گناہ پر (اللہ تعالیٰ سے اور اپنے شوہر اور یوسف سے) معافی مانگ، یقینی طور پر تو ہی گنہگاروں میں سے ہے۔

یعنی یوسف تو بے گناہ ہے، تو نے اس سے برا کام کرنے کا ارادہ کیا اور اسی پر تہمت لگائی؛ اس لیے تو اس سے معافی مانگ، اگر ان کا دل دکھ گیا تو تیری زندگی برباد ہو جائے گی۔

اللہ کے نیک بندے کا دل ہرگز نہ دکھانا

اِس موقع پر ایک خاص بات بتلا دوں کہ: کبھی کسی اللہ کے نیک بندے کا دل مت دکھانا، اگر تم ان پر الزام لگاؤ گے تو وہ تو صبر کر کے چپ بیٹھ جائیں گے، آپ سے بدلہ نہیں لیں گے؛ لیکن ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ بدلہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ بدلہ لیں گے تو دنیا بھی برباد ہو جائے گی اور آخرت بھی برباد ہو جائے گی۔

آخر بات پھیل ہی جاتی ہے

یہ پورا قصہ گھر کی چار دیواری میں ہوا؛ لیکن کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ چھپانے سے چھپتی نہیں، پھیل جاتی ہیں، جیسے کسی سے محبت ہو جائے تو ظاہر ہو ہی جاتی ہے، اور شادی کا رشتہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے، اسی طرح یہ بات بھی آہستہ آہستہ شہر میں پھیل گئی، ان میں خاص طور پر مصر کے بڑے افسروں کی فیملی میں یہ بات زیادہ مشہور ہوگئی اور اونچے خاندان کی پانچ عورتیں خاص طور پر آپس میں چپکے چپکے باتیں کرنے لگیں کہ:

وَقَالَ نِسۡوَةٌ فِى الۡمَدِيۡنَةِ امۡرَاَتُ الۡعَزِيۡزِ تُرَاوِدُ فَتٰٮهَا عَنۡ نَّفۡسِهٖ ۚ قَدۡ

شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اور شہر میں چند عورتیں (آپس میں) باتیں کرنے لگیں کہ: عزیز کی بیوی (یعنی زلیخا) اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اپنے غلام کو پھسلاتی ہے، اس (غلام یوسف) کی محبت اس عورت (یعنی عزیز کی بیوی) کے دل میں بیٹھ گئی ہے، ہم تو یقینی طور پر یہ مانتے ہیں کہ وہ (عزیز کی بیوی) کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

یعنی ہمارے وزیر کی بیوی کیسی عجیب عورت ہے کہ اس نے اپنے غلام کے ساتھ خواہش پورا کرنے کا پلان بنایا، اس کے دل میں اس نوکر کی محبت بیٹھ گئی ہے۔

اِس آیت میں ''فتاھا'' کا لفظ ہے؛ یعنی غلام کی نسبت زلیخا کی طرف کی گئی ہے؛ حالاں کہ حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے شوہر کے غلام تھے؛ لیکن ہمارے عرف ورواج میں شوہر کی چیز بیوی کی چیز بھی کہی جاتی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے شوہر سے تحفے میں لے لیا ہو۔

چپکے چپکے بات مناسب نہیں

جب کسی کی کوئی برائی سنے تو چپکے چپکے اس کا چرچا نہیں کرنا چاہیے، اگر آپ کے متعلق کوئی معاملہ ہے یا آپ کی ذمے داری میں آنے والی کوئی بات ہے تو جس کے متعلق آپ نے کوئی بات سنی ہے، اس کے پاس جا کر تحقیق کر لینی چاہیے، ایسے بھی حدیث میں فرمایا گیا ہے:

اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ. (ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی النصیحة، حدیث: ۴۹۱۸)

ترجمہ: ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے آئینہ ہوتا ہے۔

مصری عورتوں کے چرچے کی اصل بنیاد

اندازہ یہ ہے کہ ان عورتوں کے چرچے کی بنیاد یہ تھی کہ: زلیخا نے اپنے ہی غلام کے ساتھ برا کام کرنے کا پلان کیا، اگر وہ اپنے مرتبے کے کسی آدمی سے ناجائز تعلقات قائم کرتی تو کچھ بات سمجھ میں بھی آتی، یہ کہہ کر ان عورتوں نے زلیخا کو طعنہ مارنا شروع کیا۔

حالاں کہ یہ کام شریعت میں خود اپنی جگہ برا تھا، چاہے نوکر کے ساتھ کرے، چاہے کسی اور آدمی سے کرے، ہماری شریعت نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ نکاح اور شادی کے بغیر کوئی عورت کسی مرد سے کوئی غلط تعلق نہ رکھے، اسی طرح کوئی مرد کسی پرائی عورت سے بغیر نکاح کے غلط تعلق نہ رکھے؛ لیکن آگے والی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں اُس زمانے کے شاہی خاندان میں ایسا ناجائز کام کرنا کوئی غلط کام نہیں تھا، بے حیائی اور بے شرمی عام تھی؛ اس لیے ان کو اعتراض اِس پر تھا کہ اتنے بڑے وزیر کی بیوی ہو کر ایک غلام کے ساتھ غلط تعلق قائم کرنا چاہتی ہے۔

زلیخا کو چرچے کا پتا چلنا اور اس کی جوابی چال

جب چرچا ہونے لگا تو بات پھیلتے پھیلتے زلیخا کے کان میں بھی پہنچی، زلیخا نے سوچا کہ میں ان عورتوں کو بتلاؤں کہ جس غلام کی محبت میرے دل میں آئی ہے وہ کیسا غلام ہے! اس نے ان شہر کی عورتوں کو بتانے کے لیے ایک شاندار پلاننگ کی:

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا.

ترجمہ: پھر جب اس (عزیز کی بیوی) نے شہر کی عورتوں کی فریب سے بھری

ہوئی باتوں کو سنا تو ان کو بلا بھیجا اور ان (عورتوں) کے لیے تکیہ لگی ہوئی بیٹھک (یعنی مجلس) تیار کی اور ان (عورتوں) میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دی۔

جب زلیخا نے یہ بات سنی کہ سب عورتیں میرے خلاف باتیں کر رہی ہیں تو سب عورتوں کو دعوت نامہ بھیجا اور سب کو بلوایا اور ایک شاندار مجلس سجائی جس میں بہترین تکیے، شاندار ڈیکوریشن کا انتظام کیا، جب شہر کی عورتیں آ گئیں، سب کو اس پارٹی ہال میں بٹھایا اور پھر سب کے سامنے کھانا رکھا اور کھانا رکھنے میں زلیخا نے چالاکی کی کہ کچھ کھانا تو تیار رکھا اور کچھ کھانا ایسا رکھا کہ جو اپنے ہاتھ سے چھری سے کاٹ کر کھانا پڑے، مثال کے طور پر پھل رکھ دیے اور اس کے کاٹنے کے لیے پلیٹوں میں تیز چھریاں رکھ دیں، اب ظاہر میں تو یہ لگ رہا ہے کہ پھل کاٹنے کے لیے زلیخا نے چھریاں رکھی ہیں؛ لیکن اس کا مقصد کچھ اور ہے جو آگے آیت میں آ رہا ہے۔

مہمان کے سامنے پھل رکھنے کا ایک ادب

اِس سے معلوم ہوا کہ: مہمان کے سامنے پھل کاٹ کر نہیں رکھنے چاہیے؛ بلکہ پورے رکھنے چاہیے اور اس کے ساتھ چھری رکھ دیں؛ تاکہ جونسا پھل پسند ہو اس کو کھالے اور جو پسند نہ ہو وہ نہ کھائے؛ چوں کہ کاٹنے کے بعد نہ کھائے تو پھل بگڑ جاتے ہیں، خراب ہو جاتے ہیں؛ اس لیے پھل رکھنے کا ادب یہ بتایا کہ مہمان کے سامنے پھل کاٹے بغیر رکھو اور ساتھ میں چھری رکھ دو۔

زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام کو کمرے میں آنے کا حکم دینا

کھانا شروع ہوا، اب وہ عورتیں پھل لے کر کاٹنے کی تیاری کر رہی ہیں، عین

اسی موقع پر زلیخا نے ایک زوردار کھیل کیا، حضرت یوسف علیہ السلام کسی اور روم میں تھے، زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو حکم کیا:

﴿وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ﴾

ترجمہ: اور اس (عزیز کی بیوی) نے (یوسف علیہ السلام سے جو اس وقت دوسری جگہ تھے) کہا کہ: باہر نکل کر کے اُن (عورتوں) کے سامنے آؤ!

حضرت یوسف علیہ السلام کو کیا پتا کہ مقصد کیا ہے؟ یہ سمجھے کہ کوئی برا مقصد نہیں ہوگا؛ لہذا تشریف لائے اور جب داخل ہوئے تو اندازہ ہوا کہ زلیخا کی پلاننگ کیا تھی؟ اس لیے ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مصری عورتوں کا حال

جب حضرت یوسف علیہ السلام کا نورانی چہرہ محفل میں بیٹھی ہوئی عورتوں نے دیکھا تو ان کا جو حال ہوا اگر قرآن میں نہ ہوتا تو ہمیں یقین نہ آتا؛ کیوں کہ اللہ اور رسول کی بات پر ہم کو کامل یقین ہے، اس کے سامنے ہم اپنی عقل کی بات بھی چھوڑ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ﴾

ترجمہ: سو جب ان عورتوں نے ان (یوسف علیہ السلام) کو دیکھا تو (عجیب حسن دیکھ کر) ان کو بہت بڑا سمجھا، اور ان عورتوں نے اپنے ہاتھوں (کی انگلیوں) کو کاٹ دیا۔

یعنی جب حضرت یوسف علیہ السلام اس مجلس میں تشریف لائے اور مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن اور خوب صورتی کو دیکھا تو حیران رہ گئیں اور ایسی حیران

رہ گئیں کہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھیں، پھل کاٹ رہی تھیں اس سے ذہن پورا ہٹ کر حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرے کو دیکھنے میں لگ گیا اور پھل کاٹنے کے بجائے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ ڈالیں اور تمام عورتیں اپنی زبان سے کہنے لگیں:

وَقُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيۡمٌ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: اور (آپس میں) کہنے لگیں: حَاشَ لِلّٰه (یہ یوسف تو اللہ واسطے گناہ سے دور ہے)، یہ (یوسف) کوئی انسان نہیں ہے، یہ تو کوئی بڑا بزرگی والا فرشتہ ہے۔

یعنی اتنی چمک اور نورانیت، اتنا حسن اور خوب صورتی کسی انسان میں ہو ہی نہیں سکتی، یہ تو آسمان سے اترا ہوا کوئی معزز فرشتہ ہے۔

ایک اہم نکتہ

یہاں ایک نکتہ یاد رکھو! ایک تو ہے غریب گھر کی عورتیں جنھوں نے کوئی نعمت نہیں دیکھی وہ نعمت دیکھ کر دنگ رہ جائے تو وہ ایک الگ بات ہے؛ لیکن یہ تو شاہی خاندان کی عورتیں تھیں جنھوں نے کیا کچھ نہیں دیکھا ہوگا؟ انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ایسی حیران رہ گئیں کہ پھل کے بجائے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔

اگر میرے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مصر کی عورتیں دیکھ لیتیں تو!

اب ایک حدیث سناتا ہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: مصر کی عورتوں نے تو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور انگلیاں کاٹ ڈالیں، اگر وہ میرے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتیں تو اپنے دل کے ٹکڑے کر کے رکھ دیتیں۔ (خصائلِ نبوی:۱۶)

کتنی عجیب بات ارشاد فرمائی! اس سے اندازہ لگاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے

حضور ﷺ کو کیسا خوب صورت بنایا ہوگا! کیسا حسن و جمال دیا ہوگا!

حسنِ یوسف ، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری	آں چہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

زلیخا نے طعنوں کا جواب دیا

جب ان عورتوں نے انگلیاں کاٹ ڈالیں تو اب زلیخا کو بولنے کا موقع ملا:

﴿قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ﴾

ترجمہ: وہ عورت (یعنی عزیز کی بیوی) بولی: یہی تو وہ (غلام) ہے جس کے بارے میں تم مجھ کو ملامت کرتی تھیں۔

یعنی جس غلام کے بارے میں تم نے مجھے طعنہ دیا تھا، صرف تم نے ایک مرتبہ اس کو دیکھا تو اپنی انگلیاں کاٹ ڈالی، میں تو رات دن اس کے ساتھ گھر میں رہتی ہوں تو پھر میں نے اس سے محبت کی تو اس میں کیا قصور کیا؟

سب کے سامنے گناہ کا اقرار اور کھلم کھلی دھمکی

پھر زلیخا نے بھری مجلس میں اپنے گناہ کا اقرار کرلیا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مدد تھی کہ زلیخا نے سب کے سامنے اپنے گناہ کا اقرار کرلیا، زلیخا نے کہا:

﴿وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ﴾

ترجمہ: اور واقعی میں نے اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اس کو پھسلایا تھا؛ مگر اس نے خود کو (گناہ سے) بچالیا۔

سنو! میں آج اقرار کرتی ہوں کہ میں نے یوسف کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کی تھی، میں نے طاقت لگائی تھی کہ یوسف کو اپنے جال میں پھنساؤں؛ لیکن

یوسف نے اپنے آپ کو بچا لیا؛ مگر اب آئندہ کے لیے میں تمھارے سامنے اس کو دھمکی دیتی ہوں کہ:

وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِّنَ الصَّاغِرِينَ ﴿٣٢﴾

ترجمہ: اور جو میں اس کو حکم دیتی ہوں اگر وہ (آئندہ) اس کو پورا نہیں کرے گا تو ضرور وہ قید کیا جائے گا اور ضرور وہ ذلیل لوگوں میں سے ہو جائے گا۔

یعنی اگر آئندہ یوسف نے میرے ساتھ گناہ کا کام نہیں کیا، میری خواہش پوری نہیں کی تو میں یوسف کو جیل میں ڈلوا دوں گی یا ذلیل کر دوں گی۔

زلیخا نے سب کے سامنے یہ دھمکی دی، اِس سے اندازہ لگاؤ کہ وہ معاشرہ کتنا خراب ہوگا کہ کوئی ایک بھی ایسی عورت نہیں جو اس کو کہے کہ: تو اتنی ہمت سے گناہ کی بات کیسے کر رہی ہے؟

گناہ کے مقابلے میں قید خانے کو پسند کیا

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ دیکھا اور سوچا کہ: ایسے ماحول میں رہ کر کیا کرے، یہاں تو پورا ماحول بگڑا ہوا ہے، ساری عورتیں بگڑی ہوئی ہیں؛ اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔

معلوم ہوا کہ گناہ سے بچنے کے لیے سب سے بڑی طاقت دعا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے عجیب دعا مانگی:

﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ﴾

ترجمہ: یوسف (علیہ السلام) نے دعا کی: اے میرے رب! جس (برے کام) کے لیے یہ عورتیں مجھے دعوت دے رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل (جانا) زیادہ پسند ہے۔

یعنی جیل میں رہوں گا؛ لیکن ان عورتوں کے چکر میں پڑنا نہیں چاہتا؛ کیوں کہ جیل میں دنیا کی مصیبت ہوگی، اگر ان عورتوں کے جال میں پھنس گیا تو آخرت کی سزا ہے اور دنیا کی مصیبت آخرت کی سزا کے مقابلے میں آسان ہے۔

ایک نبی کا عورتوں کے مکر سے ڈر

حضرت یوسف علیہ السلام نبی ہیں؛ اس کے باوجود اقرار کرتے ہیں:

وَاِلَّا تَصۡرِفۡ عَنِّىۡ كَيۡدَهُنَّ اَصۡبُ اِلَيۡهِنَّ وَاَكُنۡ مِّنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ۝۳۳

ترجمہ: اور جو ان عورتوں کے داؤ کو آپ مجھ سے دور نہ کریں گے تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانی کے کام کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں گا۔

یعنی اے اللہ! اگر آپ نے مجھے نہیں بچایا تو میں ان عورتوں کے جال میں پھنس کر گناہ کر بیٹھوں گا۔ اللہ اکبر! یہ کون کہہ رہے ہیں؟ ایک نبی کہہ رہے ہیں، اللہ کے نبی ہو کر عورتوں کے فتنے سے ڈر رہے ہیں تو عام لوگوں کو تو کتنا ڈرنا چاہیے!

اسی طرح اِس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکر میں وہ تمام عورتیں شامل تھیں، شاید ان کا پلان یہ تھا کہ اگر زلیخا کے لیے اپنا مطلب پورا ہونے کا دروازہ کھل جاوے تو پھر ہمارے لیے بھی آسانی ہو جائے؛ اسی لیے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ: مصری عورتیں بھی زلیخا کی طرف داری میں حضرت یوسف علیہ السلام سے کہنے لگی کہ: زلیخا تمھاری محسن عورت ہے، تم کو اس کی بات مان لینی چاہیے۔ (معارف القرآن: ۵/ ۶۲)

دیکھو! کیسا معاشرہ ہے کہ احسان کے بدلے گناہ کی بات کی جا رہی ہے، جیسے آج کل اِس طرح کا معاملہ بہت سی جگہوں پر دیکھنے میں آتا ہے۔

اس لیے گناہوں کی حفاظت کی دعا میں حضرت یوسف علیہ السلام نے تمام عورتوں کو شامل کیا کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں کے مکر کو مجھ سے دور فرمائے۔

جہالت سے گناہ

اِس موقع پر آپ علیہ السلام نے دعا میں ایک لفظ کہا: ﴿وَاَکُنۡ مِّنَ الۡجٰهِلِیۡنَ﴾ معلوم ہوا کہ علم کا تقاضا گناہ سے حفاظت ہے اور جہالت و نادانی میں انسان گناہ کرتا ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہ کرنا جہالت اور نادانی کا کام ہے، چاہے گناہ کرنے والا خود کو عالم سمجھتا ہو یا عالم کہلاتا ہو۔

احسان کے بدلے گناہ بڑی خطرناک بات

ہمارے جامعہ کے ایک فاضل مقیم امریکہ حضرت مولانا یوسف بھولا صاحب زید مجدہ ایک سفر میں ہمارے حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کی صحبت میں رہنے کے لیے ''وین کُوَر'' کینیڈا حاضر ہوئے تھے، انھوں نے ایک افسوس ناک بات سنائی کہ: جب وہ بھارت آئے ہوئے تھے تو ایک بیوہ عورت ان کے پاس آئی اور اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی اور مالی تعاون کی درخواست کی۔

مولانا یوسف صاحب نے ایک ذمے دار کا نام لیا اور کہا کہ: ان کے پاس چلی جاؤ، ان کے پاس ہر سال بیواؤں کے لیے فنڈ آتا ہے، تو اس عورت نے شرم کے مارے سر جھکا لیا اور سکتے میں پڑ گئی، تھوڑی دیر تک کچھ نہ بول سکی۔

مولانا نے پوچھا کہ: بہن! کیا بات ہے؟

اس عورت نے بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ جواب دیا کہ: ان کے پاس جب

ہم تعاون لینے جاتے ہیں تو وہ ساتھ سونے (یعنی زنا) کی شرط لگاتے ہیں۔

یہ کتنی خطرناک بات ہے کہ خود کے پیسے نہیں ہیں، دوسروں کی طرف سے آئی ہوئی رقوم ہیں، ان کو تو صرف ناظم اور ذمے دار بنایا ہے اور وہ بیواؤں کے ساتھ ایسی گندی حرکت کرتے ہیں، شرم آنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرنی چاہیے اور ہماری دینی بہنوں کو بھی چاہیے کہ ایسے درندوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔

آج ملازمت دلوانے کے عنوان سے، اسکول اور کالج میں داخلہ دلوانے کے عنوان سے، مدد کے عنوان سے عورتوں کے ساتھ کیسے کیسے زنا کے واقعات ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی صحیح توبہ کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

فتنوں کی جگہ سے بچنا چاہیے

یاد رکھو! جس جگہ فتنے میں پڑنے کا اندیشہ ہو وہاں نہیں جانا چاہیے، اسی لیے نقل کیا گیا ہے کہ: اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمِ.

ترجمہ: تہمت کی جگہوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

جہاں شراب بکتی ہو وہاں اگر تم دودھ بھی پیو گے تب بھی لوگ کہیں گے کہ: یہ شراب پی رہا ہے، کوئی یہ نہیں دیکھے گا کہ گلاس میں کیا ہے؟ اس لیے جہاں جانے سے تہمت آسکتی ہو وہاں مت جاؤ، یہ بہت ضروری ہے اور اس کے لیے دنیا کا نقصان کرنا پڑے تو کرو؛ لیکن آخرت کا نقصان مت ہونے دو، آخرت کا نقصان بڑا خطرناک ہے۔

دعا کی قبولیت اور حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی:

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

ترجمہ: سو ان (یوسف علیہ السلام) کے رب نے ان کی دعا کو قبول کرلیا، سو اس نے عورتوں کی چال کو ان سے دور کر دیا، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) ہر بات سننے والے، جاننے والے ہیں۔

جب بات پورے شہر میں پھیل گئی اور زلیخا نے مجلس میں سب کے سامنے اقرار بھی کرلیا اور دھمکی بھی دے دی تو اب وزیر صاحب کو شرم آئی؛ اس لیے انھوں نے ایک چال یہ چلی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ: یوسف! تم پاک ہو، تم نے گناہ نہیں کیا؛ لیکن اس بات کے چرچے کو ختم کرنے کے لیے ہم تمھیں تھوڑے عرصے کے لیے جیل میں رکھتے ہیں۔ چناں چہ انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں بھیج دیا۔

اللہ سے ہمیشہ عافیت مانگنی چاہیے

حدیث میں ہے:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ: سَمِعَ النَّبِيُّ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا وَهُوَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ الصَّبْرَ. قَالَ: سَأَلْتَ اللهَ الْبَلَاءَ فَاسْأَلْهُ الْعَافِيَةَ. (ترمذی، ابواب الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث: ۳۵۲۷)

ترجمہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا: اے اللہ! میں آپ سے صبر کا سوال کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ سے تم نے مصیبت کا سوال کیا، اللہ سے عافیت مانگو۔

صبر بہت اچھی چیز ہے؛ لیکن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: صبر کی دعا مت مانگو؛ اس لیے کہ صبر کی ضرورت کب پڑتی ہے؟ پہلے مصیبت آتی ہے، اس کے بعد اس

مصیبت پر صبر کرنے کی نوبت آتی ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت ہی کا سوال کرنا چاہیے، حدیث میں عافیت کے بارے میں ایک بہت جامع دعا آئی ہے:

اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ تَمَامَ الْعَافِيَةِ وَأَسْئَلُكَ دَوَامَ الْعَافِيَةِ وَأَسْئَلُكَ الشُّكْرَ عَلَى الْعَافِيَةِ. (عن عبد اللہ بن عباس، القول البدیع للسخاوی ص: ۳۳۴)

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے پوری عافیت کا سوال کرتا ہوں اور میں آپ سے ہمیشہ کی عافیت کا سوال کرتا ہوں اور میں آپ سے عافیت پر شکر کی توفیق کا سوال کرتا ہوں۔

یعنی اے اللہ! میں آپ سے مکمل تندرستی اور دائمی صحت اور تندرستی پر شکر گزاری کا سوال کرتا ہوں۔

پھر آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: پھر (یوسف علیہ السلام کی سچائی و پاکدامنی کی) نشانیاں دیکھنے کے بعد ان کو یہ سمجھ میں آیا کہ اس (یوسف) کو ایک مدت تک جیل میں رکھیں۔

جیل کی مصیبت حقیقت میں رحمت بن گئی

اب آپ جیل میں پہنچ گئے، شروع میں یہ جیل بظاہر مصیبت تھی، کچھ عرصے کے بعد حقیقت میں رحمت بن گئی؛ اس لیے کہ جیل میں جانے کے بعد آپ کو بادشاہت ملی۔

جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں داخل ہوئے تو ان کے ساتھ دوسرے دو شاہی خادم قیدی بن کر داخل ہوئے تھے، انھوں نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے بتلائی جو صحیح ثابت ہوئی، ان میں سے ایک شاہی خادم واپس

بادشاہ کا خادم بن گیا، ایک دن بادشاہ نے ایک عجیب خواب دیکھا، جس کی صحیح تعبیر کوئی بھی نہ بتلا سکا، اس قیدی نے بادشاہ سے اجازت لے کر جیل میں حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر پوچھی، آپ نے خواب کی تعبیر بھی بتلائی اور تدبیر بھی بتلائی۔

خود بادشاہ کی حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے کی خواہش

جب وہ تعبیر بادشاہ کے پاس پہنچی تو بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا کہ ہمارے جیل خانے میں ایک ایسا قیمتی آدمی ہے، اس کا علم تو بہت اونچا اور اعلیٰ ہے، بادشاہ نے یہ کہلوایا کہ: اس آدمی کو جیل سے نکال کر میرے پاس لاؤ، میں خود اس سے ملنا چاہتا ہوں۔

یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل سے نکالنے کے واسطے عزت کا راستہ عنایت فرمایا اور خود بادشاہ نے اپنا آدمی بھیجا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے دربار میں بلایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی عجیب ہمّت

جب بادشاہ کا آدمی جیل خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بلانے آیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ: میری ایک شرط ہے، جب تک وہ شرط پوری نہیں ہوگی وہاں تک میں جیل سے باہر نہیں آؤں گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ.

ترجمہ: اور بادشاہ نے (تعبیر سن کر) فرمایا کہ: اس (یوسف) کو (جیل سے نکال کر) میرے پاس لاؤ، سو جب (بادشاہ کا) قاصد یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچا، تو

یوسف (علیہ السلام) نے (قاصد سے) فرمایا: تو تیرے بادشاہ کے پاس واپس جا اور تو اس (بادشاہ) کو پوچھ: جن عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیے تھے ان کی حقیقت کیا ہے؟

یعنی پہلے اپنے بادشاہ سے پوچھو کہ: مصر کی جن عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالی تھیں ان کا کیا حال ہے؟

یہ ایک نبی کی ہمت کی بات ہے کہ خود بادشاہ کا آدمی بلانے آیا تو کہا: میں ایسے نہیں آؤں گا؛ بلکہ پہلے تحقیق ہونی چاہیے کہ مجھ پر جو تہمت لگی تھی اس کی حقیقت کیا ہے؟

حضرت یوسف علیہ السلام چاہتے تھے کہ اللہ تو جانتے ہیں کہ میں پاک ہوں، زلیخا کو بھی معلوم ہے کہ میں پاک ہوں؛ لیکن بادشاہ سلامت کو بھی معلوم ہو جائے، زلیخا کے شوہر کو بھی معلوم ہو جائے اور مصر کے لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ میں بے گناہ ہوں۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امّت کی خیر خواہی میں ارشاد

اِس موقع پر حدیث میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی عجیب بات ارشاد فرمائی:

وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُوْلَ مَالَبِثَ يُوْسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيْ. (بخاری، کتاب الانبیاء، حدیث: ۳۳۸۷)

ترجمہ: جتنی مدّت حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں رہے اگر اتنی مدّت میں جیل میں رہتا اور پھر مجھے جیل سے بلایا جاتا تو میں فوراً قبول کر لیتا (یعنی بغیر شرط لگائے جیل سے نکل جاتا)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات عام انسانوں کی خیر خواہی کے اعتبار سے مناسب اور افضل ہے؛ اس لیے کہ بادشاہوں کے مزاج کا کوئی بھروسا نہیں، جب موڈ میں ہوتے ہیں تو اونٹ بھی نکل جاتا ہے اور جب موڈ میں نہیں ہوتے تو سوئی بھی نہیں نکلتی۔

اس سے عام انسانوں کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ جب اس طرح رہائی کا موقع آئے تو فوراً نکل جاوے؛ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ بادشاہ کی رائے بدل جائے اور سزا برابر باقی رہے؛ اس لیے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام امت کی خیر خواہی میں یہ بات ارشاد فرمائی اور ساتھ ہی حضرت یوسف علیہ السلام کی جرأت اور اعلیٰ ہمّت کی تعریف بھی ہوگئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے اعلیٰ اخلاق

اِس جگہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اخلاق کو دیکھو کہ جو بات کہنی تھی کہہ دی؛ لیکن آپ نے زلیخا کا نام نہیں لیا، آپ چاہتے تو صاف لفظوں میں کہہ دیتے کہ: بادشاہ سے کہو کہ: زلیخا سے پوچھے کہ کون صحیح تھا اور کون غلط؟

یہ نبی کا حال ہوتا ہے کہ کسی کی عزت نہیں جانی چاہیے، ہاں! اپنا حق ہے، جو مقدمہ ہے وہ کرو؛ لیکن ادب واحترام کے ساتھ، اس بات کا خیال کر کے کہ کسی مؤمن کی عزت نہ جائے۔ اسی طرح جس گھرانے میں بڑے ہوئے اس گھرانے کا حق ادا کرنا شریف انسانوں کی فطرت ہوتی ہے۔

رب سب جانتے ہیں

آگے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ﴾

ترجمہ: یقیناً میرے رب تو ان عورتوں کے سب مکر وفریب کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

بادشاہ کی مصری عورتوں سے تحقیق

جب یہ بات بادشاہ تک پہنچی تو بادشاہ نے فوراً حکم کیا کہ: زلیخا کو دربار میں بلاؤ اور جن جن عورتوں نے انگلیاں کاٹی تھیں ان سب کو دربار میں لاؤ، اور بھری مجلس میں سب کے سامنے سوال کیا:

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ.

ترجمہ: اس (بادشاہ) نے ان (عورتوں کو بلوا کر ان) سے پوچھا: تم نے جب یوسف کو پھسلانے کی کوشش کی تھی، اس واقعہ کی (صحیح) حقیقت کیا ہے؟

اِس سے معلوم ہوا کہ خود بادشاہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بے گناہ سمجھتا تھا، اور اللہ کی قدرت کہ تھوڑے دنوں کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت سے اس بادشاہ کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور ایمان پر اس بادشاہ کی موت ہوئی۔

عورتوں کا اقرار

جب بھرے دربار میں بادشاہ نے ان عورتوں سے سوال کیا تو انھوں صحیح اور سچی بات بتلادی:

﴿قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ﴾

ترجمہ: تو عورتیں کہنے لگیں: حاشَ للہ! (یعنی اللہ تعالیٰ تو پاک ہے یا یوسف اللہ کے واسطے گناہ سے دور ہے) ہم کو اس (یوسف) میں ذرا بھی برائی معلوم نہیں ہوئی۔

یعنی تمام عورتوں نے ایک زبان ہو کر کہا: اللہ کی قسم! ہم نے یوسف میں کوئی برائی نہیں دیکھی، یوسف تو بہت پاک آدمی ہے۔

خود زلیخا کا اقرار

پھر زلیخا نے بھی اقرار کیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمہ: عزیز کی بیوی (زلیخا) بولی کہ: اب جب سچی بات (سب کے سامنے) کھل گئی تو واقعہ یہ ہے کہ میں نے ہی اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اس (یوسف) کو پھسلایا تھا۔

یعنی آج بھرے دربار میں تمام عورتوں نے اپنی غلطی کا اقرار کرلیا کہ: یوسف بے گناہ تھے، ہم نے ہی یوسف کو پھنسانے کی کوشش کی تھی۔

آدمی خود اچھا رہے چاہے دنیا والے کچھ بھی کہے

دینی بہنو! اس واقعے سے ہم کو یہ سبق ملا کہ ہم اپنی جگہ پاک صاف رہیں اور اپنے آپ کو گناہ سے بچا کر رکھیں، دنیا چاہے کچھ بھی کہے، کوئی الزام لگائے، تہمت لگائے؛ لیکن ہم پاک صاف رہیں گے تو ان شاء اللہ! ایک دن دنیا کو پتہ چل جائے گا کہ یہ آدمی سچا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی۔

حضرت یوسف علیہ السلام فرمانے لگے:

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ.

ترجمہ: (یوسف علیہ السلام نے اس سچائی کے ظاہر ہونے کی خبر سنی تو کہا) میں نے یہ تحقیق اس لیے کرائی کہ عزیز جان لیوے کہ میں نے اس کی غیر حاضری میں (اس کی بیوی سے)

کوئی خیانت نہیں کی، یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو نہیں چلنے دیتے۔

یعنی زلیخا کا شوہر مجھے بازار سے خرید کر لایا تھا، جس نے میرا اکرام کیا، جس نے مجھے عزت سے رکھا، اس کے دل میں یہ نہیں ہونا چاہیے کہ جس کو میں نے عزت سے رکھا تھا اسی نے میری بیوی پر غلط نگاہ اٹھائی، میں اپنے مالک زلیخا کے شوہر کو یہ بتلانا چاہتا تھا کہ میں نے تیری غیر حاضری میں تیری بیوی کے ساتھ کوئی غلط کام نہیں کیا اور میرا تو ایمان اور یقین ہے کہ جو آدمی بھی خیانت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کبھی صحیح راستہ نہیں بتلاتے۔

کوئی آدمی ہم پر بھروسہ کرے تو ہمیں اس کے بھروسے کو پورا کرنا چاہیے، کسی نے ہمارے حوالے اپنا کاروبار کر دیا تو ہم بھی امانت داری سے کام کریں، ایسے موقع پر ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ چاہے دکان کا مالک میری ہر ایک چیز کو نہیں دیکھتا؛ لیکن میرے اللہ میری ہر چیز کو دیکھتے ہیں، اگر میں خیانت کروں گا تو اللہ کبھی مجھے کامیاب نہیں ہونے دیں گے، اور اگر میں امانت داری سے رہوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے دنیا اور آخرت میں کامیاب کریں گے۔

حقیقت کا اعلان

اس موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام کی احتیاط دیکھیے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ پہلے بات صاف ہو جانی چاہیے؛ اس لیے کہ اگر بادشاہ کی طرف سے شاہی انعام مجھے ملا، میرا اکرام کیا گیا، حکومت میں کوئی اہم منصب حوالے کیا گیا تو لوگ اس کی وجہ سے میرے خلاف زبان سے کوئی بات تو نہیں بولیں گے؛ لیکن ان کے دل میں میرے متعلق بدگمانی رہے گی کہ یہ یوسف وہی تو ہے جس کا اس طرح کا کوئی غلط معاملہ ہوا تھا؛ اس لیے آپ نے پہلے ہی سے معاملے کی صفائی کروا دی۔

اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بے قصور ہیں اور وہ عورتیں واقعی قصور وار ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ﴾
یعنی یقیناً میرے رب تو ان عورتوں کے سب فریب کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

اس سے ہم کو ایک اہم سبق یہ ملا کہ بعض مرتبہ لوگ کسی دنیوی مرتبہ یا منصب کی وجہ سے کسی کے خلاف کوئی بات نہ بولے تو وہ ان کی ایک مجبوری ہوتی ہے؛ لیکن دل سے لوگ کُڑھتے ہیں؛ اس لیے بات کی صفائی کر لینا بہتر ہے؛ تا کہ ہم لوگوں کو بدگمانی کے گناہ میں مبتلا نہ کریں۔

لوگ جب کسی دنیوی منصب کی وجہ سے کسی کے خلاف زبان نہیں کھولتے ہیں اور پھر جب وہ منصب چلا جاتا ہے تو اس قصور وار انسان کی کیا گت بنتی ہے اس کے مشاہدے ہوتے ہی رہتے ہیں۔

مدرسے کے مال میں خیانت کا ایک عبرت ناک واقعہ

ہمارے ایک مرحوم دوست یوسف علی شیخ ویسما والے نے ایک عجیب قصہ سنایا تھا کہ: ان کے دوست کے ابا کا انتقال ہوگیا، انتقال کے بعد ان کا پورا بدن کالا پڑ گیا اور ان کے بدن پر دھبّے پڑ گئے، بہت بری شکل ہوگئی - اللہ ایسی بری موت سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین- غسل دینے کے بعد بہت بری شکل ہوگئی تو اس نے ان کے بیٹے سے پوچھا کہ: بھائی! تیرے ابا کا ایسا حال کیوں ہوگیا؟

اس نے کہا کہ: میرے باپ کا ایک خاص گناہ مجھے معلوم ہے، اس گناہ کی وجہ سے مجھے لگتا ہے میرے باپ کو مرنے کے فوراً بعد سزا ہوئی ہے اور وہ گناہ یہ ہے کہ میرے ابا محلے کی مسجد اور مدرسے کے ذمے دار تھے اور ان کے پیسے ان کے پاس

رہتے تھے، وہ ان پیسوں کا حساب صحیح نہیں رکھتے تھے، مسجد اور مدرسے کے پیسوں میں سے بھی گھر میں خرچہ ہو جاتا تھا۔

اس لیے ہمیشہ یاد رکھو کہ کوئی بھی ذمے داری ہمارے پاس ہو؛ چاہے چھوٹی ہو یا بڑی ہو تو اس کو امانت داری سے نبھاؤ، اس میں خیانت مت کرو۔

بہر حال! بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں سے بلایا، چناں چہ حضرت یوسف علیہ السلام جیل سے پوری آن بان اور شان کے ساتھ بادشاہ کے دربار میں تشریف لاتے ہیں، پھر اس کے بعد وہ بادشاہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنا خاص آدمی بنالیتا ہے۔

تقوے کی بدولت عزت

اِس قصے میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ تقوے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیسا مقام دیا:

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمہ: حقیقت بات یہ ہے کہ جو آدمی بھی گناہوں سے بچتا ہے اور (مصیبت پر) صبر کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ (ایسی) نیکی کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو پاک دامنی سے رکھا تو بعد میں ایک کے بعد ایک تمام لوگوں نے آپ کی پاک دامنی کا اقرار کیا:

① حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جو کسی زمانے میں دشمن تھے وہ بھی سب آپ کی تعریف کرنے والے بن گئے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمہ: وہ (بھائی لوگ) کہنے لگے: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے تجھ کو (ہر اعتبار

سے) ہم پر فضیلت (یعنی ترجیح) دی، اور یقیناً ہم ہی لوگ غلطی کرنے والے تھے۔

② عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا جو آپ پر تہمت لگا رہی تھی وہ بھی اپنے آپ کو قصوروار اور حضرت یوسف علیہ السلام کے عفیف ہونے کا اعلان کر رہی ہے:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۵۱

ترجمہ: عزیز کی بیوی (زلیخا) بولی کہ: اب جب سچی بات (سب کے سامنے) کھل گئی تو واقعہ یہ ہے کہ میں نے ہی اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اس (یوسف) کو پھسلایا تھا۔

③ شہر کی بڑی عورتیں جو کسی زمانے میں زلیخا کے ساتھ تھیں وہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا اقرار کرتی ہیں:

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ.

ترجمہ: تو عورتیں کہنے لگیں: حاشَ للہ! (یعنی اللہ تعالیٰ تو پاک ہے یا یوسف اللہ کے واسطے گناہ سے دور ہے) ہم کو اس (یوسف) میں ذرا بھی برائی معلوم نہیں ہوئی۔

④ زلیخا کے ایک رشتے دار بچے نے گواہی دی:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۲۶ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۲۷

ترجمہ: اور اس (عورت) کے خاندان والوں میں سے ایک (چھوٹے بچے) نے گواہی دی، اگر اس (یوسف) کا کرتہ آگے کی طرف سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے

اور وہ (یوسف) جھوٹوں میں سے ہے ﴿۲۶﴾ اور اگر اس (یوسف) کا کرتہ پیچھے کی طرف سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور وہ (یوسف) سچوں میں سے ہے ﴿۲۷﴾

⑤ خود عزیزِ مصر نے کہا: ﴿یُوۡسُفُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا﴾

ترجمہ: (عزیز نے کہا) یوسف! اس بات کا چرچا اب جانے دو۔

معلوم ہوا کہ اگر آدمی واقعی تقویٰ اپنائے اور عفّت اور پاک دامنی سے رہے تو ایک وقت آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تہمتوں کے بادل چھٹا دیتے ہیں اور دشمنوں سے بھی عفت اور پاک دامنی کا اعلان کرواتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی زلیخا کے ساتھ شادی

جب زلیخا کے شوہر ''قطفیر'' کا انتقال ہوگیا تو اُس کے مر جانے کے بعد زلیخا کی شادی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہوئی، یہ نکاح خود مصر کے بادشاہ نے کروایا تھا، پھر ایک زمانہ آیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پورے مصر کا بادشاہ بنایا۔

(طبری: ۲۴۲/۷، معارف القرآن: ۸۹/۵)

زلیخا کو اپنے کیے ہوئے کام پر افسوس

نکاح ہو جانے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک دن زلیخا سے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: ایک وقت وہ تھا کہ تو ناجائز، غلط اور حرام طریقے سے خواہش پوری کروانا چاہتی تھی، آج دیکھو! اللہ تعالیٰ نے حلال اور جائز طریقے سے ہم دونوں کو جمع کر دیا، جو تم چاہتی تھی (یعنی غلط طریقے سے خواہش پوری کرنے کا منصوبہ) اس کے مقابلے میں کیا یہ نکاح والا طریقہ بہتر نہیں ہے؟

معلوم ہوا کہ ناجائز غیر شرعی طریقے سے تعلّقات قائم کر کے خواہش پوری کرنے کے مقابلے میں ''نکاح'' کا حلال طریقہ ہی بہتر اور فائدہ والا ہے، آج کل بغیر شادی کے لڑکے اور لڑکی کا ایک ساتھ رہنے (Live in relafino) کے عنوان سے غلط تعلقات قائم کر کے حرام کاری کرنے کو صحیح قرار دیا جاتا ہے جو شرعی اور اخلاقی طور پر بالکل صحیح نہیں ہے۔

بہر حال! زلیخا نے اپنی زندگی کے کیے ہوئے ان ناجائز اور غلط پلان پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی، توبہ کی، گناہ کا اقرار کر کے استغفار کیا کہ میں بہت بڑی غلطی پر تھی، مجھے سمجھ نہیں تھی اور میں نے آپ (حضرت یوسف علیہ السلام) کو غلط کام میں پھنسانے کی پلاننگ کی تھی، اللہ! مجھے معاف کر دیجیے، زلیخا نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی، معافی مانگی، شادی کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کی زندگی اچھے طریقے سے گزرنے لگی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت سے زلیخا کی عبادت

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو! حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور زلیخا کے شوہر بھی ہیں، زلیخا اب ان کی بیوی بن گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رہنے اور ایک نبی کے گھر میں رہنے کی برکت سے زلیخا کو اپنے زمانے کی ولیہ بنا دیا، حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رہ کر زلیخا بھی بہت نیک اور صالحہ عورت بن گئیں، بڑی اللہ کی عبادت کرنے والی بن گئیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والی بن گئیں، اللہ تعالیٰ سے محبت اور پیار کرنے والی بن گئیں۔

ایک زمانہ ایسا آیا کہ زلیخا اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کرتی تھی، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی تھی، اللہ تعالیٰ سے محبت کرتی تھی، دوسری طرف نکاح کے بعد اللہ تعالیٰ نے

حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں زلیخا کی محبت اس سے بھی زیادہ پیدا فرمادی جتنی پچھلے دنوں زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت تھی، شوہر کو اپنی بیوی سے اور بیوی کو اپنے شوہر سے گہری محبت ہونی ہی چاہیے۔

یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے شکایت کی کہ: اس کی کیا وجہ ہے کہ تم مجھ سے اب اتنی محبت نہیں رکھتی جتنی پہلے رکھتی تھی؟

زلیخا نے جواب دیا: اے اللہ کے نبی! آپ کے ساتھ رہنے کی برکت اور آپ کے وسیلے سے اب میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگئی ہے، اس کی وجہ سے اب میرے دل میں سے دوسروں کی محبت، دوسرے تعلقات اور خیالات کمزور ہونے لگے ہیں۔

نوٹ: شوہر سے محبت اور شوہر کے حقوق کی ادائیگی یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور شرعی حکم پورا کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِس نکاح سے زلیخا کو ایک بیٹی عطا فرمائی، اس کا نام ''لیّا'' تھا، اور دو بیٹے بھی پیدا ہوئے، ایک کا نام ''افرائیم'' اور دوسرے کا نام ''منشا'' تھا۔ (طبری: ۱۴۲/۷، قرطبی: ۱۴۰/۹، معارف القرآن: ۸۹/۵)

اس بیٹی ''لیا'' کا نکاح بعد میں اللہ کے ایک بڑے نبی حضرت ایوب علیہ السلام سے ہوا، ان کی عجیب وغریب قربانی کا واقعہ اس کے بعد آرہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اِس قصے میں جو نصیحت کی باتیں ہیں ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ایمان افروز واقعہ

(پہلی قسط)

مختصر تعارف

نام: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے نام میں بہت باتیں کہی گئی ہیں، اِس سلسلے میں مؤرخین کے اقوال یہ ہیں:

① یوخاند ② یحیب ③ یوخایذ ④ باختہ ⑤ اریافت ⑥ یوکابد ⑦ لوحابنتِ ہاند بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔

"تفسیرِ مقاتل ابنِ سلیمان" میں ان کا نام "یوکابذ" لکھا ہے، جو لاوی بن حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔

جمہور علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نبیہ نہیں تھیں، ان کی طرف "وحی" کیے جانے کا ذکر جو قرآن میں آیا ہے اس کا مطلب "الہام" ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایک کام کرنے کی بات ڈالی۔ (جلالین شریف ص: ۳۲۶، روح المعانی: ۵۰۱/۸، معارف القرآن: ۸۳/۶)

بسم الله الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذْ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّكَ مَا یُوْحٰٓی ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ
فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ۚ۬
وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَنْ یَّكْفُلُهٗ ؕ
فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓی اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ۬ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ
وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫۬ فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ ۙ۬ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوْسٰی ﴿۴۰﴾

ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو (وہ احسان یہ ہے کہ) جب ہم نے تمھاری اماں کو (الہام کے ذریعے) حکم بھیجا جو ہم آگے سنا رہے ہیں ﴿۳۸﴾ (وہ حکم یہ تھا) کہ اس (بچے موسیٰ) کو صندوق میں رکھ دو، پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دو، پھر دریا اس (صندوق) کو کنارے پر لا کر ڈال دے گا جس کے نتیجے میں اس (موسیٰ علیہ السلام) کو ایک ایسا آدمی (یعنی فرعون) اٹھائے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس (موسیٰ علیہ السلام) کا بھی دشمن ہے اور (اے موسیٰ!) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور (یہ

سب کام اس لیے کیے) تاکہ تم میری نظروں کے سامنے پرورش پاؤ﴿۳۹﴾ (اس وقت کو یاد کرو) جب تمھاری بہن (گھر سے) چلتی ہوئی آئی اور (فرعون کے ملازموں سے) کہنے لگی: کیا میں تم کو اس (عورت) کا پتہ بتاؤں جو اِس بچے کی پرورش کرے؟ پھر (اِس طرح) ہم نے تم کو تمھاری ماں کے پاس واپس لوٹا دیا؛ تاکہ اس (تمھاری ماں) کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ غمگین نہ ہو، اور تم نے (غلطی سے) ایک (فرعونی) آدمی کو مار ڈالا تھا، پھر ہم نے تم کو اس غم (پریشانی) سے نجات دی اور ہم نے تمھارے بہت سارے امتحانات لیے، پھر تم کئی سال مدین والوں میں رہے، پھر تم اے موسیٰ! مقدر سے (یعنی تقدیر کے فیصلے کے مطابق یہاں) آئے۔ (سورۂ طٰہٰ)

موجودہ دور میں مسلمانوں کی دو اہم فکریں (ٹینشن)

اِس وقت پورے ملک میں؛ بلکہ پوری دنیا میں مسلمان یہ سوچ رہے ہیں کہ مسلمانوں کے سوا سب ہمارے دشمن ہیں، جن کو ہم آج تک اپنا دوست اور وفادار سمجھتے تھے وہ بھی دشمن بنے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

دوسری فکر مسلمانوں کو یہ ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو ختم کرنے کا پلان بن رہا ہے ایسے حالات میں ہماری حفاظت کیسے ہوگی اور کس طرح ہماری جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت ہوگی! حالاں کہ ہم جیسا سوچ رہے ہیں مکمل ایسا نہیں ہے۔

ہماری ہر پریشانی کا علاج قرآن میں موجود ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ہر چیز کی رہبری فرمائی ہے اور ہماری ہر الجھن اور ہر ٹینشن کا علاج بیان فرمایا ہے، اِس وقت مسلمانوں کو جو الجھن ہے یہ آج سے ہزاروں

سال پہلے مصر میں جب فرعون کی حکومت تھی، اور خاندانِ بنی اسرائیل کے لوگ وہاں رہتے تھے اس وقت ان کے سامنے بھی یہی الجھنیں اور پریشانیاں تھیں؛ اس لیے کہ فرعون نے یہ طے کرلیا تھا کہ بنی اسرائیل کو کمزور کرنا ہے اور خاص طور پر بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہورہے تھے تو ان کو کیسے قتل کرکے ختم کردینا ہے اس کی بہت بڑی سازش اور پلاننگ وہ لوگ کررہے تھے۔

مصر میں اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی کیسے حفاظت فرمائی، اگر آج مسلمان اس طریقے کو اپنالے تو اللہ تعالیٰ آج بھی ہماری حفاظت فرمائیں گے۔

موجودہ حالات میں ہمارے لیے اِس واقعے میں بہت بڑا سبق

ابھی میں نے جو آیات آپ کے سامنے پڑھیں اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک بڑے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مصر میں عجیب حالات میں پیدائش و پرورش کا واقعہ بیان کیا ہے، اِس وقت پوری دنیا کے مسلمان جن حالات سے گزر رہے ہیں اس واقعے میں ان کے لیے بہت بڑا سبق ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے نام میں بہت باتیں کہی گئی ہیں، اِس سلسلے میں مؤرخین کے اقوال یہ ہیں:

① یوخاند ② یحیب ③ یوخایذ ④ باختہ ⑤ اریافت ⑥ یوکابد ⑦ لوحابنتِ ہاندبن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔

جمہور علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ

نبیہ نہیں تھیں۔ان کی طرف ''وحی'' کیے جانے کا ذکر جو قرآن میں آیا ہے اس کا مطلب ''الہام'' ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایک کام کرنے کی بات ڈالی۔(جلالین شریف ص: ۳۲۶،روح المعانی: ۸/۵۰۱، معارف القرآن: ۶/۸۳)

مصر کی حکومت قبطی خاندان میں

اس زمانے میں مصر کی حکومت قبطی خاندان کے پاس تھی اور فرعون کا تعلق بھی قبطی خاندان سے تھا، ایک دوسرا خاندان اس زمانے میں مصر میں رہتا تھا جن کا نام ''بنو اسرائیل'' ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کا دوسرا نام اسرائیل ہے، ان کی اولاد کو ''بنو اسرائیل'' کہتے ہیں، یہ اصل مصر کے رہنے والے نہیں تھے؛ لیکن تقریباً چار سو (۴۰۰) سال سے مصر میں آباد ہو گئے تھے۔

چار سو سال سے زائد رہنے کے باوجود حقِ شہریت حاصل نہیں

یہ بھی دنیا میں ایک بہت بڑا ظلم ہے کہ جو لوگ چار سو سال پہلے سے رہتے آرہے ہیں پھر بھی ان کو پردیسی سمجھا جاتا ہے، بنی اسرائیل کا اصل وطن ملکِ شام تھا، وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے سے مصر آکر بسے ہوئے تھے؛ لیکن اقلیت میں تھے، اور ان کو ''پردیسی'' یعنی دوسرے ملک سے آئے ہوئے لوگ سمجھا جاتا تھا۔ یہ بھی اِس زمانے کا خطرناک تعصب ہے جو علاقائی بنیاد پر ہوتا ہے، اسلام اِس کو پسند نہیں کرتا۔

فرعون کا خواب

فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ: بیت المقدس سے ایک آگ نکل کر مصر آئی،

اور قبطی لوگوں کے جتنے مکانات ہیں اس میں یہ آگ لگی اور بنو اسرائیل کے گھروں کو کچھ نہیں ہوا۔ (طبری: ۴۱۵/۸)

معلوم ہوا کہ کافروں کو بھی سچے خواب آتے ہیں، فرعون کافر تھا اس نے یہ صحیح اور سچا خواب دیکھا۔

فرعون کی حیرانی اور خواب کی تعبیر

فرعون خواب دیکھ کر بہت حیران ہوا، صبح جب دربار لگا، اس کے دربار میں بڑے بڑے ماہر لوگ تھے، اس نے اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ: مجھے اس کی تعبیر بتاؤ۔

کہا گیا کہ: اس خواب میں یہ اشارہ نکلتا ہے کہ بیت المقدس بنو اسرائیل کا وطن ہے، اور بیت المقدس سے آگ نکلی، اس کا مطلب یہ ہے کہ بنو اسرائیل فرعونی حکومت کے خاتمے کا ذریعے بنیں گے۔

فرعون کی پریشانی کا ایک دوسرا سبب

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے اپنے ایک شاگرد قاسم بن ابو ایوب سے فرمایا کہ: سنو! ایک دن فرعون اور اس کے درباریوں میں یہ تذکرہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا کہ ان کی اولاد میں انبیا اور بادشاہوں کو پیدا کریں گے۔ دربار کے لوگوں نے کہا کہ: ہاں! بنی اسرائیل تو اس کا انتظار کر رہے ہیں اور بنی اسرائیل کو اس بات میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے، ان کو یقین ہے کہ بنی اسرائیل میں کوئی نبی اور رسول پیدا ہوگا، پہلے بنی اسرائیل کو یہ خیال تھا کہ حضرت یوسف بن یعقوب علیہ السلام وہی نبی ہیں؛ لیکن جب

حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو بنی اسرائیل کہنے لگے کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ کیا گیا تھا اس کے مصداق حضرت یوسف علیہ السلام نہیں ہے؛ بلکہ کوئی اور نبی اوررسول پیدا ہوں گے جو اس وعدے کے مصداق بنیں گے۔

فرعون نے جب یہ بات سنی تو اس کو فکر لاحق ہوگئی کہ اگر بنی اسرائیل میں وہ نبی پیدا ہوگیا تو جس نبی اسرائیل کو اس نے غلام بنا رکھا ہے وہ نبی بنی اسرائیل کو آزادی دلوائے گا۔

فرعون کا اپنے درباریوں سے مشورہ

جب اس نے یہ تعبیر سنی تو اس کو بڑی فکر ہوئی، اس نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ: ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

فرعون بھی مشورے سے کام کرتا تھا اور آج مسلمانوں کو مشورہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ کام مشورے سے کرو، یہ نبیوں کا مبارک طریقہ ہے۔

بنواسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے کا مشورہ

درباریوں نے یہ مشورہ دیا کہ: ہم ایسا قانون بنادیں کہ اگر بنواسرائیل میں کوئی بچہ پیدا ہو تو فوراً اس کو قتل کردیا جائے؛ تاکہ فرعون کی حکومت کو کوئی ختم نہ کرسکے اور اسی پر عمل کرکے بنی اسرائیل کے بہت سارے بچوں کو قتل کیا گیا۔ (طبری: ۴۱۵/۸)

معصوم بچوں کو قتل کرنا فرعون کے زمانے سے چلا آرہا ہے

معلوم ہوا کہ ظالموں کی طرف سے بچوں کے قتل کرنے کا گناہ دنیا میں کوئی نیا نہیں ہے؛ بلکہ یہ فرعون کے زمانے سے چلا آیا ہوا ناپاک طریقہ ہے کہ ظالم جب ظلم

کرنے پر اترتے ہیں اور حکومت کے نشے میں آتے ہیں تو معصوم معصوم بچوں کو بھی وہ قتل کر دیتے ہیں۔

سب بچوں کو قتل کر دیں گے تو ہمارا کام کون کرے گا؟

خلاصہ یہ ہوا کہ جب مسلسل بچوں کا قتل جاری رہا تو فرعونیوں کو یہ فکر ہوئی کہ بنی اسرائیل کے بوڑھے لوگ تو اپنی موت مرجائیں گے، بچے ذبح ہوتے رہیں گے، آئندہ بنی اسرائیل میں کوئی مرد نہیں رہے گا تو ہماری خدمت کون کرے گا، سارے تکلیف کے کام ہم کو کرنے پڑیں گے۔ (معارف القرآن، سورۂ طٰہٰ: ۴۰)

اس لیے کہ فرعونی لوگ سیٹھ بنے ہوئے تھے، ان کی کھیتی باڑی بھی تھی اور اس میں مزدوری کا کام بنی اسرائیل کے لوگ کرتے تھے، بنی اسرائیل کی عورتیں فرعونیوں کے گھروں میں برتن دھونے وغیرہ کا کام کرتی تھیں۔

حالات کی وجہ سے مشورے بھی بدلنے پڑتے ہیں

اب ایک نئی صورتِ حال پیدا ہوگئی تو لوگ یہ امور مشورے میں لائے، معلوم ہوا کہ حالات بدلتے ہیں تو نئے امور مشورے میں لانے پڑتے ہیں اور اس پر دوبارہ ساتھیوں سے رائے لینی پڑتی ہے، ایک ہی وقت کا مشورہ اور فیصلہ قیامت تک کا نہیں ہوتا، قیامت تک باقی رہنے والی چیز صرف قرآن اور حدیث ہے، حالات بدلتے ہیں تو مشورے بھی بدلنے پڑتے ہیں۔

ایک سال بچوں کو قتل کرنا اور ایک سال قتل نہ کرنا

جب یہ بات سامنے آئی تو مشورے میں یہ طے ہوا کہ: ایک سال پیدا ہونے والے

بچوں کو قتل کرو اور دوسرے سال پیدا ہونے والے بچوں کو زندہ رکھو اور اس کی ترتیب بناؤ، اس کی حکمت یہ ہے کہ ہم کو ضرورت کے مزدور مل جائیں گے اور بنی اسرائیل کی نسل بہت زیادہ بڑھ بھی نہیں پائے گی؛ چناں چہ اِس ترتیب پر عمل شروع ہو گیا۔ (طبری:۴۱۵/۸)

فرعون نے بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کی فہرست بنوائی

معتبر مفسرین نے یہ باتیں لکھی ہیں کہ: فرعون نے نرسیں اور لیڈی ڈاکٹروں کو حکم دیا کہ: وہ بنی اسرائیل کے ایک ایک گھر میں جاویں اور چیک کریں کہ: کونسی عورت حاملہ ہے؟ اور اس کی فہرست بناویں۔ چناں چہ انھوں نے فہرست بنا کر تیار رکھی تھی اور جیسے ہی بچہ پیدا ہوتا اس کو قتل کر دیتے۔

فرعون کی پولیس محلوں میں چکر لگاتی رہتی تھیں، خاص کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خاندان بنی اسرائیل کے محلے پر ان کی بڑی سخت نظریں تھیں کہ جو بچہ پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے۔ (البدایۃ والنہایۃ:۲۴۶/۱)

ہر زمانے میں اہلِ حق پر آزمائش آتی رہی ہے

اُس زمانے میں بنی اسرائیل اہلِ حق تھے، آج الحمد للہ! ہم لوگ دینِ حق پر ہیں اور ہر زمانے میں جو حق پر چلتا ہے ظالموں کی طرف سے اس پر کڑی نظریں، سخت نگرانی، الزام، تہمت وغیرہ لگتے ہی رہتے ہیں، آزمائش آتی ہی رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عجیب حفاظت

مگر اللہ تعالیٰ جب حفاظت کا فیصلہ فرماتے ہیں تو ایسی شان سے حفاظت کرتے

ہیں کہ انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے!!!

جس سال بچوں کو قتل نہیں کرنا تھا اس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، پھر دوسرے سال -جس میں بچوں کو قتل کیا جانا تھا- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، کیا شان ہے مالک الملک کی!!

چیکنگ بھی بڑی سخت تھی

مفسرین نے ایک عجیب بات یہ بھی لکھی ہے کہ: جس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہونے والے تھے اس سال وہ لیڈی ڈاکٹر چیکنگ بھی بہت سخت کرتی تھیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ وہ نرسیں چیک کرنے آئیں؛ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں کے پیٹ میں بچہ ہے وہ ان کو پتا ہی نہیں چل سکا۔ (مظہری: ۷/ ۱۵۳)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے حمل پر پردہ فرمادیا۔

اس کو کہتے ہیں ستّار کی شانِ ستّاری، اللہ تعالیٰ کا ایک مبارک نام "ستّار" بھی ہے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال

غزوۂ خندق کے موقع سے صحابہ رضی اللہ عنہم پر بڑے سخت حالات تھے، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝۱۰ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝۱۱ (الاحزاب)

ترجمہ: جب کہ وہ (سب لشکر) تمھارے اوپر کی طرف سے اور تمھارے نیچے کی

طرف سے چڑھ کر آئے اور جب آنکھیں (دہشت کی وجہ سے) کھلی کی کھلی رہ گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں سوچنے لگے ﴿۱۰﴾ اس وقت ایمان والوں کی (بڑی) آزمائش ہوئی اور وہ زور سے (پورے پورے) ہلا دیے گئے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم جیسی عشق و محبت والی جماعت نعوذ باللہ! اللہ کے بارے میں خیالات میں پڑ گئی کہ: کیا ہوگا؟ فتح ہوگی یا ہار جاویں گے۔

آج کے سخت حالات میں اِس دعا کا بہت اہتمام کرنا چاہیے

انھوں نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے پوچھا کہ: ایسے حالات میں ہم کیا کریں؟

یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت تھی کہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی وہ حضور ﷺ سے پوچھتے تھے کہ: ہم اللہ تعالیٰ سے کیسے مدد مانگیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اپنی طرف کیسے متوجہ کریں؟

حضور ﷺ نے دعا سکھائی:

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا. (مجمع الزوائد: ۱۰/۱۳۹ عن ابی سعید الخدری)

اے اللہ! ہماری کمزور باتوں پر پردہ ڈال دیجیے اور ہماری گھبراہٹ والی بات کو امن اور سکون سے بدل دیجیے۔

یہ دعا حضور ﷺ نے صحابہ کو سکھلائی۔

میرے مسلمان بھائیو! آج کے حالات میں یہ دعا خوب پڑھو۔

بہر حال! اللہ تعالیٰ کی شانِ ستّاری دیکھو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو فرعون کی

طرف سے چیک کیا جارہا ہے اور ان کو پتا بھی نہیں چلتا کہ ان کے پیٹ میں بچہ ہے، کیسی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی!

عام طور پر حاملہ عورت کی حالت

عام طور پر جب عورت کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے تو پہلی تبدیلی یہ ہوتی ہے کہ اس کے چہرے کا رنگ بدلنے لگتا ہے؛ لیکن یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں کے چہرے پر کوئی تبدیلی نہیں آئی؛ کیوں کہ غیب سے حفاظت کا انتظام تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب بچہ پیٹ میں ہوتا ہے تو پیٹ بڑا ہونے لگتا ہے؛ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام پورے نو (۹) مہینے اپنی ماں کے پیٹ میں رہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا پیٹ بڑا نہیں ہوا۔

تیسری بات یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے تو دودھ کی وجہ سے ماں کی چھاتی بڑی ہوتی ہے؛ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی چھاتی معمول کے مطابق رہی، بڑی نہیں ہوئی۔ (البدایة والنهایة:۱/۲۴۶)

بہر حال! وقت پورا ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے، اب ماں کو فکر ہوئی کہ پولیس کو پتا چل جائے گا اور میرے معصوم بچے کو قتل کر دیں گے، اب میں کیا کروں؟

امام المفسرین حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت

امام بغوی رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں ایک روایت نقل کی ہے، وہ روایت میں آپ کو سناتا ہوں، یہ روایت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا زاد بھائی اور اِس امت کے مفسرین کے امام: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل فرمائی ہے:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو پیٹ میں حمل تھا اور بچہ آخری دنوں میں تھا اور پیدائش بالکل قریب تھی تو ان کی ماں کے دل میں ڈر زیادہ ہو گیا؛ اس لیے کہ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کروادیتا تھا اور یہی بچہ تو اصل ان کا نشانہ تھا۔

خوف کے وقت صبر کے دو بڑے فائدے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دل میں خوف محسوس ہوا، معلوم ہوا کہ فطری خوف میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ ایمان کے خلاف نہیں ہے۔

خوف کے وقت صبر کے دو بڑے فائدے ہیں:

① زبان سے ٹھیک بات نکلتی ہے۔

② فکر، سوچ اور رائے صحیح رہتی ہے۔

دایہ سے اُمِ موسیٰ کی دوستی، ہمارے لیے ایک اہم سبق

ایک دایہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے پاس بھی آیا کرتی تھی، آپ اس کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتی تھیں؛ یہاں تک کہ اس کے ساتھ دوستی ہو گئی۔

اِس سے ہمیں ایک اہم سبق یہ ملتا ہے کہ: ہم لوگوں کو سرکاری ملازمین کے ساتھ اچھے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، یہ مسلمانوں کے لیے بہت ضروری ہے، آج ہم مسلمانوں نے اپنا مزاج یہ بنا رکھا ہے کہ سرکاری آفسر اور ملازمین کے ساتھ لڑائی، جھگڑا اور برا سلوک کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے جو کام آسانی کے ساتھ ہونے چاہیے وہ بھی نہیں ہوتے۔

فدائے ملّت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی ایک قیمتی بات

اِس موقع پر مجھے فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی ایک بات یاد آ گئی، ہمارے ڈابھیل کے قریب اٹالوا گاؤں کے عبد الصمد بھائی پناما میں رہتے ہیں، ان کے بیٹے کا نکاح تھا، انھوں نے اپنے بیٹے کی شادی کے موقع پر گجرات کے بڑے بڑے علما کو دعوت دی تھی، فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ بھی تشریف لائے تو انھوں نے آج کے حالات کے پیشِ نظر بہت کلیدی باتیں ارشاد فرمائی تھیں جس میں ایک اہم بات یہ فرمائی تھی کہ:

دیکھو! جب کرفیو لگ جائے جس میں پولیس والے اپنی ڈیوٹی بھرتے ہیں، ٹھنڈی، گرمی، بارش ہر موسم میں ان کو گھنٹوں گھنٹوں ڈیوٹی بھرنی پڑتی ہے تو ہم مسلمانوں کو ایسے موقع پر سرکاری عملے اور پولیس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے، ان کو پوچھنا چاہیے کہ: پانی کا تقاضا ہو تو ہم آپ کو پانی پلائیں، چائے کا تقاضا ہو تو ہم آپ کو چائے پلائیں، اور اگر کھانے کا تقاضا ہو تو کھانا کھلائیں، اگر کوئی سخت مزاج کا ہوگا تو وہ انکار کر دے گا اور کہے گا کہ: نہیں! مجھے کچھ نہیں چاہیے، اس وقت ہم اپنا دروازہ بند کر دیں گے اور اگر کوئی معتدل مزاج کا ہوگا تو وہ کہے گا کہ: نہیں! شکریہ اور اگر کوئی واقعتاً ضرورت والا ہوگا تو وہ قبول کر لے گا، ہر حال میں اس طرح خیر خبر لینے سے ان کے دل میں ایک اچھا اثر پیدا ہوگا اور وہ سوچیں گے کہ: مسلمان کتنے اچھے اخلاق والے ہیں۔

لائٹ بل والے ملازم کے ساتھ حسنِ برتاؤ کا ایک ذاتی واقعہ

ابھی اپنی تازہ بات کروں کہ اتفاق سے ایک روز میں گھر پر تھا اور لائٹ کا میٹر

لکھنے والا سرکاری آدمی آیا تو میں نے ان سے کہا کہ: بھائی! پانی پیو گے۔

اس نے کہا کہ: پلا دو تو بہت اچھا، پیاس لگی ہے۔

میں نے ان سے کہا کہ: گھر میں آؤ، پنکھا چالو کیا اور ان کو بٹھایا اور ان کے لیے ٹھنڈا پانی لے کر آیا اور پلایا، اتنے میں گھر والوں نے شربت تیار کیا اور وہ بھی پلایا، اتنے میں اس نے ریڈنگ بھی لکھ لیا، ہماری ہرگز یہ نیت نہیں تھی کہ شربت کے بدلے میں ایک بھی یونٹ وہ کم لکھے۔

میں نے ان سے پوچھا کہ: آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اس نے جواب میں ''سوجترا'' کے قریب کا گاؤں بتلایا۔

بہرحال! اس معاملے سے اس پر بڑا اچھا اثر ہوا، وہ بے چارہ مکمل بل دے کر چلا گیا، میں اپنے کام میں مشغول ہوگیا، میں نے دیکھا کہ وہ میرے گھر میں اپنا موبائل بھول گیا، وہ بے چارہ پریشان ڈھونڈتے ہوئے آیا، میں نے اکرام کے ساتھ اس کا موبائل واپس کیا تو وہ بہت خوش ہوگیا، اس کے آنے سے پہلے میں جی ای بی (G.E.B) کی آفس میں رابطہ کرنے کا سوچ رہا تھا؛ تاکہ اس تک یہ موبائل پہنچ جاوے۔

بہرحال! سرکاری عملے کے ساتھ اچھے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

دایہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اس سرکاری دایہ سے اچھی دوستی کر رکھی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو دردِ زِہ شروع ہوا تو انھوں نے فوراً اس نرس کو اطلاع بھیجی کہ مجھے درد شروع ہوگیا ہے اور میرا تیرے ساتھ محبت اور دوستی کا تعلق ہے، لہذا آج

دوستی کا کچھ حق ادا کر کے مجھے فائدہ اور راحت پہنچا۔

وہ نرس جلدی سے آ گئی، اللہ تعالیٰ کی عجیب شان! وہ نرس فرعون کے اسٹاف میں سے تھی جو بنی اسرائیل کے دشمن تھے؛ لیکن اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں کی خدمت کرنا شروع کر دی۔ (بغوی اردو: ۴/ ۴۱۳-۴۱۴، مظہری: ۶/ ۶۷)

پیدائش کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے درمیان سے نور کا نکلنا اور دایہ پر اس کا اثر

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور آپ ماں کے پیٹ سے نکل کر زمین پر تشریف لائے تو آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے ایک نور نکلا، اس نرس نے وہ نور دیکھا، اس نور کو دیکھتے ہی اس کا پورا بدن کانپنے لگا؛ چوں کہ ان نرسوں کا تو یہ رات دن کا کام ہوتا ہے اور اس نے ایسا کبھی بھی نہیں دیکھا تھا کہ کوئی بچہ پیدا ہوا اور ایسا نور نکلا ہو، وہ بہت متاثر ہوئی اور اس نور کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت اس نرس کے دل میں بیٹھ گئی۔

پھر وہ نرس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں کو کہنے لگی کہ: جب تو نے مجھے بلایا تھا تو میں اِس نیت سے آئی تھی کہ جیسے ہی تجھے بچہ پیدا ہو میں پولیس کو بلوا کر تیرے بچے کو قتل کروا دوں؛ لیکن اب اس بچے کو دیکھ کر میں نے اپنی نیت بدل دی اور میرے دل میں تیرے بچے کی محبت اتنی زیادہ بڑھ گئی ہے کہ اب کوئی چیز مجھے اس سے زیادہ پیاری نہیں ہے، بس اب تو تیرے بچے کی حفاظت کرنا ہے؛ اس لیے کہ میرا اندازہ یہ ہے کہ فرعونی قوم کا دشمن جو بچہ ہونے والا ہے وہ یہی ہے۔ (مظہری: ۷/ ۱۵۲)

ایک دوسری بات اس میں یہ بھی تھی جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمائی:

وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿۳۹﴾ (طٰہٰ)

ترجمہ: اور (اے موسیٰ!) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور (یہ سب کام اس لیے کیے) تا کہ تم میری نظروں کے سامنے پرورش پاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسی محبوبیت عطا فرمائی تھی کہ جو ان کو دیکھتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا تھا۔

محبوبیت کی ایک مثال

میں اس کی مثال لوگوں کو حج اور عمرے سے دیا کرتا ہوں کہ جب حج یا عمرے میں جاتے ہیں تو لوگ ایئرپورٹ پر گاڑیوں میں چھوڑنے آتے ہیں اور ان گاڑیوں پر ''حاجی'' لکھا ہوا ہوتا ہے، عام طور پر پولیس والا ان گاڑیوں کو اکرام میں روکتا نہیں ہے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ: ایئرپورٹ پر امیگریشن وغیرہ میں ان حج اور عمرے میں جانے والوں کے لیے جو آسانی ہوتی ہے وہ دوسرے مسافروں کو نہیں ہوتی؛ حالاں کہ ہوائی اڈے کے افسران کا اکثر عملہ غیر مسلموں پر مشتمل ہوتا ہے، یہ اس کی برکت ہے کہ یہ جانے والا اللہ تعالیٰ کے گھر جا رہا ہے اور اس کی عبادت کے لیے جا رہا ہے۔

اگر ہم حقیقت میں اللہ کی عبادت کرنے والے بن جائیں تو!!!

میرے مسلمان بھائیو! اگر ہم واقعی اللہ والے بن جائیں تو یہ تو درخت کی پوجا کرنے والی قوم ہے، ہمیں ان سے اپنی پوجا نہیں کروانی ہے؛ لیکن وہ ہمارے ساتھ ان شاء اللہ! محبت کرنے والے بن جائیں گے، کمی بس اتنی ہے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی

عبادت اور اس کی نسبت کا جو نور اور محبوبیت پیدا کرنی چاہیے وہ آج تک ہم نہیں کر سکے، اس کو اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ والوں اور نمازیوں کا کٹر ہندوؤں پر اثر: ایک حقیقت

آپ نے بڑے بڑے اللہ والوں کو دیکھا ہوگا کہ جب وہ کٹر کافروں کے علاقوں میں چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ہمارے یہاں رواج ہے کہ ہندو عورتیں اپنے بچوں کو لے کر مسجد کے دروازے پر آ کر دم کرواتی ہیں، اس کا کیا مطلب؟ اس لیے کہ یہ مسلمان مسجد میں جا کر اللہ کا نیک بندہ بن کر آیا ہے، وہ مسجد سے دور جا کر نیکی کے اثرات ختم کرے اس سے پہلے میں مسجد کے دروازے پر ہی دم کروا لوں؛ تاکہ میرے بچے کو شفا ہو جائے۔

ذرا اِس نکتے کو سوچیں اور وہی مسلمان اگر سو قدم آگے ان سے ملے گا تو ان غیر مسلموں میں سے بہت سارے ان سے دشمنی کا برتاؤ کرتے ہیں، نتیجہ نکلا کہ مسجد کی جو برکت تھی وہ ہم نے اپنے غلط معاملات اور بد اخلاقی کی وجہ سے ختم کر ڈالی، اگر وہ مسجد والی نورانی نسبت ہم بازاروں میں باقی رکھتے اور معاملات میں باقی رکھتے تو وہ لوگ ہمارے ساتھ وہی محبت کرتے جو مسجد کے دروازوں پر ہوتی ہے۔

بہر حال! اس نرس نے کہا کہ: اس کی محبت میرے دل میں بیٹھ گئی ہے، میں کسی کو بتاؤں گی نہیں اور تجھے بھی نصیحت کرتی ہوں کہ تو اِس کی حفاظت کرنا۔

جاسوسوں کی آمد

جب وہ نرس وہاں سے نکلی تو اتفاق سے سرکار کے جاسوسوں نے نرس کو دیکھ لیا

کہ وہ کسی گھر سے نکل رہی ہے، فوراً اندازہ ہوگیا کہ یہاں کوئی بچہ ہوا ہے، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں کے دروازے پر آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن- جن کا نام کلثوم یا مریم یا کاتمہ تھا- اپنی امی سے کہنے لگی کہ: پولیس والے آگئیں۔ (مظہری: ۷/ ۱۵۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام تنور میں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں نے چھوٹے بچے کو- جو ابھی پیدا ہوا ہے- ایک کپڑے میں لپیٹا اور آگ سے بھڑکتے تنور میں جا کر رکھ دیا۔ (مظہری: ۷/ ۱۵۲)

ایک ماں کو اپنے بچے کی حفاظت کی کیسی فکر لاحق ہوئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں بھول گئی کہ میں اپنے بچے کے ساتھ کیا کر رہی ہوں، بس اس کو بچانا ہے تو اس نے کپڑے میں لپیٹ کر جلتی آگ میں جھونک دیا۔

اللہ تعالیٰ کی شان کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اس آگ کو ٹھنڈا بنا دیا اور وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے اِس طرح حفاظت فرمائی۔

پولیس کے سامنے اِم موسیٰ کی بے خوفی

اتنے میں پولیس والے گھر میں گھس گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں کا چہرہ دیکھا کہ اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا نہیں ہے؛ کیوں کہ آدمی جب گھبرا جاتا ہے تو اس کا رنگ بدل جاتا ہے؛ اس لیے کبھی ایسا معاملہ ہو (اللہ حفاظت میں رکھے) جب کوئی سرکاری آدمی یا پولیس والے پوچھے تو گھبرانا نہیں چاہیے، پوری ہمت کے ساتھ ان سے بات کرنی چاہیے؛ تاکہ ان کو ایسا لگے کہ اس کو کوئی ٹینشن نہیں ہے اور ایسی بات کرنے سے اس کو بھی یقین ہوگا کہ یہ کوئی غلط آدمی نہیں ہے۔

ان پولیس والوں نے دوسری بات یہ دیکھی کہ اس عورت کی چھاتی (پستان) بڑی نہیں ہے تو ان کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہاں ولادت والی کوئی بات نہیں ہے، اب وہ پولیس والے پوچھنے لگے کہ: یہ نرس تمھارے یہاں کیوں آئی تھی؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں نے کہا: یہ تو میری سہیلی ہے، وہ مجھے ملنے کے لیے آئی تھی اور یہ بات بالکل صحیح تھی، پولیس والے بھی وہاں سے واپس چلے گئے، پولیس کے جانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ڈر دور ہوا اور عقل و سمجھ پھر سے برابر ہوگئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو اطمینان ہو گیا کہ اب ہمارے بچے کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔ (مظہری: ۷/ ۱۵۲)

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو یاد نہیں رہا کہ بچہ کہاں ہے، انھوں نے اپنی بیٹی سے کہا کہ: موسیٰ کہاں ہے؟

پولیس والے چلے گئے تب موسیٰ علیہ السلام روئے

وہ بھی کہنے لگی کہ: مجھے بھی پتا نہیں کہ موسیٰ کہاں ہے۔ افراتفری کی وجہ سے ماں تنور میں رکھ کر بھول گئی تھی اور بہن کو تو معلوم ہی نہیں تھا، اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو! اللہ تعالیٰ جب حفاظت کرنے پر آتے ہیں تو کیسے حفاظت کرتے ہیں، پولیس آکر چلی گئی وہاں تک تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بچے تھے رونا بھی نہیں آیا، اطمینان کے ساتھ وہ چولہے میں سوئے رہے؛ لیکن جب پولیس چلی گئی تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رونا آیا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بات تھی۔

چولہے میں سے رونے کی آواز سنی تو ماں کو یاد آیا کہ میں نے اپنا بچہ چولہے میں

رکھ دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے وہ چولہا آپ کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی والا بنادیا تھا اور الحمد للہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہاں ایک بال بھی نہیں جلا تھا، ماں نے بچے کو نکالا، سینے سے لگایا، اپنی گود میں لیا اور پرورش کرنے لگی۔ (روح المعانی: ۲۵۶/۱۰)

موسیٰ علیہ السلام تین مہینے تک ایک باغ میں، روئے تک نہیں

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ایک باغ میں جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھپا دیا، دن میں ایک مرتبہ جاتی، اور دودھ پلاتی، اسی طرح رات میں ایک مرتبہ جاتی، اور دودھ پلاتی، عجیب اللہ تعالیٰ کی شان کہ مسلسل تین (۳) مہینے گزر گئے؛ لیکن کبھی آپ نے رونے کی آواز بھی نہیں نکالی؛ کہیں کسی کو بچے کا پتا نہ چل جائے؛ کیوں کہ آس پاس والوں کو بچے کا پتا رونے کی آواز سے ہی چلتا ہے، اسی طرح چھوٹے بچے حرکت بھی بہت کرتے ہیں؛ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کوئی بھی ایسی حرکت نہیں کرتے تھے جس سے دوسروں کو پتا چل جاوے، سکون کے ساتھ تین مہینے مکمل کیے۔ (طبری: ۲۹،۳۰/۱۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام تین مہینے کے بعد روئے

جب چوتھا مہینہ شروع ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رونے کی آواز نکلی اور لوگوں کو پتا چلا کہ یہاں تو بچہ ہے، اب امی جان کو ڈر لگ گیا کہ کہیں پولیس والے آ کر بچے کو قتل نہ کر ڈالیں، ماں بہت پریشان ہوئیں، اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آ رہی ہے:

وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوۡسٰٓى اَنۡ اَرۡضِعِيۡهِ‌ۚ

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا کہ: تو اس (موسیٰ) کو دودھ پلاتی رہ۔

عورتوں کو اپنے بچوں کو دودھ پلانا چاہیے

معلوم ہوا کہ عورتوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو دودھ پلاویں، آج کے فیشن پرستی کے زمانے میں ہماری دینی بہنیں بچوں کو دودھ نہیں پلاتی ہیں، اس کے بہت سارے نقصانات ہیں، بچے کو پہلے ہی دن سے یا چند دنوں کے بعد بے بی فوڈ (Baby food) وغیرہ کی عادت ڈالنا، ان کی تندرستی کے لیے بہت بڑے نقصان کی چیز ہے۔

عورت کا دودھ پتلا؛ لیکن اس کی طاقت !!!

دنیا میں سب سے پتلا دودھ عورت کا ہوتا ہے، اتنا پتلا کسی اور جانور کا نہیں ہوتا؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پتلے دودھ میں جو طاقت رکھی ہے وہ طاقت بچے کے لیے بہت ہی زیادہ فائدے کی چیز ہوتی ہے۔

جیسے جب کسی آدمی سے جھگڑا ہوجائے تو ہم اپنی زبان میں بولتے ہیں: ماں کا دودھ پیا ہوتو لڑنے کے لیے آجا۔

اِس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ایک بچے نے اگر ماں کا دودھ پیا ہے تو پوری زندگی اس کے لیے طاقت اور تندرستی کا ذریعہ بنتا ہے۔

دودھ نہ پلانے سے کینسر کے خطرات

آج کل جو میڈیکل ریسرچ چل رہے ہیں اس میں یہ بات سامنے آرہی ہے کہ جو عورتیں اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں یا کم پلاتی ہیں تو ان عورتوں کو چھاتی میں کینسر کے خطرات لگے رہتے ہیں اور جو عورتیں اپنے بچوں کو پورا دودھ پلاتی ہیں تو اس

کی چھاتی کے کینسر وغیرہ کے خطرناک مرض سے حفاظت ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کیسے معلوم ہوا؟

یہ دودھ پلانے کا حکم اور بچے کے لیے ضروری ہدایات اللہ تعالیٰ نے کیسے دیں؟

بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ فرشتے کو بھیجا۔(روح المعانی: ۱۰/۲۵۵)

معلوم ہوا کہ نبی کے علاوہ دوسروں کے پاس بھی فرشتہ آسکتا ہے؛ لیکن وحیٔ تشریعی لے کر نہیں آسکتا، صرف فرشتے کے آنے سے کوئی آدمی نبی نہیں بن جاتا، ہاں! جس کو وحیٔ تشریعی کہتے ہیں، جس میں شریعت کے قانون ہوتے ہیں وہ وحی آئے تو فرشتے کے آنے سے آدمی نبی بن جاتا ہے؛ ورنہ صرف وحی نبوت کی دلیل نہیں:

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ. (الانعام:۱۲۱)

ترجمہ: اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں؛ تاکہ وہ تم سے (بےکار) بحث (یعنی جھگڑا) کریں۔

معلوم ہوا کہ شیطان بھی ایک دوسرے کو وحی کرتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے خواب میں دکھایا، یا دل میں الہام کیا۔

دریا میں ڈالنے کا حکم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماں نے تین/چار مہینے دودھ پلایا، پھر جب وقت گزرتے گزرتے ایک وقت ایسا آیا کہ فرعون پورے اصرار سے اسرائیلی بچوں کو تلاش کروانے لگا اور بچّے کے رونے کی آواز بھی آنے لگی، تب موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ ڈر پیدا ہوا

کہ اب شاید فرعون تک بات پہنچ گئی ہے کہ اس گھر میں بچہ ہے اور پولیس آکر اس بچے کو قتل کردے گی تب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا:

اَنِ اقۡذِفِيۡهِ فِى التَّابُوۡتِ فَاقۡذِفِيۡهِ فِى الۡيَمِّ فَلۡيُلۡقِهِ الۡيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاۡخُذۡهُ عَدُوٌّ لِّىۡ وَعَدُوٌّ لَّهٗ. (طہ:۳۹)

ترجمہ: کہ اس (بچے موسیٰ) کو صندوق میں رکھ دو، پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دو، پھر دریا اس (صندوق) کو کنارے پر لاکر ڈال دے گا جس کے نتیجے میں اس (موسیٰ) کو ایک ایسا آدمی (یعنی فرعون) اٹھائے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس (موسیٰ) کا بھی دشمن ہے۔

یعنی خود سمندر اطاعت کرنے والے شخص کی طرح ہوجائے گا، اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی سمندر کے بس میں بھی نہیں۔

پہلے ''اِذۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوۡحٰٓى'' میں مبہم طور پر بات بیان کی گئی ہے، پھر اس آیت میں اس کی پوری وضاحت کی گئی، یہ اس حفاظت کے عجیب وغریب انتظامات کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فَاِذَا خِفۡتِ عَلَيۡهِ فَاَلۡقِيۡهِ فِى الۡيَمِّ وَلَا تَخَافِىۡ وَلَا تَحۡزَنِىۡ‌ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَيۡكِ وَجَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۞

ترجمہ: پھر جب تجھے اس (بچے) کے بارے میں کوئی خطرہ لگے تو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور تو ڈرنا مت اور غم نہ کرنا، یقیناً اس کو ہم تیرے پاس واپس پہنچادیں گے اور اس کو رسولوں میں سے (ایک رسول) بنادیں گے۔

جان بچانے کی تدبیر جان کو خطرے میں ڈالنے والی

دینی بہنو! کیا شان ہے مالک کی! کہ جان بچانے کے لیے جو تدبیر بتلائی گئی وہ بھی جان کو خطرے میں ڈالنے والی تدبیر ہے، جیسے آج کل کینسر کی بیماری کی ہلاکت سے بچنے کے لیے زہریلے ناگ ''کوبرا'' کے انجکشن لگوائے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنا اُمِ موسیٰ سے سیکھے

بچے کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ: بچے کو سمندر میں ڈالو؛ حالاں کہ دریا میں آدمی ڈوب کر ختم ہو جاتا ہے؛ مگر یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا، اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنا اگر کسی کو سیکھنا ہو تو اس عورت ذات سے سیکھے، بچے کو بچانا ہے اور بچانے کے لیے سمندر میں ڈالنا؛ یہ ظاہر میں سمجھ میں نہیں آتا، پھر بھی اللہ تعالیٰ کا حکم تھا، سو عمل کیا۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ایک خطرے سے بچنے کے لیے دوسرا خطرہ مول لیا جاوے کہ دریا میں بچے کو چھوڑ دو، حقیقت یہ ہے کہ ظاہری احوال کے خلاف اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابندی کرنے والے کبھی ناکام نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑنے کی تدبیر مت کرو

لیکن یاد رکھو! میرے دینی بھائیو! اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے بندے کی تدبیر کوئی حیثیت نہیں رکھتی، اللہ تعالیٰ کے حکم پر سب سے پہلے عمل ہونا چاہیے، اگر تدبیر کرنا ہو تو یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہم آسانی سے کیسے پورا کریں، نماز باجماعت پڑھنے کی تدبیر کرو، حکمِ الٰہی پورا کرنے کی تدبیر کرو، اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑنے کی تدبیر مت کرو، جو

تدبیر اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑنے کی ہوتی ہے وہ شیطانی تدبیر ہے، اللہ تعالیٰ ایسی تدبیر سے ناراض ہوتے ہیں۔

بہت سے مسلمان شریعت کے قانون سے بچنے کے بارے میں عجیب عجیب تدبیریں اور حیلے کرتے ہیں، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں عورت ذات ہے، اللہ تعالیٰ دریا میں ڈالنے کا حکم دے رہے ہیں، ہر ماں کو اپنے بچے کے ساتھ شفقت و محبت ہوتی ہے، پھر بھی حکم ہوتا ہے کہ: ابھی تمھاری شفقت پیچھے رکھو، اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرو۔

اولاد سے اصل شفقت

آج کے حالات میں ہمیں یہی کرنا ہے، ماں باپ کی محبت، شفقت اور پیار بہت بڑی چیز ہے؛ لیکن اولاد سے محبت اور شفقت یہ نہیں ہے کہ: اگر اولاد کھلم کھلا حرام اور شریعت کے خلاف کام کریں پھر بھی ہم شفقت میں ان کو نہ روکیں، ایسی شفقت گناہ ہے، اولاد کو غلط یا خلافِ شریعت کام میں دیکھو تو ایسے موقع پر شفقت یہ ہے کہ ان کو حرام کام سے بچاؤ اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرو۔

اولاد سے شفقت کا طریقہ

حدیث میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت کا طریقہ بتلایا:

مُرُوْا صِبْيَانَكُمْ بِالصَّلٰوةِ فِيْ سَبْعِ سِنِيْنَ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا فِيْ عَشْرٍ.

(بیہقی: ۲/۲۲۹ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ)

یعنی اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوجائیں اور جب دس سال کے ہوجائیں تو اگر نماز نہیں پڑھتے ہیں تو (شفقت یہ ہے کہ) ان کو مارو۔

اس لیے کہ دس سال کی عمر میں آپ نے مار کر نمازی بنا دیا تو ان شاء اللہ! بڑی عمر تک نماز نہیں چھوڑے گا اور دس سال کی عمر میں نماز میں غفلت کی تو اس غفلت کی اصلاح کرنا مشکل کام ہوگا، یہ شفقت کا طریقہ حضور ﷺ نے سکھلایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے جذبات

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ عرض کرتی ہے کہ: اے میرے اللہ! آپ کی قدرت پر میرا یقین ہے؛ لیکن اے اللہ! میں اپنے معصوم بچے کو کیسے دریا میں ڈال دوں؟ دریا کی گہرائی میں کون میرے بچے کو بچائے گا؟ اگر کسی مچھلی نے میرے بچے کو نگل لیا تو کون میرے بچے کی جان کو بچائے گا؟ ایک ماں اپنے دل کے جذبات اور خدشات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر رہی ہے۔

جواب ملتا ہے: ایک لکڑے کی پیٹی بناؤ، اس میں بچے کو رکھ کر دریا میں ڈال دو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کیسی ہمت والی ہوگی کہ لکڑے کی پیٹی بنائی اور اس میں بچے کو رکھ کر دریا میں ڈال دیا۔ (مظہری: ۷/ ۱۵۲)

اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ مجھے اور آپ کو اپنا حکم پورا کرنے والا بنا دیوے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اپنے بچے کی جان بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم آیا تو اس کو پورا کرنے کی خاطر اپنے بچے کو دریا میں ڈال رہی ہے، ظاہر میں یہ نظر آ رہا ہے کہ دریا میں ڈالنے سے بچہ ہلاک ہو جائے گا؛ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کر رہی ہے۔

بھوک، پیاس اور محتاجگی کا سمندر

آج ہماری بہت سی بہنوں کے دل و دماغ میں آتا ہے کہ بچے کو حافظ، عالم، مفتی

بنائیں گے تو گویا بھوک، پیاس، اور محتاجگی کے سمندر میں ہم بچے کو ڈال رہے ہیں، اس سے کیا ملے گا؟ بچے کو امامت میں دو پانچ ہزار تنخواہ ملے گی، میرے بچے کا مستقبل بگڑ جائے گا؛ گویا وہ یہ سمجھتی ہے کہ بچے کو عالم، حافظ، مفتی بنانا یہ بھوک پیاس کے دریا میں ڈالنا ہے؛ لیکن وہ یہ نہیں سوچتی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ: علم سیکھو اور سکھلاؤ، قرآن سیکھو اور سکھلاؤ۔

اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے کا انعام: عزت کا تاج

یاد رکھو میری دینی بہنو! یہ جو آج آپ کو ظاہر میں بھوک، غربت اور مفلسی کا سمندر نظر آ رہا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرتے ہوئے اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے دین کے علم کے سمندر میں بچے کو ڈال دو، جس موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے سمندر میں بچایا، عزت عطا فرمائی اور فرعون کے محل میں پہنچایا وہی اللہ تعالیٰ دنیا میں آپ کے بچوں کو عزت کے اعلیٰ مقام پر پہنچائیں گے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪ (المجادلة)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں (ان کے) اور جن کو علم دیا گیا ہے ان کے درجوں کو اللہ تعالیٰ بلند کریں گے اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اونچا مقام دیں گے اور آخرت میں بھی اونچا مقام عطا فرمائیں گے۔

علم اور دین کی برکت

۱۹۹۹ء میں برِ اعظم امریکہ کے ملک ''پناما'' کا سب سے پہلا سفر ہوا، بمبئی سے پیرس جانے کے لیے ہوائی جہاز میں بیٹھا، پانچویں رمضان کا دن تھا، پیرس کے ائیر پورٹ پر بیٹھے بیٹھے سوچ رہا ہوں: مولیٰ! میری کیا حیثیت کہ میں فرانس اور امریکی ملکوں میں جاؤں، اے اللہ! یہ آپ کا فضل اور آپ کے دین کے علم کی برکت ہے۔

دینی بہنو! دینی علم حاصل کرنے والوں کے یہاں آج جو تمھیں بھوک، پیاس اور محتاجگی کا سمندر نظر آ رہا ہے، اللہ کے وعدے پر بھروسہ کرلو، اللہ تعالیٰ علم کی برکت سے تمھیں اور تمھاری اولاد کو دنیا و آخرت میں عزت کا اعلیٰ مقام عطا فرمائیں گے۔

نظامِ کائنات اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے والے کے تابع

جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خدمت کے لیے پوری کائنات کو لگا دیتے ہیں، ہوا کا نظام بھی اس کی خدمت کے لیے ہوتا ہے، فرشتے بھی اس کی خدمت میں لگ جاتے ہیں۔

بعض تفسیری روایتوں میں آتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا: یہ پیٹی جس میں موسیٰ سوئے ہوئے ہیں، اس کو پانی میں چلاؤ، ہوائیں پانی پر بھی چلتی ہیں اور اس سے موج اٹھتی ہے اور کشتی چلنے لگتی ہے؛ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صندوق کی حفاظت ہوا کر رہی ہے، اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو! کبھی تو اللہ تعالیٰ اپنے وفادار بندوں کے لیے سورج کو مسخر کر دیتے ہیں:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا غَرَبَتْ

تَّقۡرِضُهُمۡ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمۡ فِىۡ فَجۡوَةٍ مِّنۡهُ‌ؕ

ترجمہ: اور تو سورج کو دیکھے گا کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کی غار سے دائیں طرف ہٹ کر نکل جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف (سے ہٹ کر) کترا کر چلا جاتا ہے اور وہ لوگ اس (غار) کے کشادہ حصے میں (سوئے ہوئے) تھے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کر کے دیکھو! سورج بھی تمھاری خدمت کرے گا، ہوا بھی تمھاری خدمت کرے گی۔

اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا

اسی طرح جو آدمی اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت تو اللہ تعالیٰ اس کو کبھی ناکام نہیں کرتے، یہ تو شیطان ہم کو سکھاتا ہے کہ شریعت پر عمل کرنے سے یہ نقصان ہوگا؛ حالاں کہ شریعت پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہوتا ہے، اس سے کبھی بھی کسی کو نقصان نہیں ہوسکتا؛ قرآنِ مجید میں ہے:

اَلشَّيۡطٰنُ يَعِدُكُمُ الۡفَقۡرَ وَيَاۡمُرُكُمۡ بِالۡفَحۡشَآءِ‌ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمۡ مَّغۡفِرَةً مِّنۡهُ وَفَضۡلًا ‌ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ۖ ۚ‏ ﴿۲۶۸﴾

ترجمہ: شیطان تم کو مفلسی سے ڈراتا ہے اور وہ تم کو بے حیائی کی باتیں سکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت اور فضل کا تم سے وعدہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت وسعت والے، (ہر بات) جاننے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ام موسیٰ کو چار وعدے

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے چار وعدے فرمائے:

① ﴿لَا تَخَافِيْ﴾ گھبراؤ مت: کہ بچہ ڈوب جائے گا یا اس کو سمندر کے جانور کھا جائیں گے۔

② ﴿وَلَا تَحْزَنِيْ﴾ میرا بچہ مجھ سے دور ہو رہا ہے اس کا غم مت رکھو۔

یہاں تو زندگی اور موت کا مسئلہ تھا اور ہم تو بچے کو مدرسہ بھیجتے ہوئے یا کسی بزرگ کی خانقاہ میں یا جماعت میں روانہ کرتے ہوئے غمگین ہو جاتے ہیں۔

③ ﴿اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ﴾ ہم تمھارے بچے کو ایک دن تمھارے پاس واپس لائیں گے۔

اس کو اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر آپ دل سے یقین رکھو، جیسا یقین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں تھا اللہ تعالیٰ اس کا کچھ حصہ ہمیں عطا فرما دیوے، آمین۔

④ ﴿وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ اس بچے کو ہم اس امت کا رسول اور نبی بنائیں گے۔

کمزوروں پر اللہ تعالیٰ کا احسان کا وعدہ

یہ کون کہہ رہا ہے؟ یہ وہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں جو کمزوروں کو طاقت والا بناتے ہیں، جو نیچے گرنے والوں کو عزت عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵

ترجمہ: اور ہم یہ چاہتے تھے کہ جو لوگ زمین میں کمزور کر دیے گئے تھے ان پر ہم احسان کریں اور ہم ان کو سردار بنا دیویں اور ہم ان کو (ملک کا) وارث بنا دیویں۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کمزوروں پر احسان کا وعدہ فرمایا ہے کہ: جو کمزور ہوگا ہم اس پر احسان کریں گے۔

اے مسلمانو! اگر ہم دنیا میں کمزور ہیں تو سب سے بڑے طاقت والے اللہ پر یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے عزت عطا فرمائیں گے، ہم تو وہ لوگ ہیں جو دن میں پانچ مرتبہ اپنا یقین تازہ کرکے ''اللہ اکبر'' کہتے ہیں؛ یعنی سب سے بڑی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے جو کمزوروں کو طاقت والا بناتے ہیں۔

اِس آیت کو پڑھنے یا سننے کے وقت دل کی کیفیت

جب میں یہ آیت سبق، تراویح، یا نماز میں سنتا ہوں تو دل میں رونا آجاتا ہے کہ:

اے میرے مالک! آپ کتنے مہربان ہیں کہ: آپ نے حکومت، مال اور اقتدار والوں سے زیادہ کمزوروں پر احسان کا وعدہ فرمایا۔

اے اللہ! کمزوروں پر احسان یہ آپ کی سنت رہی ہے۔

اے اللہ! آپ کے آخری نبی کی امت بھی اِس وقت زمین میں کمزور و بے بس ہے، آپ ان کو بھی عافیت سے سرداری اور زمین کی وراثتِ کاملہ عطا فرما دیجیے، آمین۔

امِ موسیٰ کا فرعونی بڑھئی کے پاس صندوق لینے جانا

بہر حال! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ایک بڑھئی کے پاس گئی، اس کا نام ''خربیل بن صابون'' تھا، عجیب بات کہ بڑھئی ملا تو وہ بھی فرعون کی قوم کا ملا!

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اس سے ایک چھوٹا صندوق خریدا، اس صندوق کا رنگ کالا تھا۔

اس بڑھئی نے پوچھا کہ: آپ اس صندوق کا کیا کروگی۔(تفسیرِ جمل: ۳/ ۳۳۵)

بڑھئی کے سامنے امِ موسیٰ کا سچ بولنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے صاف صاف بتلادیا کہ: میرا ایک چھوٹا بچہ ہے اس کو چھپانا ہے، ایسا نہیں کہا کہ مجھے فرعون کا ڈر ہے، دیکھیے! ایسے موقع پر بھی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جھوٹ نہیں بولا، حدیث میں یہی فرمایا گیا:

اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ. (الجامع الکبیر للسیوطی، ص: ۵/ ۱۲ ، حدیث: ۲۹۷۳)

سچائی تم کو بچائے گی۔

ماں پیٹی لے آئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اندر رکھ دیا۔

بڑھئی کا جاسوسی کے لیے پولیس کے پاس جانا

وہ بڑھئی سمجھ گیا کہ: یہ تو بنی اسرائیل کی عورت ہے اور اس کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے تو وہ جلدی جلدی سرکاری پولیس کے پاس گیا؛ تاکہ وہ پولیس کو اس کی اطلاع دے کہ بنی اسرائیل کے فلانے گھرانے میں بچہ پیدا ہوا ہے اور اس کی ماں بچے کو چھپانے کے لیے میرے پاس پیٹی لینے آئی تھی۔(مظہری: ۷/ ۱۵۲)

اللہ تعالیٰ کی قدرت: بڑھئی پولیس کے سامنے گونگا ہوگیا

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ بڑھئی پولیس والوں کے پاس گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان کو گونگا بنادیا، وہ بالکل بول نہیں پایا، اشارے سے کچھ سمجھانا چاہا؛ لیکن پولیس والے سمجھ نہ پائے اور جب اشارے اشارے کی بات سمجھنے سے تھک گئے تو پولیس والوں

کو بڑا غصہ آیا اور اس کو ڈنڈے مار کر بھگا دیا۔ گویا اس نیک بچے کی جاسوسی کرنے گیا تو زبان تک چلی گئی۔ (مظہری: ۷/ ۱۵۳)

دوسری مرتبہ جاسوسی کا ارادہ اور اللہ تعالیٰ کا ڈبل عذاب

اب جب یہ بڑھئی اپنے گھر آیا تو اللہ کی شان وہ دوبارہ بولتا ہو گیا، پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ میں جا کر پولیس کو بچے کی ولادت کی اطلاع کروں؛ چناں چہ وہ دوسرے دن گیا، اللہ تعالیٰ نے اس دن اس کو ڈبل عذاب میں مبتلا کر دیا کہ: آج وہ نہ بول سکا اور نہ دیکھ سکا، زبان اور آنکھ دونوں چلے گئے۔

پولیس والوں نے آج بھی اس کو مار کر بھگا دیا۔ (مظہری: ۷/ ۱۵۳)

دیکھو! غلط جاسوسی کرنے گیا تو اللہ تعالیٰ نے کیسی پٹائی کروائی، اگر ہم صحیح مسلمان بن گئے تو ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ کو ایسے حالات کھڑے کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔

بہت سے لوگ مسلمانوں کی جاسوسی کرتے ہیں اور بہت سی جگہ خود مسلمان مسلمان کی جاسوسی کرتا ہے، یہ دونوں غلط ہیں۔

بڑھئی کا گھڑے میں گر جانا

جب وہ پولیس اسٹیشن سے واپس آ رہا تھا تو وہ ایک گھڑے میں گر گیا، اس نے گھڑے میں پڑے پڑے نیت کی کہ: اے اللہ! تو میری زبان بھی اچھی کر دے اور میری آنکھ بھی اچھی کر دے، میں اس بچے کے بارے میں اب جاسوسی نہیں کروں گا، سچی پکی توبہ کرتا ہوں اور اب میں اس بچے کی وہ جہاں بھی ہو گا حفاظت کروں گا۔

(تفسیرِ جمل: ۳/ ۳۳۵)

سچی توبہ کی برکت

دیکھو! سچی پکی توبہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے؛ چوں کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید کو جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کرکے اس کو تندرست بنا دیا، اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کیا، پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ: اے اللہ! تیرا وہ نیک بندہ کہاں ہے جس کے لیے میں جاسوسی کرنے گیا تھا؟

چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اس کی رہبری فرمائی، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھر پر پہنچا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت وعقیدت کو ظاہر کرنے لگا، پھر آگے چل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور سچا پکا مؤمن بن گیا، اسی وقت اس کو تو پورا یقین ہو گیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ (مظہری: ۷/ ۱۵۳)

دریائے نیل میں صندوق چھوڑ دیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ صندوق کو لے کر آئیں اور اس میں روئی بچھائیں، اس میں ڈامر (Tarcoal) لگایا؛ تاکہ پانی اندر نہ جائے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیٹی میں سلا دیا اور پیٹی بند کرکے دریائے نیل میں چھوڑ دی۔ (مظہری: ۷/ ۱۵۳)

نیل ایک ندی کا نام ہے جس کو نائل (Nail) کہتے ہیں اور بخاری کی حدیث ہے کہ نائل ندی جنت کی ندیوں میں سے ہے:

أَرْبَعَةُ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ: سَيْحَانُ، وَجَيْحَانُ، وَالنِّيْلُ، وَالْفُرَاتُ. (بخاری، کتاب الاشربة، باب شرب اللبن، حدیث: ۵۶۱۰)

جنت کی چار ندیاں: سیحان، جیحان، نیل اور فرات ہیں۔

پیٹی دریائے نیل میں تیرتی ہوئی جارہی ہے، ظاہر ہے کہ ایک ماں کو آنسو آ گئے ہوں گے، اب شیطان وسوسہ ڈالنے آیا۔

وسوسہ شیطان کی بڑی طاقت ہے

یاد رکھو! شیطان کی سب سے بڑی طاقت وسوسہ ڈالنا ہے، کبھی آپ نے ایسا دیکھا کہ آپ مسجد میں جارہے ہیں اور شیطان آیا اور اس نے پکڑ کر کہا کہ: نہیں! تم فلم دیکھنے سینما گھر چلو؟ انسانوں میں جو شیطان کے ایجنٹ ہیں وہ ایسا کر سکتے ہیں؛ لیکن اصلی شیطان کبھی ایسا نہیں کرے گا؛ بلکہ وہ دل میں وسوسے ڈالے گا۔

شیطان کا اُمِ موسیٰ کے دل میں وسوسہ ڈالنا

بہر حال! شیطان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ: ارے! تو تو بہت پاگل عورت ہے؛ کیوں بچے کو سمندر میں ڈال دیا! اگر یہ بچہ تیری گود میں رہتا تو اتنا ہی ڈر تھا کہ: پولیس آتی اور تیرے بچے کو قتل کر دیتی تو تو اپنے بچے کی موت اپنے سامنے دیکھتی، اپنے ہاتھ سے غسل دیتی، اپنے ہاتھ سے کفن پہناتی، اپنے ہاتھ سے اس کا جنازہ تیار کرتی، یہ سب تیری آنکھوں کے سامنے ہوتا، یہ تو تو نے دریا میں ڈال دیا، اب پتہ نہیں کہ تیرے بچے کا کیا ہوتا ہے؛ کوئی مچھلی کھا جاتی ہے یا پانی کا جانور کھا جاتا ہے، پتہ نہیں کیا ہوگا؟ نہ تیرے بچے کو تیرے ہاتھ سے کفن ملے گا، نہ جنازہ ملے گا۔ (طبری: ۸/۴۱۵)

دراصل یہ شیطان کی ایک چال تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں اللہ تعالیٰ کا حکم پورا نہ کرے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں نہ ڈالے۔

شیطان بات کو سنوار کر پیش کرتا ہے

ہم کو بھی ظاہر میں ایسا لگ رہا ہے کہ شیطان کی بات بہت صحیح ہے اور شیطان ہمیشہ ایسی ہی بات کرتا ہے:

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ (النمل)

ترجمہ: اور شیطان نے ان کو یہ سمجھا دیا ہے کہ ان کے (یہ) کام بہت اچھے ہیں سو اس نے ان کو (صحیح) راستے سے روک رکھا ہے؛ لہذا وہ صحیح راستے پر چلتے نہیں ہیں۔

یعنی شیطان سنوار کر غلط بات سامنے لاتا ہے تو وہ بات انسان کو اچھی لگتی ہے، جیسے کسی سے سالن بگڑ گیا تو اس پر ہرے دھنیے کاٹ کر چھڑک دو، ذرا پیاز کا بگھار اوپر ڈال دو اور شان دار کٹورے میں لے جا کر رکھ دو تو لوگ کہیں گے: واہ واہ! کیا بہترین سالن ہے!

جب کھاتے ہیں تب پتا چلتا ہے کہ وہ تو جل کر خراب ہو گیا ہے، بالکل یہی حال شیطان کے وسوسوں کا ہے، ظاہر میں اس کے مشورے بہت اچھے دکھتے ہیں؛ لیکن اندر سے فساد اور بگاڑ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شیطان کے مکر و فریب سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

باقی واقعہ آئندہ مجلس میں ذکر کیا جائے گا۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور بہن کا واقعہ (دوسری قسط)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا مختصر تعارف

نام: بعض علما نے بیان کیا ہے کہ: ان کا نام مریم تھا۔

بعض کے نزدیک ان کا نام ''کلثوم'' تھا۔

بعض حضرات فرماتے ہیں: ان کا نام ''کاتمہ'' تھا۔ (قرطبی: ۱۳۲/۱۱، روح المعانی: ۲۵۹/۱۰)

آپ بڑی ہوشیار ثابت ہوئیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابوت کے پیچھے چلیں اور فرعون کو اور اس کے گھر والوں کو حکمت سے سمجھا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واپس ان کی والدہ کے پاس لے آئیں۔

ان کو جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بننے کا شرف حاصل ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي
الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۞۷
فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۗ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَ
جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۞۸ (القصص)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کو الہام کیا کہ تو اس (موسیٰ) کو دودھ پلاتی رہ، پھر جب تجھے اس (بچے) کے بارے میں کوئی خطرہ لگے تو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور تو ڈرنا مت اور غم نہ کرنا، یقیناً اس کو ہم تیرے پاس واپس پہنچادیں گے اور اس کو رسولوں میں سے (ایک رسول) بنادیں گے ﴿۷﴾ پھر (اس طرح) فرعون کے گھر والوں نے اس (موسیٰ) کو اٹھالیا؛ تا کہ یہ (بچہ) ان کے لیے دشمنی اور غم کا ذریعہ بنے، یقیناً فرعون اور ہامان اور ان دونوں کا لشکر بڑی غلطی کرنے والے تھے۔

وقال تعالیٰ:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۞۱۱

ترجمہ: اور اس (موسیٰ علیہ السلام کی ماں) نے اس (موسیٰ) کی بہن کو کہا: تو اس کے پیچھے پیچھے چلی جا، پھر وہ (بہن) اس (موسیٰ) کو اجنبی بن کر (دور سے) اِس طرح دیکھتی رہی کہ ان لوگوں کو پتا بھی نہیں چلا۔ (سورۂ قصص)

نفع اور نقصان ہر چیز اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے

دینی بہنو! جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کی حفاظت کا فیصلہ فرماتے ہیں تو دنیا کی کوئی چیز اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ فرماوے تو دنیا کی کوئی چیز اس نقصان کو دور نہیں کر سکتی، فائدہ پہنچانا، حفاظت کرنا، نقصان پہنچانا، نقصان دور کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صراحتاً فرمایا:

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ (الانعام)

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائیں تو اس (تکلیف) کو کوئی دور نہیں کر سکتا، صرف وہی (اللہ تعالیٰ ہی دور کر سکتے ہیں) اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی بھلائی پہنچائیں تو وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کا فیصلہ فرمایا تو کیسے حفاظت فرماتے ہیں وہ عجیب اور حیران کرنے والا واقعہ ہے۔

آج کے حالات میں ہم سب یہ سوچ رہے ہیں کہ کیسے پوری دنیا کے مسلمانوں کی جان، مال، عزت، عصمت، پاک دامنی، اولاد اور بچوں کی حفاظت ہوگی؟

اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے سے تھکتے نہیں ہیں

میری دینی بہنو! یاد رکھو! ہر چیز کی حفاظت کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسی قدرت والے ہیں کہ کسی چیز کی حفاظت سے اللہ تعالیٰ تھکتے نہیں، دنیا میں ایک آدمی

کو کسی چیز کی حفاظت کی ذمے داری سونپی جائے تو وہ تھوڑے دنوں میں تھک جائے گا، ایک چوکی دار بھی رات بھر چوکی کرتا ہے تو صبح تھک جاتا ہے، پھر صبح سے دوپہر یا شام تک سوتا رہتا ہے؛ لیکن میرے اور آپ کے اللہ ایسے حفاظت کرنے والے ہیں کہ وہ کسی کی حفاظت سے تھکتے نہیں ہیں:

وَلَا يَـُٔودُهُۥ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ ٱلْعَلِىُّ ٱلْعَظِيمُ ﴿۲۵۵﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اوران دونوں (آسمان اور زمین) کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے لیے ذرا بھی بھاری نہیں ہے، اور وہ (اللہ تعالیٰ) اونچے مقام والے، بڑی عظمت والے ہیں۔

میری دینی بہنو! حفاظت کے معاملے میں ہمیں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ آج کے ان خطرناک حالات میں مسلمانوں کی ہر چیز کی ان شاء اللہ! حفاظت فرمائیں گے، بس ہمارا یقین اللہ تعالیٰ پر ہو جائے اور ہم لوگ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والے کام کرنے لگ جاویں۔

نفاس کے متعلق چند ضروری باتیں

آپ کو معلوم ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کو نفاس کا خون آتا ہے اور نفاس کے دنوں میں عورت نماز نہیں پڑھ سکتی اور روزہ نہیں رکھ سکتی، اس کے لیے پابندی آجاتی ہے، پھر جب نفاس کا خون بند ہو جائے تو روزوں کی قضا کرنی ہوتی ہے، نماز کی نہیں، یہ نفاس کا خون زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک آسکتا ہے، اس سے زیادہ اگر آوے تو وہ بیماری کا خون کہا جائے گا اور چالیس سے کم دنوں میں بھی پاک ہو سکتی ہے، آج کل کمزوری کا زمانہ ہے، بہت سی عورتوں کو بہت کم دنوں میں نفاس کا خون بند ہو

جاتا ہے؛ لہٰذا اگر نفاس کا خون چالیس دن سے پہلے بند ہو جائے تو غسل کر کے نماز، روزہ شروع کر دینا ہے، ایسا طے نہیں کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد پورے چالیس دن تک نماز اور روزہ چھوڑ دینا ہے، یہ سوچ غلط ہے۔

امِ موسیٰ کو نفاس کا خون نہیں آیا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو عام طور پر عورتوں کو جو نفاس کا خون آتا ہے وہ خون نہیں آیا، یہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا ایک انتظام تھا؛ بلکہ خون کا ایک قطرہ نکلا جس کو ہم پچکاری کہتے ہیں، بس پورا نفاس اسی میں مکمل ہو گیا۔ (قرآن میں خواتین کے واقعات ص:۸۷ بحوالہ تاریخ الیعقوبی: ۱/ ۳۳)

پیٹی کے دریا میں چلے جانے کے سلسلے میں دوسری روایت دریا کے کنارے گہوارہ

اللہ تعالیٰ کے حکم کے علاوہ ظاہری طور پر صندوق کے دریا میں چلے جانے کے سلسلے میں بعض مفسرین نے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکان دریا کے کنارے پر تھا، آپ کی والدہ نے دریا کے کنارے پر ایک گہوارہ بنا دیا تھا اور اپنے بچے کو اس گہوارے میں رکھ دیا کرتی تھی اور جب بھی موقع ملتا اور ضرورت ہوتی تو اپنے بچے کو دودھ پلا دیتی، یہ اس لیے کیا کہ ہر وقت یہ ڈر لگا ہوا تھا کہ کسی وقت بھی فرعون کی پولیس آ جائے گی اور گھر میں تفتیش ہو گی تو بچے کی جان خطرے میں ہو گی؛ اس لیے بچے کو گھر سے باہر رکھو۔ (ابن کثیر: ۳/ ۵۶۴)

لکڑی کی پیٹی

ماں نے ایک لکڑے کی پیٹی بھی لا کر رکھ دی تھی؛ تاکہ گھر پر کوئی آتا تو اس بچے کو پیٹی میں رکھ کر سلا دیتی اور دریا میں چھوڑ دیتی، وہ پیٹی دریا کے پانی میں تیرتی رہتی، پھر جب وہ چلا جاتا تو وہ پیٹی نکال لیتی تھی اور کھول کر بچّے کو دودھ پلاتی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنے معصوم بچے کی حفاظت کے لیے کیسے اسباب اختیار فرمائے: ایک تو گہوارہ تیار کیا، صندوق بھی خرید کر لے آئیں اور جیسے ہی لگتا کہ کوئی سرکاری آدمی آیا تو پیٹی میں رکھ کر پیٹی دریا میں چھوڑ دیتیں۔ (البداية والنهاية: ۱/۲۴۶)

عام طور پر لکڑی کی پیٹی پانی پر تیرتی رہتی ہے؛ ڈوبتی نہیں۔

دنیا دار الاسباب ہے

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار الاسباب بنایا ہے، اس میں ہم کو اسباب اختیار کرنے پڑتے ہیں، ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر شادی کے بچہ دے سکتے ہیں؛ لیکن بچے کے لیے اسباب کے طور پر شادی کرنی پڑتی ہے؛ ورنہ بغیر سبب کے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بیٹا عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ بغیر اسباب کے روزی دے سکتے ہیں؛ لیکن ہمیں حلال روزی کے لیے دکان کھولنی پڑتی ہے، کاروبار کرنا پڑتا ہے، کھیتی باڑی کرنی پڑتی ہے، یہ اسباب کی دنیا ہے۔

پیٹی کو بہہ جانے سے بچانے کے لیے لمبی رسی

یہ لکڑی کی پیٹی بہہ کر دور نہ چلی جائے اس کے لیے ایک لمبی رسی رکھی تھی، اس رسی

کا ایک کنارہ پیٹی کے ساتھ اور دوسرا کنارہ اپنے باڑے میں درخت یا پتھر کے ساتھ باندھ کر رکھتی تھی، جیسا کہ سمندر کے کنارے کشتی کو بڑے رسّے کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ کشتی پانی کے بہاؤ میں آگے نہ چلی جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنے بیٹے کی حفاظت کا یہ تیسرا ذریعہ اپنایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو! بعض تفسیر کی روایتوں میں آتا ہے کہ: ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ رسی باندھنا بھول گئی۔ (البدایۃ والنہایۃ: ۱/۲۴۷)

عورتوں میں بھولنے کی بیماری زیادہ ہوتی ہے

مردوں کے مقابلے میں عورتوں میں بھولنے کی بیماری کچھ زیادہ ہی ہوا کرتی ہے؛ اسی لیے اسلام میں جہاں ایک مرد کی گواہی ہوتی ہے وہاں دو عورتوں کی گواہی رکھی گئی، قرآنِ مجید میں ہیں:

فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّھَدَآءِ.

ترجمہ: سو اگر دو مرد (میسر) نہ ہوں تو جن گواہوں کو تم پسند کرو ان میں سے ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنیں۔

ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا:

﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىھُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىھُمَا الْاُخْرٰى﴾ (البقرۃ)

کہ ان دو (عورتوں) میں سے ایک (عورت) بھول جائے تو ان دو میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے۔

ایک مرد کے برابر دو عورتوں کی گواہی اس لیے مقرر کی گئی کہ اگر ایک عورت گواہی کا مضمون بھول جائے تو دوسری عورت اس کو یاد دلا دیوے، یہاں ''اَنۡ تَضِلَّ'' بھولنے کے معنیٰ میں ہے، اور ''تُذَكِّرَ'' یاد دلانے کے معنی میں ہے۔

عورت کی بھول کی سزا بے چارے مرد کو بھگتنی پڑتی ہے

اسی لیے مرد بھی بے چارے اس بھول کے عذر کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں، صبح کہہ کر جاتے ہیں کہ: آج مجھے فلاں چیز کھانے کا ارادہ ہے، گھر آئے تو دستر خوان پر وہ چیز نہیں ہے، بیوی سے پوچھا کہ: کیوں فلاں چیز نہیں پکائی؟ بیوی کہتی ہے کہ: بھول گئی تھی، پھر بھی بے چارے بھول کو چلا لیتے ہیں، اس طرح یہ زندگی چلتی رہتی ہے۔

ماں کی بے چینی

بہر حال! ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ رسی باندھنا بھول گئیں تو وہ پیٹی آگے نکل گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بہت فکر ہوئی کہ: اب میرے بچے کا کیا ہوگا، بچے کی فکر ماں کو ستانے لگی۔

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے ماں کے دل میں اپنے بچے کی جو شفقت رکھی ہے اس کی وجہ سے ماں بہت غمگین رہتی ہے، جب کبھی بچہ گھر سے باہر جاتا ہے، یا اِدھر اُدھر ہو جاتا ہے تو ماں کے دل پر اس کا بڑا غم ہوتا ہے۔

میں اپنے جوان بیٹے اور بیٹیوں سے کہا کرتا ہوں: تم گھر سے کہے بغیر نکل جاتے ہو، جتنے وقت میں اسکول، مدرسے سے گھر پہنچنا چاہیے اتنے وقت پر پہنچتے نہیں ہو، گھومتے رہتے ہو تو ماں جانتی ہے کہ وہ گھر میں بچوں کا کیسے انتظار کرتی ہے؟ ماں کا نہ

کھانے میں دل لگتا ہے، نہ پینے میں دل لگتا ہے اور نہ سونے میں دل لگتا ہے، ماں کا دل بے چین رہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ماں کے دل میں بڑی عجیب محبت رکھی ہے۔

ماں کی شفقت کا عجیب واقعہ

میری دینی بہنو! اِس پر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا، کچھ سال پہلے ہمارے گجرات میں کَچھ اور کاٹھیاواڑ کے علاقے میں زلزلہ آیا تھا، بھاؤنگر اور سریندرنگر میں بھی اس کے بڑے اثرات ہوئے تھے، ہزاروں انسان شہید ہو گئے تھے اور بہت زیادہ مالی نقصان بھی ہوا تھا، اس موقع پر ہمارے یہاں سورت میں ہمارے ایک بہت اچھے تعلق والے ''موسیٰ چشمہ گھر'' کے ایک ذمے دار عمران بھائی، جو اللہ والوں سے تعلق رکھتے ہیں، زلزلہ کے دنوں میں ان کا چھوٹا بچہ تھا اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ فلیٹ میں رہتے تھے، انھوں نے خود اپنا قصہ سنایا کہ: ہم لوگ فجر کی نماز کے بعد گھر میں سو رہے تھے، جب یہ زلزلہ آیا تو ۹ ر بجے کا وقت تھا، میں جان بچانے کے لیے تیزی سے سیڑھی یا لفٹ کی طرف بھاگا؛ لیکن میری بیوی تو وہیں کھڑی رہی، اپنے معصوم بچے کو گود میں لیا پھر نکلی۔

باپ تو اپنی جان بچانے کے لیے بھاگا اور ماں اپنے بچے کو گود میں لے کر نکلی: اس لیے کہ اس کے دل میں اولاد کی بڑی محبت، بڑا پیار ہوتا ہے، یہی ماں کا دل کہلاتا ہے۔

ایسے وقت پر عورتیں موقع کا فائدہ اٹھا کر کہتی ہیں: دیکھ لیا! کس کے دل میں بچے کی محبت زیادہ ہے، ایسے تو کہتے رہتے ہو: میرا بچہ! میرا بچہ!

موت کے نقشے میں حفاظت کا انتظام

بہر حال! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیٹی پانی میں بہہ کر نکل گئی تو والدہ کو بہت غم

ہوا، اسی غم کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی:

لَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ إِنَّا رَآدُّوْهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ.

ترجمہ: ڈرو مت اور غم نہ کرو، یقیناً اس کو ہم تیرے پاس واپس پہنچا دیں گے اور اس کو رسولوں میں سے (ایک رسول) بنا دیں گے۔

آگے اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچانے کا انتظام فرعون کے محل میں کیا جہاں موت کا نقشہ ہے، جہاں دشمنی کا نقشہ ہے۔

دریا میں فرشتے کے ذریعے صندوق کی حفاظت

مفسرین نے عجیب روایت لکھی ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیٹی کی حفاظت کرتا تھا، دریا میں موجیں آتی تھیں، وہ پیٹی کبھی اوپر اچھلتی تھی، کبھی نیچے کی طرف جاتی تھی، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعے اس پیٹی کی ڈوبنے سے حفاظت فرمائی، کہتے ہیں کہ: وہ حضرت جبریل علیہ السلام ہی تھے، فرشتوں کا نیک لوگوں کی خدمت کرنا قرآنِ مجید میں ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا.

ترجمہ: یقیناً جن لوگوں نے اقرار کیا کہ: ہمارے رب تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں، پھر وہ (اس پر) جم گئے تو ان پر فرشتے اترتے ہیں (اور یہ کہتے ہیں) کہ تم خوف مت کرو اور تم غمگین مت ہوؤ۔

خلاصہ یہ ہوا کہ: ہمارے مالک اللہ تعالیٰ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر جم جاؤ، اللہ تعالیٰ دنیا میں مدد کے لیے فرشتوں کو بھیجنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

پیٹی دشمن کے محل کی طرف

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو! جو اصل پانی کا بہاؤ تھا وہاں سے وہ پیٹی الگ ہوگئی اور دشمن فرعون کے گھر میں پیٹی پہنچا رہے ہیں اور اس گھر میں بھیج کر بھی اللہ تعالیٰ حفاظت کا سامان کر رہے ہیں۔

نیل ندی میں سے ایک نہر (شاخ) نکلتی تھی جو فرعون کے باغ کی طرف جاتی تھی، پیٹی اس نہر میں بہہ کر فرعون کے محل کی طرف جانے لگی۔

بعض روایت کے مطابق نیل ندی ہی کے کنارے فرعون کا ایک (اور) محل تھا۔

پیٹی فرعون کے محل میں کیسے پہنچی؟

وہ پیٹی اللہ تعالیٰ نے فرعون کے محل میں کیسے پہنچائی اِس سلسلے میں عجیب روایتیں ہیں:

پہلی روایت

فرعون کی بیٹی اور بیوی دونوں سمندر کے کنارے پر نکلے ہوئے تھے، انھوں نے دریا میں ایک پیٹی بہتے ہوئے دیکھی، فرعون کی بیٹی پہلے دوڑ کر گئی کہ میں پیٹی نکالوں کہ اس میں کیا خزانہ بھرا ہوا ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے فرعون کی بیٹی کا بیماری سے اچھا ہو جانا

فرعون کی بیٹی کو برص کی بیماری تھی، اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ جب اس نے پیٹی کھولی

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ایسا برکت والا بنایا تھا کہ فرعون کی بیٹی نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہاتھ لگایا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس کی برص کی بیماری کو ختم کر دیا۔

وہ بچی کہنے لگی کہ: یہ بچہ تو بہت برکت والا ہے کہ: اتنے سالوں سے میرا علاج ہو رہا ہے؛ لیکن شفا نہیں ہوئی اور اس بچے کی برکت سے آج مجھے شفا مل گئی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تین سو (۳۰۰) برکتیں رکھی تھیں۔ (قرطبی: ۱۱/۱۳۱، طبری: ۱۰/۳۱)

دوسری روایت

بعض تفسیری روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ فرعون کی بیوی آسیہ کی خدمت کرنے والی عورتیں دریا کے کنارے تھیں، ان عورتوں نے یہ پیٹی دیکھی اور نکال لی، پھر انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ پیٹی کھول کر دیکھنا چاہیے کہ اندر کیا رکھا ہوا ہے، پھر کسی نے رائے دی کہ پیٹی مت کھولو، اس کو ویسے ہی رہنے دو؛ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی قیمتی مال: سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات ہو، اگر ہم پیٹی کھول دیں گے تو ہم پر تہمت آسکتی ہے کہ ہم نے اس میں سے کچھ نکال لیا ہے؛ لہٰذا پیٹی بند رکھو اور اس کو آسیہ کے پاس لے جاؤ، اور اس کے حوالے کر دو۔ (طبری: ۸/۴۱۵، قرطبی: ۱۱/۱۳۲)

یہ بھی چوری ہے

اگر آپ کسی کے گھر جاویں تو اس کے گھر میں سے بغیر اجازت کے کوئی چیز نہیں اٹھانی چاہیے، بازار میں جائیں تو بغیر اجازت یا قیمت کے کوئی چیز نہیں لینی چاہیے، یہ سب چوری کہلاتی ہے۔ اسی طرح جو عورتیں کسی کے گھر کام کرنے جائیں تو کام والیوں

کو بھی امانت داری کا برتاؤ کرنا چاہیے، چوری، خیانت سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

فرعون کی خادماؤں کی امانت داری

فرعون کے زمانے کی خادمائیں اتنی امانت دار تھیں کہ انھوں نے پیٹی نہیں کھولی۔ کہتے ہیں کہ: وہ پیٹی اِس طریقے سے اٹھا کر لائیں کہ اندر کی چیز بالکل ملنے نہیں پائی، جیسے دودھ یا شربت سے بھرا ہوا گلاس ہم کیسے سنبھال کر لے جاتے ہیں کہ دودھ اور شربت کے گرنے سے کپڑے خراب نہ ہو، ایسے ہی ان خادماؤں نے اس پیٹی کو سنبھال کر آسیہ کے حوالے کردی۔ (طبری: ۸/ ۴۱۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبوبیت: بچہ دیکھتے ہی آسیہ کے دل میں محبت

آسیہ نے وہ پیٹی کھولی تو اندر سے ایک معصوم، خوب صورت، پیارا پیارا، گورا گورا بچہ نکلا، چہرہ ایسا چمکتا اور اتنا خوب صورت تھا کہ جو بھی دیکھے فوراً پیار کرنے لگ جاوے اور اللہ تعالیٰ نے ایسی نورانیت ومحبوبیت محبت عطا فرمائی تھی کہ اس زمانے میں پوری دنیا میں کسی انسان کو ایسی نورانیت ومحبوبیت عطا نہیں فرمائی تھی۔ (طبری: ۸/ ۴۱۵)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿۳۹﴾ (طه)

ترجمہ: اور (اے موسیٰ!) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور (یہ سب کام اس لیے کیے) تاکہ تم میری نظروں کے سامنے پرورش پاؤ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی محبتوں کے ساتھ موسیٰ کی پرورش ہو رہی ہے، غذا بھی شاہانہ مل رہی، اور فرعون جس کی عادت ہی ظلم کی تھی اس کے باوجود اس نے کوئی ظلم نہیں کیا۔

بہر حال! اللہ تعالیٰ نے اس بچے کی محبت حضرت آسیہ کے دل میں رکھ دی، حضرت آسیہ کی نظر میں کوئی انسان اتنا محبوب اور پیارا نہیں تھا جتنا یہ بچہ محبوب اور پیارا تھا؛ اس لیے کہ بچے سے تو ہر کوئی محبت کرتا ہے اور یہ بچہ تو کل بڑا ہو کر اللہ کا نبی بننے والا ہے، آخر وہ بچہ کتنا پیارا اور خوب صورت ہوگا!

دینی بہنو! پھر ایک وقت وہ آیا کہ فرعون جیسا دشمن بھی اس بچے کو گود میں اٹھا کر کھلیتا تھا، جیسے حقیقی باپ اپنے بچے کو گود میں لے کر کھیل کرواتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو محبت ڈالی گئی تھی اس کی برکت تھی۔

تیسری روایت

مفسرین نے ایک عجیب روایت نقل کی ہے کہ: فرعون کا ایک معمول تھا کہ وہ روزانہ اپنی بیوی آسیہ کو لے کر اپنے محل کا جو حصہ سمندر کے کنارے پر آتا تھا وہاں تفریح کے لیے نکلتا تھا، اِس سے یاد آیا کہ: پردے کے اہتمام اور محرم کے ساتھ کھلی ہوا کھانے کے لیے جا سکتے ہیں، تھوڑی چہل قدمی بھی کر سکتے ہیں، یہ اچھی چیز ہے۔

پردے کا اہتمام کر کے گھر والوں کے ساتھ تفریح ثابت ہے
حسنِ معاشرت میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل

حدیث میں موجود ہے کہ؛ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے

ساتھ سفر سے واپس تشریف لا رہے ہیں اور ایسی جگہ پہنچے جہاں کھجور کا جھنڈ تھا، جہاں کسی دوسرے کی نظر نہ پڑے، آج بھی مدینہ منورہ میں وہ جگہ تعیین کر کے بتائی جاتی ہے، تو دونوں نے دوڑ میں ریس لگائی، پورا لمبا قصہ روایتوں میں ہے:

عن عائشة رضی اللہ عنہا: أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ النَّبِيِّ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، قَالَتْ: فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلٰى رِجْلَيَّ، فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِيْ، فَقَالَ: هٰذِهٖ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ۔ (ابو داؤد، باب فی السبق علی الرجل، حدیث: ۲۵۷۸)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ ایک سفر میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں، فرماتی ہیں کہ: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوڑ میں مقابلہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نکل گئی، پھر جب میرا بدن موٹا ہو گیا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوڑ میں مقابلہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے آگے نکل گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ: یہ اس (تمھاری پہلے والی جیت) کے بدلے میں ہے۔

معلوم ہوا کہ مکمل شرعی پردے کے اہتمام کے ساتھ اس طرح کرنا ہو تو کر سکتے ہیں، اس میں ڈپریشن کا علاج بھی ہوتا ہے، صبح صبح کھلے پاؤں ہری ہری گھاس میں چلنے سے دماغ بھی ٹھنڈا رہے گا۔

دوسری روایت

دوسری روایت میں ہے کہ: فرعون اپنی بیوی کے ساتھ باغیچے میں ہوا کھانے کے لیے آیا ہوا تھا، باغ میں بیٹھے بیٹھے دیکھا کہ: کوئی پیٹی جا رہی ہے، فرعون نے اس پیٹی کو نکالنے کا حکم دیا، پانی کے بالکل کنارے ایک درخت تھا، اس درخت کے پاس

آ کر وہ پیٹی رُک گئی، وہ پیٹی نکال کر فرعون کے پاس لائی گئی، اس کو کھولا تو اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا اور آپ کے ساتھ کھیلنے لگا، جیسے ایک باپ اپنے بچے کو کھیل لگا تا ہے۔ (طبری: ۸/ ۴۱۵)

قتل کرنے والی پولیس آ گئی

لیکن دوسری طرف بات یہ ہے کہ بچوں کو قتل کرنے والا سال چل رہا ہے اس لیے جو پولیس بچوں کے قتل پر مقرر تھیں وہ پہنچ گئیں۔

اُس زمانے میں حالات ایسے تھے کہ کوئی سرکاری قانون ہو تو سرکار کے جتنے بھی ذمے دار اور سرکاری عملہ ہوتا تھا ان پر بھی قانون جاری ہوتا تھا؛ لہذا فرعون کے دربار میں آنے والے بچے کو بھی فوراً قتل کرنے کے لیے پولیس آ گئی۔ (طبری: ۸/ ۴۱۵)

فرعون کی بیوی کی سفارش

فرعون کی بیوی آسیہ یہ نبیوں کی اولاد میں سے تھی، بہت نیک عورت تھی، کمزوروں پر رحم کرنے والی، صدقہ کرنے والی تھی، اس نے فرعون کو سمجھایا کہ: اس بچے کی جان معاف کردو، ایک ہی تو بچہ ہے، اس ایک کی جان بخش دو، قرآن میں ہے:

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑨

ترجمہ: اور فرعون کی بیوی (فرعون سے) کہنے لگی: (یہ بچہ) میری اور تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے، اس کو تم قتل مت کرو، شاید کہ یہ (بچہ) ہم کو کام آئے گا یا اس کو ہم (اپنا) بیٹا بنا لیں گے اور (اس بات کا فیصلہ کرتے وقت) ان کو (انجام کا) پتا نہیں تھا۔

آسیہ نے فرعون سے ایک بات یہ بھی کہی کہ: یہ بچہ تو ایک سال سے زیادہ کا معلوم ہوتا ہے اور آپ نے بچوں کے قتل کا حکم ایک سال سے دے رکھا ہے؛ اس لیے یہ بچہ قتل والے حکم میں آ ہی نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ کے عجیب حفاظتی انتظامات!

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ جب حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو دشمن کے گھر میں حفاظت فرماتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ فرعون جیسے دشمن کے گھر میں پہنچنے کا جو ذریعہ بنا وہ سمندر بنا؛ حالاں کہ سمندر میں ڈوبنے کا خطرہ لگا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی کی حفاظت فرمانے پر آتے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۖ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾ (یوسف)

ترجمہ: سو اللہ تعالیٰ ہی بہتر حفاظت کرنے والے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں پہنچ گئے، آٹھ (۸) دن گزر گئے؛ لیکن کسی کا دودھ پینے کو تیار نہیں۔

ماں کے دل میں کیسی بے قراری ہوتی ہے
وہ ماں بننے کے بعد معلوم ہوگی

ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بے چین اور بے قرار ہے کہ وہ بیٹی کہاں گئی؟

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا.

ترجمہ: اور (ادھر صبح کے وقت) موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کا دل بے قرار تھا۔

بیٹے کی جدائی کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل کی جو کیفیت اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دنیا میں ماں کی محبت تمام محبتوں اور رشتوں سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔

ماں کے دل میں کیسی محبت ہوتی ہے وہ ماں بننے کے بعد سمجھ میں آتا ہے، میں اپنے نوجوان بھائیوں اور بیٹیوں سے کہا کرتا ہوں کہ: آج کل جو تم اپنی ماں کا دل دکھاتے ہو، گھر سے بغیر پوچھے نکل کر چلے جاتے ہو، اس کی وجہ سے ایک ماں کے دل میں کیا تکلیف ہوتی ہے وہ تمھاری سمجھ میں نہیں آتی، وہ اس دن سمجھ میں آئے گی جب تم کو اللہ تعالیٰ ماں بنائیں گے۔

’’فُؤَاد‘‘ کا مطلب

مفسرین نے لکھا ہے کہ: ’’فؤاد‘‘ اس وقت کہا جاتا ہے جب دل میں کسی وجہ سے غم اور فکر کی آگ لگی ہوئی ہو، قرآن میں یہ تعبیر استعمال کی گئی ہے: ﴿وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا﴾ یعنی موسیٰ کی والدہ کے دل میں موسیٰ کے علاوہ کسی کا خیال نہیں، بس خیال آتا ہے تو صرف موسیٰ کا خیال آتا ہے۔ (روح المعانی: ۱۰/۲۵۹، طبری: ۱۰/۳۶، ۳۴)

’’فارغا‘‘ کے مختلف مطلب

مفسرین نے ’’فارغاً‘‘ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

① حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں سے دنیا بھر کے تمام خیالات نکل

گئے، صرف بیٹے کا خیال دل میں آ رہا ہے۔

② ''فارغاً'' کا مطلب یہ بھی لکھا ہے کہ: موسیٰ کی والدہ غم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو بھول گئی، اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا:

لَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

ترجمہ: تجھے ڈرنا نہیں ہے اور غم نہیں کرنا ہے، یقیناً اس کو ہم تیرے پاس واپس پہنچا دیں گے اور اس کو رسولوں میں سے (ایک رسول) بنا دیں گے۔

بچہ جب مدرسہ اور دار العلوم میں جاتا ہے تو ماں کو رونا آتا ہے، چلّہ یا چار مہینے کی جماعت میں جاتا ہے تو ماں کو رونا آتا ہے، دینی بہنو! ڈرو مت، اللہ تعالیٰ کے لیے بھیجو، اللہ تعالیٰ تمھارے بچے کو عزت کا تاج پہنا کر واپس لائیں گے اور اللہ تمھارے بچے کو ہدایت کا ذریعہ بنائیں گے، عالم، مفتی، حافظ، قاری، داعی اور ذاکر بنے گا، اپنی زندگی بھی بنائے گا اور نہ جانے کتنے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے گا۔

③ ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ یاد آیا تب آپ کی والدہ کے دل سے بیٹے کے متعلق ڈر ختم ہو گیا۔

④ ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اس وقت آپ کی والدہ کا دل بالکل خالی ہو گیا، کوئی چیز سوچ سمجھ میں آ ہی نہیں رہی تھی اور بے قراری اور ڈر کے وقت اس طرح کی کیفیت ہو جایا کرتی ہے۔ (روح المعانی: ۲۵۹/۱۰، طبری: ۳۶/۱۰، ۳۴)

اس لیے جس شخص پر کوئی اس طرح کا معاملہ مسلط ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ فیصلہ کسی دوسرے سمجھ دار دین دار آدمی کے حوالے کر دے، خود انسان ایسے وقت فیصلہ کرنے سے عاجز ہوتا ہے۔

بیٹی کو نگرانی کا حکم

ماں نے اپنی بیٹی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے کہا:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ.

ترجمہ: اور اس (موسیٰ علیہ السلام کی ماں) نے اس (موسیٰ) کی بہن کو کہا: تو اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔

یعنی معلوم کر کہ تیرا بھائی زندہ ہے یا کسی جانور نے کھالیا ہے؟

اس میں بہن کے لیے دو باتیں تھیں: ایک ماں کا حکم، دوسری بھائی کی محبت، ماں کا حکم کہ: جا تلاش کر اور دل میں بھائی کی محبت کہ میرے بھائی کا کیا ہوا ہوگا؟

قابلِ رشک بہن

اللہ تعالیٰ امّت کی ہر بہن کے دل میں بھائی کے لیے ایسی محبت عطا فرماوے۔

آج تو بھائی بہنوں میں بھی جھگڑے ہوتے ہیں، سالہا سال ہو جاتے ہیں؛ لیکن بہن بھائی کا منہ دیکھنے کو تیار نہیں اور بھائی بہن کا منہ دیکھنے کو تیار نہیں اور جھگڑا بھی کس کا؟ دنیا کی چند کوڑیوں کا، اَستغفر اللّٰہ!

روایتوں میں موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس بہن کی جنت میں میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی ہوگی:

عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ لِعَائِشَةَ: أَشَعَرْتِ أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ زَوَّجَنِيْ فِي الْجَنَّةِ مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ وَ كُلْثُوْمَ أُخْتَ مُوْسٰى وَامْرَأَةَ فِرْعَوْنَ. (المعجم الکبیر للطبرانی)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: کیا تمھیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں عمران کی بیٹی مریم، موسیٰ کی بہن کلثوم اور فرعون کی بیوی سے میرا نکاح کر دیا ہے۔

خیر! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن ماں کا حکم پورا کر رہی ہے اور بھائی کی محبت میں صندوق کی تلاش میں نکلی، ایک جگہ عجیب منظر دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی خادمائیں لے کر کھڑی ہیں اور دودھ پلانے والی دایا کی تلاش ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن اجنبی کے انداز میں دور کھڑی رہی:

فَبَصُرَتۡ بِهٖ عَنۡ جُنُبٍ وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ۝١١

ترجمہ: پھر وہ (بہن) اس (موسیٰ) کو اجنبی بن کر (دور سے) اس طرح دیکھتی رہی کہ ان لوگوں کو پتا بھی نہیں چلا۔

یعنی انجانی بن کر دیکھتی رہی؛ تا کہ کسی کو بہن ہونے کا خدشہ تک نہ ہو۔

پرائی عورتوں کا دودھ نہ پینے کی حکمت

ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام تو شاہی گھرانے میں پہنچ گئے، بہن بھی پیچھے پیچھے محل میں پہنچ گئی، اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی کا دودھ نہیں پیتے:

وَحَرَّمۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَرَاضِعَ مِنۡ قَبۡلُ.

ترجمہ: اور ہم نے پہلے سے اس (موسیٰ) پر روک لگادی تھی (سب) دودھ پلانے والیوں سے کہ (اس موسیٰ کو دودھ نہ پلاسکیں)۔

کسی بھی دودھ پلانے والی کا دودھ نہیں پیتے تھے، اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی

حکمت تھی؛ اس لیے کہ اگر وہ کسی پرائی عورت کا دودھ پی لیتے تو ماں سے مستغنی ہو جاتے، ماں کے دودھ کی ضرورت نہ رہتی، اور دوسری بڑی حکمت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری سمجھ میں یہ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مصر کی قبطی (بے ایمان) عورتوں کے دودھ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔

آسیہ کو فکر ہوئی کہ یہ بچہ دودھ کیوں نہیں پیتا؟ دودھ پیے گا تو زندہ رہے گا؛ ورنہ مر جائے گا، اس فکر نے حضرت آسیہ کو بے چین کر دیا، یہ اس محبت کی برکت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈالی تھی۔ ایک، دو دن نہیں، آٹھ دن ہو گئے، موسیٰ بھوکے ہیں اور آٹھ دن تک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بغیر دودھ کے زندہ بھی رکھا۔

کچھ کے زلزلے میں حفاظتِ خداوندی کا عجیب واقعہ

کچھ میں جب زلزلہ آیا تھا (تفصیلی کارگزاری خطباتِ محمود میں چھپی ہوئی ہے) وہاں ہمارے ساتھیوں نے ایک عجیب کارگزاری سنائی تھی کہ: ایک جگہ جب مکان کا ٹوٹا ہوا ملبہ ہٹایا تو دیکھا کہ اس ملبے کے نیچے ایک ماں اور اس کا دودھ پیتا بچہ بھی دبا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کیسے حفاظت کرتے ہیں کہ مکان ٹوٹ گیا اور مکان کے سامان کے نیچے ماں دب کر مر گئی، عورت کا پورا بدن صحیح سالم؛ لیکن اس ماں کے سر پر زخم آیا تھا جس سے ایک ایک قطرہ خون کا بہتا رہتا تھا اور وہ خون کا قطرہ بچے کے منہ میں جاتا تھا، اس کو بچہ چاٹ کر تقریباً ساڑھے تین دن تک زندہ رہا، ساڑھے تین دن یا چار دن کے بعد اس بچے کی رونے کی آواز سن کر بڑی بڑی مشینیں لا کر اس ملبے کو اٹھایا گیا، اور بچے کو زندہ نکالا۔ اللہ اکبر!

آٹھ دن دودھ کے بغیر

آٹھ دن گزر گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہیں پیا، الگ الگ عورتوں کو لایا جارہا ہے اور سب عورتوں کو لگا کر کوشش کر رہے ہیں؛ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی کا دودھ ہی نہیں پیتے تو فرعون نے پورے شہر میں اعلان کروایا کہ: پورے شہر سے عورتیں آویں اور آکر دودھ پلانے کا انٹرویو دیویں۔

یہ اعلان فرعون بادشاہ کی طرف سے ہورہا ہے؛ اس لیے سب کو یقین تھا کہ بادشاہ کی طرف سے بڑا انعام ملے گا، بہت ساری دولت ملے گی؛ اس لیے بہت ساری عورتیں دودھ پلانے کے انٹرویو میں آگئی، پھر بھی یہ بچہ کسی کا دودھ نہیں پیتا تھا۔ (مظہری:۷/۱۵۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت کی ایک روایت

آٹھ دن تک ماں کا دودھ نہ پینے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان موٹی ہوگئی تھی اور ان کی زبان میں جو لکنت تھی مفسرین نے اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے؛ اگرچہ دوسری وجوہات بھی لکھی ہیں۔ (از: قصص القرآن، مولانا حفظ الرحمن سیہارویؒ)

ماں کا دودھ اولاد کے لیے بہت بڑی نعمت

معلوم ہوا کہ اولاد کے لیے ماں کا دودھ بہت بڑی نعمت ہوتی ہے، عورت بچے کو دو، ڈھائی برس دودھ پلاسکتی ہے؛ اس لیے بچوں کو دودھ پلانا چاہیے، اس سے بچوں کی تندرستی بہت عمدہ اور اچھی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے امِ موسیٰ کی دل جمعی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو پتا چل گیا کہ موسیٰ کو تو فرعون نے اٹھا لیا ہے، فرعون اس کو گود میں لے کر کھلا رہا ہے، تو ماں کو اور زیادہ غم ہوا کہ یہی تو ہمارا دشمن ہے، یہی تو قتل کرنا چاہتا ہے؛ لہذا ماں کی بے چینی اتنی زیادہ بڑھ گئی کہ قریب تھا کہ وہ دوڑ کر فرعون کے پاس پہنچ جاتی اور کہتی کہ: یہ میرا بچہ ہے، اور فرعون کو جب پتا چل جاتا کہ یہ بنو اسرائیل کے خاندان کا بچہ ہے تو شاید فرعون اسی وقت قتل کروا دیتا؛ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا.

ترجمہ: اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو قریب تھا کہ وہ اس (موسیٰ) کا راز ظاہر کر دیتی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل کو جما دیا، ان کو اللہ تعالیٰ نے ہمت دی کہ تم ابھی چپ رہو، چپ رہنے میں فائدہ ہے، اپنے بیٹے کا راز مت کھولو، ثابت قدم رہو، کسی کے سامنے ظاہر مت کرو۔

ایک ضروری سمجھنے کی بات

میری دینی بہنو! یہ چیز بڑی سمجھنے کی ہے، بہت سے موقع ایسے آتے ہیں کہ جہاں خاموش رہنا چاہیے، ان شاء اللہ! اس کی برکت سے ہم بہت سارے نقصانات سے بچ سکیں گے، بات بگڑنے سے بچ جائے گی، جیسے کسی وقت شوہر، خسر، ساس یا نند (نند) غصے میں ہو تو ہمیں چپ رہنا چاہیے، ایسے موقع پر سامنے سے جواب دیا تو دونوں طرف

سے گرمی ہو جائے گی اور آفت بڑھ سکتی ہے، جھگڑا ہوسکتا ہے، طلاق پڑ سکتی ہے، گھر سے نکال دیے جانے کا واقعہ ہوسکتا ہے، ایسے موقع پر اپنے آپ یہ سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے دو کان دیے ہیں، ایسے فتنے کے موقع پر ایک کان سے سننا ہے اور دوسرے کان سے نکال دینا ہے۔

نیکی اور بھلائی میں دوسروں کی رہبری کرنی چاہیے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے دیکھا کہ میرا بھائی کسی کا دودھ نہیں پیتا اور وہ آٹھ دن سے بھوکا ہے تو وہ قریب گئی اور کہنے لگی: اگر تم کہو تو میں تم کو ایک گھر بتلاؤں، مجھے یقین ہے کہ یہ بچہ اس عورت کا دودھ پی لے گا:

فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: اس پر اس (موسیٰ کی بہن) نے (فرعون کے لوگوں کو) کہا کہ: کیا میں تم کو ایسے گھر والوں کا پتا بتلاؤں جو تمھارے لیے اس (بچہ) کی پرورش کریں اور وہ اس کی خیر خواہی کریں۔

معلوم ہوا کہ کوئی نیکی یا بھلائی کی جگہ ہم کو معلوم ہو تو دوسروں کی رہبری کرنی چاہیے۔

دین خیر خواہی کا نام ہے

آج تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ ساری بھلائی ہم اکیلے لے لیویں، دوسروں کو بتلاتے نہیں، خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ. (ابن حبان، عن تمیم الداری رضی اللہ عنہ، حدیث: ۴۵۷۵)

دین تو دوسروں کی بھلائی کا نام ہے، جیسے ہم اپنے لیے بھلائی چاہتے ہیں اسی طرح دوسروں کو بھی بھلائی پہنچانی چاہیے، یہ دین ہے اور دین کا خلاصہ ہے، ہم لوگ ہر اعتبار سے بخیل بنتے جاتے ہیں، ہم کو کوئی بھلائی نظر آتی ہے تو ہم کسی کو بتلاتے نہیں، یہ اچھی چیز نہیں ہے۔ دوسروں کی بھلائی چاہو، دوسروں کو دینی و دنیوی بھلائی پہنچاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کی چالاکی

اس وقت تک کسی کو یقینی طور پر معلوم نہیں تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے فرد ہیں؛ اس لیے روایتوں میں لکھا ہے کہ فرعون کا وزیر ہامان کہنے لگا کہ: اس لڑکی کو پکڑ کر جیل میں ڈالو، یہ بولے گی کہ: یہ بچہ کس کا ہے؟ یہ لڑکی اتنے یقین سے کہہ رہی ہے کہ میں اس گھر کی رہبری کرتی ہوں جس گھر والوں کا یہ دودھ پی لے گا، معلوم ہوتا ہے کہ: یہ بچی جانتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن بہت چالاکی سے کہنے لگی کہ: ایسی بات نہیں ہے، آپ لوگ پریشان ہو؛ اس لیے میں بادشاہ کی خیر خواہی میں تم کو بتلانا چاہتی ہوں۔

(طبری: ۱۰/ ۴۰)

''لہ'' کی ضمیر کا مرجع

وَهُمْ لَهُ نٰصِحُوْنَ.

اِس میں ''لہ'' کا مرجع بہت سے مفسرین نے فرعون کو قرار دیا ہے کہ: میں تو فرعون کی خیر خواہ ہوں، فرعون کی بھلائی چاہتی ہوں؛ اس لیے بچے کو دودھ پلا سکنے والے گھر کی رہبری کرنے آئی ہوں۔

کبھی ایسے پروگرام کرنے سے فائدہ ہوتا ہے؛ یعنی جو حقیقت ہے اس کو اخلاص کے ساتھ اسٹیج پر دکھلانا پڑتا ہے کہ ہم ملک کے وفادار ہیں، (دینی دائرے میں) حکومت کے خیرخواہ ہیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ: ''لہ'' کا مرجع حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے؛ یعنی یہ بچہ آٹھ دن کا بھوکا ہے، وہ اس عورت کا دودھ پی لے گا، میں اس بچے کی خیرخواہی چاہتی ہوں۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو حکم دیا کہ: جاؤ! اپنی ماں کو بلا کر لاؤ۔ بہن اپنی ماں کو بلا کر لے آئی۔ (مظہری: ۷/۱۵۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پہنچی، ماں کی خوشبو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ناک میں پہنچی تو فوراً انھوں نے رونا بند کر دیا، ایک ماں کی ممتا، محبت اور ماں کے بدن کی خوشبو بچے کے لیے کتنی اچھی ہوتی ہے کہ فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رونا بند کر دیا!

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے پاس

ماں نے اس بچے کو گود میں لیا تو فوراً اس بچے نے دودھ پینا شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گیا:

اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

ترجمہ: یقیناً اس کو ہم تیرے پاس واپس پہنچا دیں گے اور اس کو رسولوں میں سے (ایک رسول) بنا دیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ.

ترجمہ: پھر (اس طرح) ہم نے تم کو تمھاری ماں کے پاس واپس لوٹا دیا؛ تا کہ اس (تمھاری ماں) کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ غمگین نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ ماں باپ کے لیے اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے اور اگر اولاد نیک اور نمازی ہیں تو یہ آنکھوں کی ٹھنڈک دوبالا ہو جاتی ہے، اور اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس آیتِ کریمہ میں:

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴿۷۴﴾ (الفرقان)

ترجمہ: اور وہ (رحمن کے بندے دعا میں یہ) کہتے ہیں: اے ہمارے رب! تو ہم کو ہماری بیویوں سے اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور تو ہم کو تقوے والوں کا امام بنا دے۔

فائدہ: فَرَجَعْنٰكَ، فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ، اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ: یہ الگ الگ آیتوں میں الگ الگ تعبیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدے کی تاکید اور بشارت کی پوری خبر دینے کے لیے ہے۔

فرعون کا سوال اور امِ موسیٰ کا جواب

جیسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں پہنچی اور بچے کو گود میں لیا تو بچہ فوراً دودھ پینے لگا، اِس پر فرعون نے فوراً کہا کہ: تو عجیب عورت ہے کہ: اس بچے نے کسی کا دودھ نہیں پیا، صرف تیرا دودھ پیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امی جان جواب دیتی ہے: میرے بدن میں ایسی خوشبو ہے کہ جو بچہ بھی اس کو سونگھتا ہے فوراً قبول کرلیتا ہے۔(روح المعانی: ۲۶۰/۱۰)

اللہ تعالیٰ پر توکل کا بدلہ

میرے مسلمان بھائیو! کتنے بھی کمزور حالات ہو جائے ہم کو اللہ تعالیٰ پر یقین اور توکل پیدا کرنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ.(الطلاق:۳)

ترجمہ: اور جو آدمی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ (اللہ تعالیٰ) اس (کا کام بنانے) کے لیے کافی ہے۔

شریعت کے حکم کو پورا کرنے والے بنو، آج دکھ اسی کا ہے کہ اتنے خطرناک حالات میں بھی مسلمان اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے والے نہیں بنے، مسلمان کی کامیابی اللہ تعالیٰ نے اپنے حکموں کے پورا کرنے میں رکھی ہے۔

اگر ہم ان کو نہ سنبھالتے تو!!!

ماں ماں ہوتی ہے، بے قرار، بے چین، آج تک جو راز چھپایا تھا اگر وہ فرعون کے سامنے ظاہر کردیتی کہ: یہ بچہ میرا ہے تو کیا حال ہوسکتا تھا؛ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا.

ترجمہ: اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو قریب تھا کہ وہ اس (موسیٰ) کا راز ظاہر کردیتی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل کو جوڑ کر رکھا، مضبوط کر کے رکھا

اور اس نے اپنا راز کسی کے سامنے ظاہر نہیں کیا۔

معلوم ہوا کہ دل کا جماؤ اور ثابت قدمی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اور یہ دونوں نعمتیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو عطا فرمائی؛ تاکہ بیٹے کا حال کسی کے سامنے ظاہر نہ کردے۔

صبر اور ایمان کی برکت سے دل کا جماؤ

صبر اور ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ دلوں کو تھام رکھتے ہیں، جیسے ہجرت کے موقع پر جب مکہ کے دشمن غار کے دروازے تک پہنچ گئے تو آپ ﷺ کو یہ کیفیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوئی اور آپ ﷺ کی برکت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل ہوگئی اور بہت اطمینان سے نماز میں مقیم رہے۔

گھر کے نظام کو اچھا بنانے کے لیے دلوں کا جوڑ بہت ضروری ہے

دینی بہنو! اِس آیت میں بہت بڑا سبق ہے کہ گھر کے نظام کو اچھا بنانے کے لیے دلوں کا جوڑ بہت ضروری ہے، ساس اور بہو، شوہر اور بیوی، بچے اور والدین میں دلوں کا جوڑ بہت ضروری ہے، اگر دل کا یہ جوڑ ہوگا تو گھر کا نظام ٹھیک چلے گا۔

جب شادیاں ہوتی ہیں اور دلہنوں کو کچھ کہنے کا موقع ہوتا ہے تو میں عام طور پر نصیحت کیا کرتا ہوں کہ: ہر ساس آنے والی بہو کو اپنی بیٹی سمجھ لیوے اور بہو ساس کو اپنی ماں سمجھ لیوے تو ان شاء اللہ! کبھی جھگڑے نہیں ہوں گے۔

ساس انتقام کا جذبہ نہ رکھیں

اسی طرح ساس اپنے دل میں انتقام کا جذبہ نہ رکھے، بعض مرتبہ ہماری بڑی عمر

والی بہنیں ساس بنتی ہیں تو ان میں بدلہ لینے کا جذبہ ہوتا ہے کہ جب میں بہو بن کر آئی تھی تو میری ساس نے مجھے جتنی تکلیف پہنچائی ہے اتنی نہیں تو کم از کم اس سے آدھی تکلیف میری آنے والی بہو کو پہنچانی ہی ہے۔

میں بننے والی ساس کو کہا کرتا ہوں کہ: جس ساس نے تجھے تکلیف پہنچائی ہے تو اسے معاف کر دے یا اس کو آخرت کے حوالے کر دے؛ لیکن تیری آنے والی بہو کو تو کیوں پریشان کرتی ہے؟

بہر حال! یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی ''رَبَطْنَا'' آیا اور وہاں جہاں سات نوجوانوں کا قصہ بیان کیا ہے وہاں بھی:

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝١٣ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۝١٤

ترجمہ: یقینی بات ہے کہ وہ (غار میں سونے والے) چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے، اور ہم نے ان کو ہدایت میں خوب ترقی دی تھی ﴿۱۳﴾ اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا (یہ اس وقت ہوا) جس وقت وہ کھڑے ہوئے تو کہنے لگے: ہمارے رب تو آسمان وزمین کے رب ہیں، ہم تو ہرگز اس کو چھوڑ کر کسی اور معبود کی عبادت نہیں کریں گے، اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم عقل سے دور کی (لغو) بات کہیں گے۔

دینی بہنو! گھریلو زندگی میں جب دلوں میں جوڑ آتا ہے تو گھر جنت کا نمونہ بنتا ہے اور اگر دلوں میں جوڑ نہیں ہوتا تو عالیشان بنگلہ ہونے کے باوجود گھر جہنم ہو جاتا ہے۔

تنظیم اور کمیٹی والوں کے لیے بھی دلوں میں جوڑ ضروری ہے

آپ دنیا میں تجربہ کرلو، اسی طرح تنظیموں اور کمیٹیوں میں بھی یہی حال ہے کہ اگر آپس میں دلوں میں جوڑ ہوگا تو کام چلے گا اور دلوں میں توڑ ہوگا تو کام کبھی بھی نہیں چل سکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات

اِس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی انعامات ہوئے:

① حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کی چھاتی کو قبول کرلیا، اس سے خود والدہ اور وہاں موجود لوگوں کو خوشی ہوئی۔

② اللہ تعالیٰ کا وعدہ مکمل ہوا: بیٹا گود میں آ گیا۔

③ جس فرعون کا ڈر تھا اسی کے گھر میں امن سے زندگی گزار رہے ہیں۔

④ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے تخت پر کھیلتے، بچھونے پر لیٹتے اور فرعون کی سواریوں کو استعمال کرتے۔

⑤ فرعون کی طرف سے روزانہ وظیفہ بھی مل رہا ہے۔

فرعون کے محل میں رہ کر دودھ پلانے پر آسیہ کا اصرار

میری دینی بہنو! فرعون اور آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بہت اصرار کیا کہ تم یہاں شاہی محل میں رہ کر بچے کو دودھ پلاؤ؛ اس لیے کہ آسیہ کے دل میں بچے کی محبت بہت تھی، وہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ بچہ میری نظر سے ہٹ جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے دیکھا کہ موقع اچھا ہے، فرعون اور آسیہ کی غرض ہے؛ اس لیے کہ یہ بچہ میرے سوا کسی کا دودھ نہیں پیتا ہے، جو شرط لگانا ہو وہ منظور کروالو، تو ان کی والدہ نے کہا کہ: میں شاہی محل میں نہیں رہوں گی، میں تو اپنے گھر پر رہ کر ہی اس بچے کو دودھ پلاؤں گی۔

چناں چہ آسیہ نے کہا کہ: ٹھیک ہے؛ لیکن میرے پاس اس بچے کو بھیجتے رہنا؛ تاکہ اس کو دیکھ کر اپنا دل ٹھنڈا کروں اور میرے ذہن کو سکون ملے اور تم کو روزانہ دودھ پلانے پر بہ طورِ اجرت ایک دینار ملے گا۔ (طبری: ۴۱۶/۸)

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے حدیث میں عجیب بات ارشاد فرمائی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں اپنے ہی بچے کو دودھ پلا رہی ہے اور روزانہ سونے کا ایک سکہ کما رہی ہے، اس پر حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے عجیب بات ارشاد فرمائی کہ:

مَثَلُ الَّذِیْنَ یَغْزُوْنَ مِنْ أُمَّتِي وَیَأْخُذُوْنَ الْجُعْلَ یَتَقَوَّوْنَ بِهِ عَلٰی عَدُوِّهِمْ مَثَلُ أُمِّ مُوْسٰی تُرْضِعُ وَلَدَها وَتَأْخُذُ أَجْرَها. (الجامع الصغیر، عن جبیر بن نفیر، حدیث: ۸۱۲۴، در منثور: ۲۳۰/۵)

ترجمہ: میری امت میں جو اللہ کے راستے میں (غزوہ، قتال میں) جاتے ہیں اور غنیمت کا مال کماتے ہیں جس سے وہ دشمنوں پر قوت حاصل کرتے ہیں ان کی مثال موسیٰ کی ماں جیسی ہے، جو اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے اور اس کی اجرت بھی پاتی ہے۔

دین کی برکت سے اللہ تعالیٰ آخرت کی نعمتیں تو دیں گے ہی؛ لیکن دنیا کی بھی بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں گے۔

پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دودھ پینے کا زمانہ پورا ہو گیا تو آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو کہلوایا کہ: بچہ واپس مجھے سونپ دو۔

ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہوا تھا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سگی ماں ہے؛ بلکہ پورے مصر میں یہ شہرت تھی کہ یہ بچہ آسیہ اور فرعون کا ہے، اس سے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا غم زیادہ ہو گیا کہ بچہ میرا ہے اور لوگ نام لیویں کہ یہ فرعون اور آسیہ کا بچہ ہے، ایک ماں یہ کیسے گوارا کر سکتی ہے؟

دودھ کی مدت پوری ہونے کے بعد شاہی محل میں واپسی

آسیہ نے پورے شہر میں یہ اعلان کروایا کہ:

میرا یہ بچہ جو دودھ پینے کے لیے دایہ (حقیقی ماں) کے یہاں گیا ہوا ہے وہ آج میرے محل میں مستقلاً واپس آرہا ہے تو دایہ کے گھر سے میرے محل تک جس گلی اور محلے سے یہ گزرے تم اس کا اکرام اور استقبال کرو، یہ شہزادہ ہے۔

جب یہ اعلان ہوا تو پوری قوم کے لوگ راستے پر نکل کر بچے کو تحفے دے رہے ہیں اور استقبال کر رہے ہیں، پورے اعزاز واکرام کے ساتھ پھر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام شاہی محل میں پہنچا دیے گئے۔ (روح المعانی: ۸/۵۰۵)

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوا، آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو نبی بھی بنا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے پورے واقعے میں وہی کام کر کے دکھایا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا اور اس کی برکت سے بیٹے کی حفاظت جیسی عجیب نعمت نصیب ہوئی۔ نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے توکل کیا، جو چیزیں پسندیدہ نہ ہوں، اس کو دور کرنے میں توکل کو بڑا دخل ہے۔

آج کے حالات میں یہ واقعہ ہمارے لیے بہت بڑا سبق اور نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذاتِ عالی سے تعلق عطا فرمائیں، اپنا کامل یقین عطا فرمائے۔ آج کے حالات یقیناً بڑے خطرناک ہیں، پوری دنیا کا ماحول اس وقت ایسا ہے کہ امت کے بڑے تو بڑے؛ بچوں کی جانیں بھی خطرے میں ہیں، ایسے حالات میں ہماری حفاظت وہی اللہ تعالیٰ کریں گے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دریائے نیل میں اور فرعون کے دربار میں حفاظت فرمائی، بس ضرورت ہے دینی بہنو! اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرو، اللہ تعالیٰ کے سامنے رونے والیاں بن جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں اپنے بچے کے لیے جو بے چینی تھی اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں پر ایسی بے چینی عطا فرماوے، بے چینی، رونے اور معافی مانگنے سے اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی، دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرو اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے والیاں بنو، اللہ تعالیٰ حالات کو ٹھیک کر دیں گے۔

آج بھی کعبے کو صنم خانے سے پاسباں مل سکتے ہیں؛ مگر!!!

اِس مجلس کی ایک آخری بات عرض کردوں: تاتاری قوم جنھوں نے مسلمانوں پر ظلم کیا، لاکھوں مسلمانوں کو قتل کیا، اس قوم نے بغداد میں ایسے ظلم کیے کہ بغداد کی ندیوں پر مسلمانوں کی لاشوں سے پل بنے، کیا بات تھی کہ وہ پوری تاتاری قوم ایمان لے آئی، اس پر علامہ اقبالؒ نے ایک شعر کہا ہے کہ:

ہے عیاں یورشِ تاتار کے فسانے سے	مل گئے پاسباں کعبے کو صنم خانے سے

اللہ تعالیٰ نے بت کدے میں سے کعبہ کے محافظ پیدا فرمادیے۔

دینی بہنو! اِن حالات میں مدد اور حفاظت اللہ تعالیٰ آج بھی لاسکتے ہیں، شرط یہ ہے کہ ہم سچے پکے اللہ والے بن جائیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے انابت کرنے والے بن جائیں، اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے، آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین